هو المستعان

عمر بن عبد العزیز

یعنی

امام عادل، فقیہ کامل امیر المومنین عمر بن عبد العزیز

عمر ثانی کی مفصل سوانح عمری

جس میں حضرت عمر بن عبد العزیز عمر ثانی کی قومی ملکی اخلاقی، مالی و
مذہبی اصلاحات علمی معلومات، اجتہادی مسائل اخلاق و عادات،
عدل و انصاف اور بہ اعظم یورپ کے مشہور جہاد فرانس کا مفصل ذکر
اور دیگر جزائر یورپ کی بحری جنگ اور ایشیائی ممالک کے بری
جہادوں کا مجمل بیان درج ہے

مؤلفہ

مولوی شیخ مظہر الحق صاحب مئوی مصنف حقیقت الازدواج

باہتمام شیخ اسمٰعیل صاحب

مطبع انوار احمدی الہ آباد میں طبع ہوئی

اور شیخ محمد فیض اللہ صاحب سکریٹری انجمن اصلاح مؤ ائمہ ضلع الہ آباد نے شائع کی

قیمت علاوہ محصولڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ کتاب نہ کوئی مبسوط تاریخ ہے - اور نہ کوئی جامع تصنیف - ہان البتہ چند محققہ واقعات اور مسلمہ حالات کا ایک مجموعہ ہے جسمین عربی - فارسی - انگریزی اردو تاریخون اور فقہ و احادیث کے مشہور مشہور کتابون اور رسالجات کے جستہ جستہ مقامات سے واقعات اخذ کرکے درج کئے گئے ہین - پھر بھی مجھکو اعتراف ہے کہ یہ کتاب ابھی بہت سی قیمتی معلومات کی محتاج ہے اس کے علاوہ بعض واقعات اس کتاب مین ایسے قلمبند کئے گئے ہین کہ جو نقل در نقل اور ایک زبان سے دوسری زبان مین ترجمہ کردہ ہین جنکے نقص و عیب و حسن و قبح کے وہی ناقلین و مترجمین ذمہ دار ہین جنہون نے یہ واقعات مستنبط کرکے خود اوسکا ترجمہ کیا ہے یا ترجمہ کو نقل کیا ہے - مین نے جب اس کتاب کے

لکھنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے مجھکو مولوی عبد القادر صاحب کی کتاب
سیرۃ العمرؓ اور علامہ شبلی کی تالیفات و تحریرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مولوی عبد القادر
صاحب کی یہ کتاب چونکہ عالمانہ جبہ و عمامہ مین منظر عام پہ آئی ہے، اور مولانا کے
سمند خامہ نے اس میدان مین خصوصیت کے ساتھ تیز رفتاری و سبکخرامی
دکھلائی ہے اس لئے اونکی تحریر ملایانہ طرز تحریر، فقہی معلومات، مذہبی مسائل، اور
شرعی نکات سے سراسر مملو و لبریز ہے اسلئے لامحالہ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ کے بحر
ناپیدا کنار کی سطح کی ہوا مولانا کو بہت کم مس ہوئی ہے اور وہ فلسفہ تاریخ کی منطق
سے بہت بیخبر ہین۔ بربناے اسکے تمدن جدید کے باریک بین حضرات، وتیز نظر
و وسیع العلم مورخین و محققین کے نزدیک، اور زمانہ موجودہ کے عقلی موشگافیون و نکتہ
آفرینیون کے لحاظ سے وہ اپنی کتاب کو کامیاب بنانے مین قادر نہین ہو سکے
اور نہ واقعات سے نتائج اخذ کرنے اور نہ موقع موقع سے اُسکے چسپان اور استعمال
کرنے اور نہ روایتون مین اصول درایت کا لحاظ ملحوظ رکھنے مین وہ اپنا جوہر
ذاتی دکھا سکے ہین یہانتک کہ حضرت خضرؑ سے عمر بن عبد العزیز کی ملاقات اور
فرشتون کا اونکے جنازہ مین شریک ہونا مولانا نے لکھ دیا ہے پھر بھی باوجود
اسکے فقہی مسائل اور مذہبی معلومات کے ذخیرہ کو یکجا کرنے مین اونکی سعی مشکور
ہے علامہ شبلی کی تحریر کے نسبت تو کچھ لکھنا لکھانا درحقیقت تحصیل حاصل ہے
علامہ کا قومی احسان۔ اونکا تبحر علم اون کی تحقیق کا کمال، اُن کی تحریری قوت،

ایسی چیزین ہین کہ جنکا قوم نے ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے ہین یا لکھ چکے
ہین وہ دراصل سلک مضامین کے گوہر ہاے آبدار۔ اور تحقیق کی جانین۔ اور
درایت کے نفوس ناطقہ اور اس شایستہ ومہذب زمانہ کے لئے عطیات ہین
اس خاص بحر ذخار مین جب مولانا نے قدم رکھا تو ایک ایسا گوہر بےبہا دریا
نیل سے نکالکر لائے جسکی طرف سے قوم کی آنکھون پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے
ایک کتاب موسوم بہ سیرۃ العمرین خدیو کے مصری کتب خانہ سے تلاش کر کے
بہم پہونچائی اور اُسکے مضامین سے ایک مضمون اخذ کر کے الندوہ مین شایع
کیا جس سے مجھکو کافی مدد ملی ہے۔ بلکہ میری کتاب نگاری کی حوصلہ افزائی کا
محرک وباعث یہی مضمون ہوا ہے ورنہ قبل اسکے مین متواتر ارادہ کرنیکے
بعد اپنی ہمت مین برابر قصور پاتا رہتا تھا۔ چنانچہ میری یہ کتاب زیادہ تر انہین بقیۃ السلف
علما کی مدلل ومکمل تحریرات کا ماخوذ شدہ ایک نسخہ ہے۔ ان کتابون کے علاوہ
علاوہ علامہ ابن خلدون کی تاریخ ومقدمہ۔ ابن اثیر۔ تذکرہ الحفاظ۔ تاریخ الخلفا
علامہ سیوطی۔ تاریخ الخلفا اُردو۔ تاریخ مراکو۔ تاریخ الاسلام مولفہ مولوی امیر علی
روضۃ الصفا۔ واقدی۔ فتح الباری ترجمہ صحیح بخاری۔ تاریخ اسپین۔ موطا۔ الاسلام
والنصرانیۃ۔ احیاء العلوم۔ تمدن عرب[1] ڈاکٹر گستاولی بان۔ تمدن عرب جرجی زیدان

[1] ناظرین کو اس یادداشت کو اپنے ذہن مین محفوظ رکھنا چاہئے کہ جس مقام پر مین نے تمدن عرب ڈاکٹر گستاولی بان کا حوالہ دیا ہے اُس مقام کے حاشیہ پر لفظ تمدن عرب لکھدیا ہے اور جس مقام پر تمدن عرب جرجی زیدان کا حوالہ دیا ہے وہان پر لفظ تمدن اسلام تفارق کے لحاظ سے لکھدیا ہے

اسد الغابہ وغیرہم میرے اس کتاب کے صحیح ماخذ ہین۔ مگر انمین سے مین خصوصیت کے ساتھ جنکا نام اس موقع پر لینا چاہتا ہون وہ علامہ ابن خلدون ہین۔ یہہ ضرور سچ ہے کہ علامہ نے بھی عربی مورخین کی تاریخانہ تحریر کی روش پر سلاطین و خلفا کے حالات لکھتے وقت سنہ ولادت و سنہ وفات و فتوحات اور مشہور مشہور واقعات قلم بند کرنے پر اکتفا کیا ہے مگر تاہم جو ندرت و جدت علامہ نے تاریخ و مقدمہ مین دکھلائی ہے وہ ایک ایسی ممتاز حیثیت ہے جس سے دوسری تاریخین خاموش ہین۔ وہ یہ ہے کہ ہر زمانہ کے واقعات کو اصول درایت کی بنا پر لکھا ہے۔ اور دوسرے اُس واقعہ کے اصلی راز و وجہ کو واضح طور پر ملک و قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔ قطع نظر اسکے ہر خلیفہ و سلطان وقت کے ہر اہم اور جزئی واقعات کو اپنی کتاب مین کسی نہ کسی مقام پر اور کسی نہ کسی عنوان کے ضمن مین ایسا منسلک و ہمرشتہ بنا کر اُس سلک مضامین کا مروارید بنا دیا ہے جو اُنکی وسعت نظری اور علمی تحقیق و قابلیت کی بیّن مثال ہے۔ شروع مقدمہ کتاب سے اُسکے آخر حصہ کے کسی نہ کسی بیان مین ہر خلیفہ و بادشاہ کے زمانہ کے تمدن کی شاخون یعنی تجارت۔ فلاحت۔ زراعت۔ صناعت رعایا کی طرز معاشرت۔ علم۔ عام رعایا اور غیر قومون کے ساتھ مراعات، تشدد، و نظم مملکت، و جغرافیانہ حالت وغیرہ کا خاکہ کم و بیش ضرور کھینچا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تاریخ کو افسانہ کی حیثیت سے جدا کر کے اُسکو فلسفیانہ امتیاز بخشتا ہے۔ جیسا کہ اُنکے یہ الفاظ خود شاہد ہین۔ تاریخ کی حقیقت یہہ

ہے کہ انسانی اجتماع جسکا نام دنیا کی آبادی ہے۔ اس آبادی کے نتیجہ مین جو حالات عارض ہوتے ہین مثلاً وحشی ہونا، آدمیت یعنی تمدن، عصبیت یعنی اپنی قوم کو مدد دینے کا خیال، انواع واقسام کے آدمیون کا باہم ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا، اس غلبہ سے ملک اور سلطنتین اور جو مراتب پیدا ہوتے ہین، انسان اپنے کامون اور کوششون سے کسب معاش و علوم اور صنعتون مین جو خصوصیت پیدا کرتے ہین، اور اس آبادی کے عالم مین حسب اقتضاے طبیعت جو باتین ہوتی ہین۔ اُن سب سے مطلع ہونے یا مطلع کرنے کا نام تاریخ ہے۔ بنائے علیہ مین نے یہ خیال کرکے کہ آج کل فلسفہ تاریخ کے حدود اربعہ و مطمح نظر اسی دائرہ کے اندر محصور رہے زیادہ تر اسی تاریخ سے مدد لینا موزون و مناسب سمجھا۔ مجھکو یہ کہنا بھی فرض ہے کہ اس کتاب کے لکھتے وقت بعض مضامین ایسے آگئے ہین جسمین خلیفہ نے مختلف قسم کی باتین ایک ہی فرمان مین اپنے والیون اور عاملون کو عملدرامد کرنے کی غرض سے تحریر کی ہین اور چونکہ اُن باتون کا تعلق اس کتاب کے مختلف بیانون سے ہے اسلئے موقع کے لحاظ سے ہر بیان کے ضمن مین اُسکی تکرار لازم آگئی ہے۔ خواہ اس زمانہ کی طرز تحریر کی خوش اسلوبی اور صنعت کی بنا پر وہ بدنما اور بھونڈی صورت ہی کیون نہو۔ لیکن نقادان فن فلسفہ تاریخ کے لئے وہ چشم بصیرت اور مثلاً خیالان واقعات تمدن جدید کے لئے برقی قوت و محبان علوم مذہبی کے لئے اکسیر ہدایت کا کام دیتی ہین اسلئے اُنکی تکرار خالی از دلچسپی و بے موقع نہین ہے جیسا کہ ناظرین خود

ملاحظہ کرینگے۔ قطع نظر اسکے بعض بعض مقامات پر اس وجہ سے کہ ہر واقعہ کے مختلف پہلو ہوا کرتے ہین مین نے ایک ہی واقعہ پر مختلف پہلوؤن سے نظر ڈالکر اوسکو اُسکے حسب حال بیان مین درج کیا ہے اور اُسکے ہر رُخ اور پہلو کو دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ عجب نہین کہ اگر ناظرین میرے ان بیانات کو تنقیدی نظر سے نہ دیکھینگے تو یہ بھی امید نہین ہے کہ وہ میرے ان بیانات کو مستحسن نظرون سے نہ دیکھین۔ اس کتاب مین جابجا ایسے بیانات بھی ملین گے جو بظاہر گورنمنٹ انگریزی و دول یورپ کے طعن و تشنیع پر محمول کئے جائینگے لیکن مقصود اُنسے طعن و تشنیع نہین ہے بلکہ طریق حق کا بزعم ناقص ظاہر کرنا ہے جو اگر واقعی ہین تو اصلاح انکی ضروری ہے۔ عیب کا نمایان کرنا بدخواہ و خیرخواہ دونون کا کام ہے۔ بدخواہ کا منظر تفضیح و مضحکہ خیرخواہ کا منظر خواہش اصلاح و ترقی ہے۔ ہمیشہ سے عادل گورنمنٹن و انصاف پسند و رفاہ جو سلاطین ایسے نکتہ چین و عیب نما کی جنکی نظر خیرسگالی ملک و ملت پر مبنی رہتی ہے مشکور رہکر انکی قدر کرتے رہے ہین۔

اس کتاب کے بیانات جو بظاہر طعن انگیز ہین وہ بھی طالب اصلاح و فلاح ہین جو اقتدار کامل گورنمنٹ سے بہت سرعت کے ساتھ وجود مطلق کے دلچسپ لباس سے مزین ہو سکتے ہین۔ اس تحریر کے ساتھ مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ جن معمولات کو بزعم ناقص مین معیوب و مذموم خیال کرتا ہون اور

جنکی اصلاح مین ملحوظ رکھتا ہون، وہ شاید میری ہی نگاہ مین بدنما و مذموم ہون اور
واقع مین خوشنما و محمود ہون لیکن اظہار مافی الضمیر کے نسبت درانحالیکہ وہ خیراندیشی
و بہبودی کی حیثیت پر مبنی ہو کوئی مؤلف اور واقعہ نگار مجرم و معتوب نہین ہوسکتا
بلکہ خاصکر مہذب و عالی دماغ ارسطو منش فلاطون فطنت ارکان و ارباب حکومت
کے نزدیک وہ مصداق (کل کاسٍ یترشح بِمَافِیۃ) کا داعی سمجھا جاتا اور
خذ ما صفا کا ہاتف قرار دیا جاتا ہے - میری یہ معذرت شاید اس موقع بیجا
نہو - کہ ایسے بلند پایہ، متشرع و متقشف، عالم متبحر، غازی و مجاہد، عادل، خلیفہ کے
حالات قلم بند کرنے کے لئے ایک ایسے کتب خانہ کی مطالعہ کی ضرورت تھی
کہ جسمین کم از کم تاریخ، حدیث، تفسیر، کی جامع تصنیفات موجود ہوتین - لیکن یہان
تو قوم کے بد مذاقی کا دامن (یورپ کے مستشرقین محسنین حکما کی تلاش کردہ قدیم عربی
علمی سرمایہ کے بابتہ کون کہے) مصری، دمشقی، بیروتی طبع شدہ مذہبی، تاریخی، ادبی
فلسفی، کتابون کے ذخیرہ سے خالی ہین - قطع نظر اسکے اگر یہ کتابین یا مثل ان کے
اور دوسری نایاب کتابین کہین ہین بھی - تو وہ مشہور مشہور والیان ملک کے
کتب خانے، اور کلید برداران کتب خانہ علمی و شائقین علم کی نادرالوجود لائبریریان ہین
جنکی سیر اس زمانہ مین جوئے شیر کو پہاڑ سے کاٹ کر لانے کی مصداق ہے اسوجہ
سے مین اس خلیفہ کے وقتی، مقامی، خاندانی، اصلی، قریبی، تاریخی کتابون - یا قریب

لہ تاریخ ابن عساکر، و سیرۃ العمرین وغیرہ

زمانہ کی لکھی ہوئی سیرتون سے فائدہ نہ اوٹھاسکا جو ایک ایسی وجہ ہے کہ جس سے
بڑے سے بڑے مورخ کو بھی برأت حاصل نہین ہے۔ لیکن تاہم جسقدر ان
کتابونکے منتخب واقعات، چیدہ چیدہ روایات، اور صحیح حالات جن جن کتابون
اور رسالون کی جستہ جستہ مقامات سے مجھکو دستیاب ہوئے ہین اوس سے مدد لینے مین
مین نے کمی بھی نہین کی۔ اور اسی کے ساتھہ روایات کے استقصاء اور واقعات
کی صحت کا بھی مین نے پورے طور سے التزام کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر پہلو سے حتی المقدور اس کو کامیاب و مفید بنانے کی
کوشش کی ہے محض اس خیال سے کہ دوسری قومون کا اپنی قوم کے معمولی
افراد اور مفروضہ خیالی ہیرو کو تلمیع ورنگ آمیزی کے ساتھہ دنیاوی ترقی وعزت
کی اسٹیج پر لاکر کھڑا کر دینا اور اپنے قومی فرض سے سبکدوش ہوجانا فی زمانا قومی شعار
متصور ہے تو اسلام جسکے گلستان جنت نشان مین سیکڑون گلہاے خوشرنگ
وخوشنما اور ہزارون نونہالان چمن فرحت افزا اور لاکھون ثمرہاے لذیذ اور خوش
ذائقہ ومختلف الالوان نے پرورش پائی ہے اور جنکے حالات واقعیت وحقیت
سے سراسر لبریز ہین (خواہ امتداد زمانہ یا قوم کی غفلت وناقدری نے اُن کے
حالات زاویہ خمول مین ڈال ہی دیا کیون نہو) اُنکے حالات صحیحہ سے دنیا کو
ناواقف وبیخبر رکھنا درحقیقت ایک قسم کا قومی گناہ ہے اسلیئے بربناے اس مقولہ
کے کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ اور محض قومی خدمت کے انجام دہی

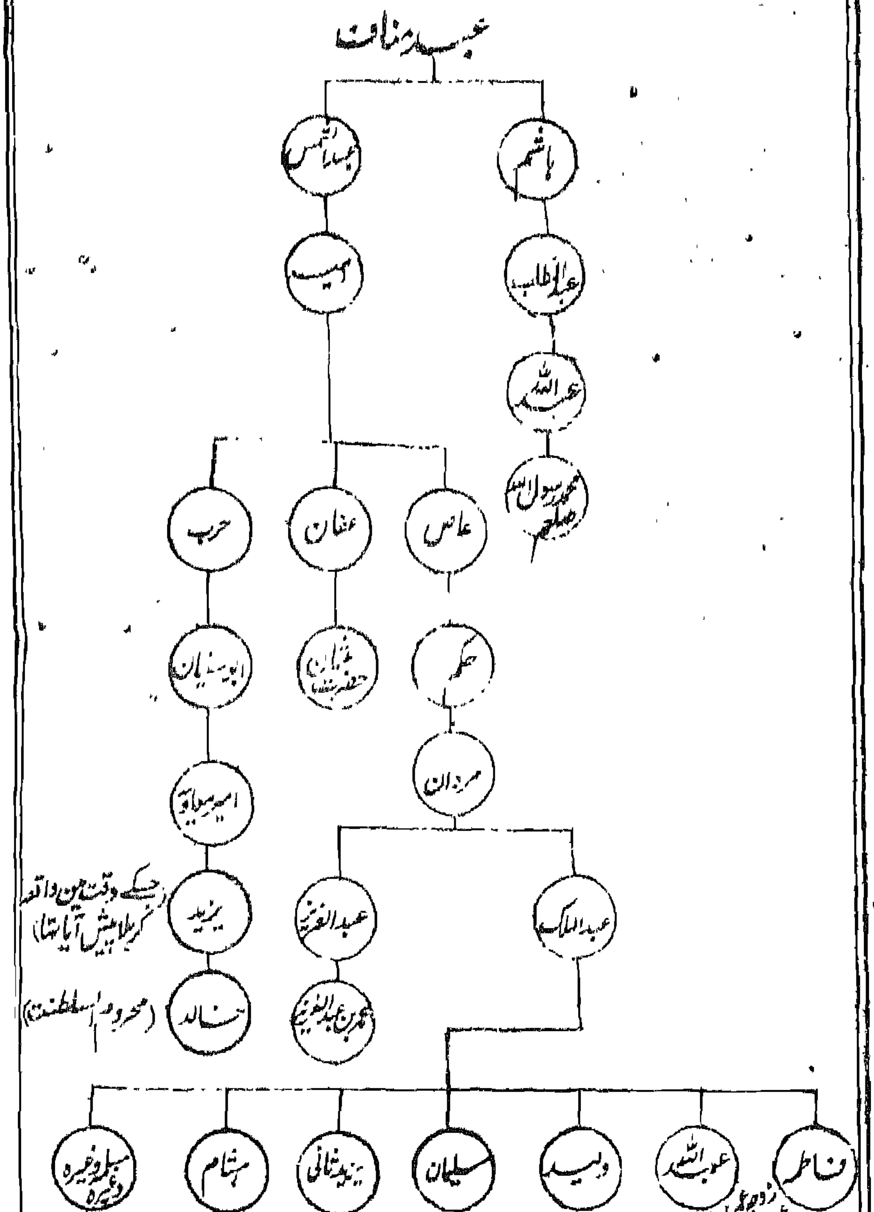
کی بنیاد پر عوام کے روبرو پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور مختلف مقامات سے منتخب کتب خانوں، اور نادر الوجود کتابوں کے مطالعہ کے بعد جس نتیجہ اور تہہ تک میں پہونچا ہوں۔ اوسکا اندازہ ناظرین باوقار و ادا شناسان علوم پر چھوڑتا ہوں

اور اکنون حال ما زنگ بندوان نمود ❖ حرفے ز حال خویش بہ سیما نوشتہ ایم

اس خلیفہ کے حالات حسنہ، اور اُسکے صفات کاملہ، کی سرگذشت اتنی لمبی چوڑی ہے کہ جس سے مذہب کا کوئی علم و فن خالی نہیں ہے۔ جتنے کہ غواصان بحر فکر و تلاش، و محققین علوم اسرار مذہبی و تاریخی کے قلم اس میدان میں آ کر تھک جاتے ہین اور بسا اوقات ہمتین ہار کر وہ خاموش بیٹھ جاتے ہین اس لئے مین بھی یہ سمجھکر کہ اس سلسلہ نامتناہی کے بکھرے ہوے موتیوں کو ایک رشتہ مین منسلک کرنا، میری قوت اختیار سے باہر ہے جسقدر مجھکو سمجھ پہونچا اوسی قدر لکھنے پر اکتفا کر رہا ہوں ؎

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ❖ ما ہمچنان در اول وصف ماندہ ایم

شجرہ نسب عمر بن عبدالعزیز



مین نے اس شجرہ نسب مین اونہین لوگون کا سلسلہ وار نام دکھلایا ہے کہ جنکا اس کتاب سے تعلق تھا مثلاً عبدالملک کے اور بیٹون کا نام جو غیر معروف تھے قصداً ترک کر دیا ہے ۔ یا امیہ و عبد مناف کے جو اور لڑکے تھے اونکا ذکر نہین کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

چہ زہرہ خاک مسکین را کہ تحمید خدا گوید ــــ بدین آلودگی ذات مقدس را ثنا گوید

نام و نسب ۔ ولادت ۔ آبا و اجداد

عمر[1] بن عبد العزیز اپنے باپ کی مصر کی گورنری کے زمانہ میں بمقام حلوان جو مضافات مصر سے ایک قریہ ہے سنہ ۶۱ھ[2] یا سنہ ۶۳ھ[3] میں پیدا ہوئے ۔ نام آپکا عمر اور کنیت ابو حفص تھی ۔ عمرؓ بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن عاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف آپکا شجرہ نسب ہے ۔ قریش جو عرب میں اشرف النسب قبیلہ تھا اُسکی نسل میں دس شخصوں نے اپنے زور لیاقت[4] سے بڑا امتیازی درجہ حاصل کیا تھا اسلئے اونکے انتساب سے دس جدا نامور قبیلے پیدا ہوگئے ۔ یعنی ہاشم ۔ امیہ ۔ نوفل ۔ عبد الدار ۔ اسد ۔ تیم ۔ مخزوم ۔ عدی ۔ سہم ۔ جمح ۔

---

۱ ابن اثیر ۔ ۲ ابن خلدون ۳ ابن اثیر و الفاروق ۴ ابن اثیر ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اسی امیہ کی اولاد سے ہین جو بنی ہاشم کا برابر کا حصہ دار تھا اور جسکو زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق سپہ سالاری کی خدمت سپرد تھی - آغاز اسلام مین اس خدمت کے ذمہ دار ابوسفیان امیر معاویہ کے باپ[۱] تھے - عبد الشمس - ہاشم - مطلب - نوفل - یہ چار لڑکے عبد مناف کے ہین - جو عمود نسب حضرت سرور کائنات مین ہے - بنو عبد الشمس بنو ہاشم حکومت و ریاست باہم تقسیم کیے ہوے تھے - اور بنو مطلب و بنی نوفل انکے احلاف مین تھے - بنو مطلب بنو ہاشم کے اور بنو نوفل بنو عبد الشمس[۲] کے - اس حساب سے ساتوین پشت مین آپکا سلسلہ نسب آنحضرت سے جا کر ملجاتا ہے - یہ سخت تعجب ہے کہ یہ خانگی تقسیم ریاست کی کچھ مکہ کی چار دیواری تک محدود نہ رہی بلکہ اس سے آگے چلکر ملکی تقسیم مین بھی پورا پورا برابر کا حصہ لیا اور مغرب و مشرق کے درمیان ایک حد فاصل قایم کردی -

ام عاصم آپکی والدہ ماجدہ

ماں آپکی ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھین - نانی آپ کی وہ لڑکی تھین جنکو دودھ دوہنے کے وقت انکی ماں نے کہا تھا کہ "دودھ مین پانی ملادے" جسکے جواب مین اس لڑکی نے کہا کہ "امیر المومنین نے دودھ مین پانی ملانے کو جرم قرار دیا ہے" اور پھر جواب اسکے اسکی ماں نے کہا تھا کہ "کیا امیر المومنین یہاں کھڑے دیکھ رہے ہین" جسکے جواب [illegible]

[۱] ابن خلدون [۲] ابن خلدون

پھر اہوا جو جواب اُس لڑکی نے دیا تھا یہ تھا کہ ظاہر میں تو میں اطاعت کا دم بھروں اور باطن میں نافرمانی یہ مجھ سے نہ ہو سکیگا کہ میں پانی ملا دوں جسکو عمر فاروق سُنکر ایسے گرویدہ ہوئے کہ اپنے بیٹے عاصم کے ساتھ اُسکا نکاح کر لیا۔

عاصم بن عمر

آپکے نانا عاصم بن عمر بن خطاب بہت بڑے مشہور فقیہ تابعی تھے۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ دراز قد اور پر اندام تھے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اونکا ایک ہاتھ دوسروں کے ڈیڑھ ہاتھ کے برابر ہوتا تھا اور بہت نیک و صاحب خصلت تھے۔ آپکی کنیت ابو عمر تھی۔ سنہ ۷۰ھ میں اپنے بھائی عبد اللہ ابن عمر کے پہلے وفات پائی۔ آپ شاعر بھی تھے اور آپکا کلام حشو و زواید رطب و یابس سے پاک ہوا کرتا تھا۔ آپ کے بھائی عبد اللہ نے آپ کے مرثیہ میں جو شعر کہا ہے اسکا ترجمہ درج ذیل ہے "کاش موت عاصم کو چھوڑ جاتی تاکہ ہم سب ایک ساتھ رہتے یا کہ لیجاتی تو سب کو لیجاتی"

عبد العزیز بن مروان

عبد العزیز آپ کے باپ محدثین کے اقوال کے مطابق ایک ذی علم مقدس اور محدث شخص تھے۔ خود عمر نے ان سے استفادہ حاصل کیا ہے حق گوئی۔ انصاف پسندی و رحمدلی میں شہرۂ آفاق تھے سنہ ۶۵ھ میں بزمانہ

۱۵ سیرۃ العمر

گورنری مصر مسجد عمرو بن العاص کو منہدم کراکے از سر نو تعمیر کرایا اور پوری وسعت[۵] دی عبد الملک کے زمانہ مین جب اُنہون نے عمرو بن سعید باغی کو قتل کرنیکا حکم دیا تو آپ بہت بھچکیائے حتی کہ عبد الملک نے اپنے اس حکم کی تعمیل پر سخت عتاب ظاہر کیا[۶] اور ایسا ہی آپ عبد الملک کے اس فرمان پر معتوب ہوئے تھے جو عبد الملک نے موالیو نپر آپکے مصر کی گورنری کے زمانہ مین جزیہ قایم کرنیکے بابت بھیجا تھا جسکی تعمیل آپ نے بمشورہ اپنے سکریٹری عبد العزیز بن حجیرہ کے مطلقا نہین کی[۷] برخلاف اُسکے آپ نے عرضداشت ایوان خلافت مین اس مضمون کی لکھکر بھیجدی کہ "راہبون سے جزیہ ہی لینا کیا کم ظلم تھا جو اب موالیون سے خلاف شرع جزیہ لینے کا حکم صادر ہوا ہے - مین اس حکم کی تعمیل سے معذور ہون"[۵]

مروان کی وصیت کے مطابق آپ اور عبد الملک یکے بعد دیگرے سلطنت کے ولیعہد قرار پائے تھے لیکن عبد الملک نے اپنے زمانہ حکومت مین آپ کی ولیعہدی شکست کرنیکا ارادہ کیا - اور بجائے اُنکے اپنے بیٹے ولید کو ولیعہد بنانا چاہا تو ایک خط اُنکے نام لکھا کہ "مین چاہتا ہون کہ آیندہ حکومت تمہارے برادر زادہ ولید کے سپرد کیجاوے" جسکا جواب عبد العزیز نے نہایت آزادی اور مہذب الفاظ مین یہ دیا کہ "مین بھی ابو بکر اپنے بیٹے کے

---

[۱] دلگداز بحوالہ مقریزی [۲] ابن خلدون [۳] تمدن اسلام -

نسبت بھی وہی النسب خیال کرتا ہون جو آپ ولید کے حق مین بہتر سمجھتے ہین۔ عبد الملک نے یہ جواب پاکر ایک دوسرا خط عتاب آمیز لکھا اور اُس مین مصر کے خراج کا سالانہ حساب کتاب سمجھانے کی دہمکی دی۔ عبد العزیز نے اس فرمان قہر آلود کا ایسے ملائم الفاظ مین جواب دیکر خلیفہ کو موم کر لیا کہ جو انکی عاقلانہ پالسی پر دال ہے۔ اُنہون نے لکھا کہ امیر المومنین ہم اور آپ ایسے سن رسیدہ ہو گئے ہین کہ ہمارے خاندان مین اب کوئی شخص اس سن و سال کا باقی نہین ہے۔ نہین معلوم کون پہلے مرے اور کون پیچھے۔ لہذا مناسب ہے کہ اس آخری عمر مین بگاڑ نہ پیدا کرین۔ جب فسطاط مین طاعون پھیلا تو وہان سے نکلکر آپ نے حلوان مین اقامت اختیار کی اور ابن خدیج اپنے سکریٹری کو اسکی ہدایت کی کہ رعایا کے حالات سے روزمرہ اطلاع دیا کرے۔ اتفاقًا ایک روز جب قاصد آیا تو اُسکا نام آپ نے دریافت کیا پہلے اُس نے ابو طالب بتلایا مگر آپ اُس سے برہم ہو کر پھر نام دریافت کرنے لگے اس مرتبہ اُس نے اپنا نام مدرک بتلایا۔ صاحب تاریخ الخلفا لکھتے ہین اس نام کو سنا اپنے حق مین فال بد خیال کیا اور بیمار پڑ گئے۔ لیکن یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ نام کا تبادلہ علالت کا سبب ہوا ہو۔ پس ضرور ہے کہ یا تو آپ کو فسطاط کے موت کی گرم بازاری کی منحوس خبرون نے متوحش کر دیا ہو یا انتقال مکان

لہ ابن خلدون۔

کے وقت طاعون کی زہر جسم مین پہلے سے سرایت کر چکا ہوا ور یہان آکر اُس کا ظہور ہوا ہو۔ بہرحال اُسی وقت علیل ہوے اور چند روز بعد بستر مرگ پر سو رہے کہتے ہین دوران علالت مین نصیب شاعر حاضر ہوا اور اُس نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھ کر سنائے جسکے صلہ مین ایکہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ وہ اشعار یہ ہین۔

نزور سیدنا وسید غیرنا　　لیت التشکی کان بالعوادی

ہم اپنے اور سبکے سردار کی زیارت کرتے ہین　　کاش یہ ہمارے دشمنون کو ہوتی

لوکان یقبل فدیۃ لفدیتہ　　بالمصطفیٰ من طارفی وتلادی

اگر یہ موت فدیہ قبول کرتی تو اُسکے بدلے　　اپنا عمدہ نیا پرانا مال سب مین دیدیتا

سنہ ۸۵ھ خواہ سنہ ۸۶ھ مین یہ موت واقع ہوئی اور حلوان سے نعش براہ دریا لاکر فسطاط مین مدفون ہوئی ایک شاعر نے آپکی وفات کے بعد یہ اشعار آپکے محل پر لکھے

این رب القصر الذی شید القصر　　واین العبید والاجناد

محل کا مالک جس نے محل کو آراستہ کیا کہان ہے　　اور غلام و لشکر کہان ہین

این تلک الجموع والامر والنہی　　واعوانہم واین السواد

اور وہ حکومت کہان ہے　　اور مددگار اور جانشین کہان ہین

ایک اور دوسرے شاعر نے آپکا اور آپکے بیٹے کا مرثیہ اسطرح لکھا ہے

الیک یا عبد العزیز رحلتہ　　وبعد ابی زبان یستعتب الدہر

اے عبدالعزیز کیا بعد تیرے اسکی حاجت ہے | اور اُس زمانہ کے بعد زمانہ ملامت کیا جائیگا

فلا صلحت مصر لحی سواکما | ولا تسقیت النیل بعدکما مصر

مصر تم دونون کی سوا کیسکے زندہ کرنیکی صلاحیت نہیں رکھے | اور تم دونون کے بعد نیل مصر کو سیراب نکرے

مروان آپکے دادا کے مدبر ولپوٹیشن ہونے مین کچھ کلام ہی نہین۔ زمانہ نبوی کی ملح جو طبیعتون اور امن پسند عادتون کے لحاظ سے آپ کی پولیٹیکل چالین اور آپ کی حکمت عملیان ضرور قابل ملامت ونفرت تھین لیکن کاش اگر وہ یہ زمانہ موجودہ پاتے تو اپنے وقت کے بسمارک وگلیڈاسٹون شمار ہوتے۔ آنحضرت نے انہین حکمت عملیون سے اونکی واقف ہوکر خارج البلد کردیا تھا حتے کہ وہ ایک مدت دراز تک سرزمین طائف کی ٹھوکرین کھاتے رہے۔ لیکن وقت وفات آنحضرت کے جب حضرت عثمان نے اُن کے مدینے آنے جانیکی اجازت آپسے حاصل کرلی تو پھر بدستور اُنکی آمدرفت قایم ہوگئی[۱]۔ حضرت عثمان جب سریر خلافت پر متمکن ہوے تو اُس زمانہ مین اُنکا رسوخ واقتدار اس درجہ بڑھا کہ دست راست کے وزیر شمار ہونے لگے اور سارے حکم احکام خلافت اُن کی مہرون سے محلی ومزین ہونے لگے حتی کہ عوام کے خیال مین یہ باتین خلیفہ وقت کیجانب سے سمجھی جانے لگین اور چارونطرف سے گورنرون کی معزولی اور برطرفی کی صدائین بلند ہونے لگین۔ بہت زمانہ نہ گذرنے پایا تھا کہ اسکا نتیجہ بدیہ نکلا کہ حضرت

---

[۱] واقدی

عثمان کو جام شہادت پینا نصیب ہوا اور مروان الگ ہو گئے - امیر معاویہ جو
خاندان بنی امیہ کے پیشرو و سالار قافلہ تھے جب انکو خدا خدا کرکے پورا تسلط
اسلامی ممالک پر حاصل ہو گیا تو اُن کو مدینہ کی گورنری عنایت ہوئی - اور یزید کے
زمانہ تک وہ اسی عہدہ پر سرفراز رہے - یزید کے مرنے پر جب بنو امیہ کی سلطنت
کا سنبھالنے والا بجز ایک نابالغ بچہ خالد یزید کے بیٹے کے کوئی نہ رہا تو آپ مدینہ
سے شام پہونچکر اپنی مدبرانہ پالیسی سے سلطنت کے مالک بن بیٹھے جو اُنکی آرزوے
دیرینہ کا نصب العین تھا - ہمکو اس موقع پر اس سے بحث کرنا منظور نہین ہے
کہ اُنکا یہ فعل سیاسی حلقہ مین قابل نفرین ہے یا قابل ستایش بہرحال جوکچھ اُنہون
نے کیا اُس زمانہ مین جبکہ چارونطرف دعویداران سلطنت ھَلْ مِنْ مُبارز
وھل من مستحق کہتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے بہت اچھا کیا - اور تمام اسلام
کے بکھرے ہوئے اوراق کو ایک شیرازہ مین باندھنے کی جو آپ نے
آزادانہ وعاقلانہ پالسی دکھلائی وہ اُنکے حسن لیاقت وتدبیر کا ثبوت ہے -

عصبیت کے بل پر یہ سلطنت پر قابض تو ضرور ہو گئے لیکن اس مین
کلام نہین ہے کہ قبولیت عامہ کا جامہ اُنکی سلطنت کو نصیب نہ ہوا عبداللہ ابن
زبیر اور تمام اہلبیت اطہار اور اکثر جلیل القدر صحابی طرفداران اہلبیت کھلے
اور چھپے اس حق کو حق بجانب نہین خیال کرتے تھے بلکہ سرے سے بنی امیہ
کے خاندان کو وہ لوگ اسکا اہل ہی نہین سمجھتے تھے چہ جائے کہ مروان کو - جنکو

وہ حق سے دور درجہ سے گھٹا ہوا اور فتنہ و فساد کی مجسم تصویر ہمیشہ سے خیال کرتے چلے آتے تھے۔ مروان نے تخت سلطنت پر قابو پاکر خاندان بنو امیہ کے اصلی حقدار کو زیر کرنے یا ہمراے وہم خیال بنانے کی یہ تدبیر نکالی کہ یزید کی بی بی سے نکاح کر لیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو امیہ کا خاندان کُل کا کُل اُن کا ہم آہنگ ہوگیا۔ کیونکہ بجز خالد کے کوئی دوسرا امیر معاویہ کے خاندان مین مروان کا مدمقابل باقی نہ رہا تھا۔

علمی سلسلہ مین آپکا اور آپکے بیٹے عبد الملک کا جو پایہ تھا اُسکے نسبت علامہ ابن خلدون نے جو تحریر کیا ہے ہم اُس کو بلفظہ یہان نقل کرتے ہین "مروان اور اُسکا بیٹا عبد الملک اگرچہ صاحب مُلک تھے لیکن اُنکی سلطنت باطل پرستی و ناحق کوشی سے بالکل بری تھی اور تا بہ امکان اُنکا روے کوشش مقاصد حقہ ہی کیطرف تھا البتہ بخیال تفرقہ جماعت بعض جزیات مین وہ جا بیجا بھی گذرتے تھے اس لیئے کہ اجتماع و اتحاد اُنکے نزدیک بمقتضاے عصبیت سلطنت تمام مقاصد پر مقدم تھا۔ چنانچہ اُنکی سلامت روی اتباع سنت و اقتدائے دین اخبار ماضیہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ امام مالک نے موطا جیسی بلند پایہ کتاب مین عبد الملک کے عمل سے استدلال کیا ہے اور مروان تو تابعین کے حلقہ اولی مین شمار کئے جاتے تھے جنکی عدالت معروف و مشہور ہے عبد الملک کے بعد سلطنت اُنکی اولاد کے ہاتھ آئی اور وہ اپنے ابا مروان و عبد الملک

کیطرح دین کے پابند رہے اور عمر بن عبدالعزیز کا بیچ مین قدم آجانے سے امویہ سلطنت گذشتہ خلافتہاے اربعہ کا نمونہ بنگئی؛

بی بی آپ کی فاطمہ بنت عبدالملک تھین جنکی سادگی۔ اطاعت زوج وکفایت شعاری ضرب المثل تھی۔ آپکے ساتھ آپکا نکاح ۸۷ھ میں ہوا۔ آپکے والد عبدالعزیز کے انتقال پر آپکے چچا عبدالملک نے حلوان سے طلب کرکے اپنے پاس دمشق مین رہنے رکھا بعدازان نکاح کردیا۔ ایک شاعر نے آپ کی شان مین کہا ہے۔

بنت الخلیفۃ والخلیفۃ جدہا   اخت الخلائف والخلیفۃ زوجہا

خلیفہ کی بیٹی اور خلیفہ اُنکا دادا   خلیفہ کی بہن اور شوہر اُسکا خلیفہ

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہین کہ میرے زمانہ تک کوئی عورت اس پایہ کی نہین ہوئی" ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جب فاطمہ کا بھائی یزید ثانی سریر خلافت پر متمکن ہوا تو اُس نے بیت المال سے اپنی بہن کا کل مال و اسباب نکلوا کر (جسکو عمر بن عبدالعزیز اُنکے شوہر نے بیت المال مین جمع کرادیا تھا) واپس کرنا چاہا تو آپنے یہ کہہ کر اُسکے لینے سے انکار کیا کہ جیسی مین اپنے شوہر کی اطاعت حالت حیات مین کرتی تھی ویسی ہی مرنے کے بعد بھی کرونگی اور یہہ مال نہ لونگی۔

[1] سیرۃ العمر۔ [2] اعلام [3] ابن خلدون۔

آپکو اشج بنی امیہ بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ زمانہ طفولیت مین گھوڑے نے ماتھے پر لات ماردی تھی جس سے پیشانی پر زخم آگیا تھا جسکا نشان مدت العمر باقی رہا - روایت ہے کہ جب گھوڑے نے لات ماری تو گھر گئے - اُنکی مان ام عاصم خون دہونے لگین اسی اثنا مین عبد العزیز بھی وہان آگئے - ام عاصم خفا ہوکر اپنے شوہر سے کہنے لگین کہ ایک خادم لڑکے کے ساتھ نہین مقرر کیا جاتا کہ ایسے آفات سے اسکو بچاوے اُنہون نے کہا چپ رہو از رہے سعادت اس لڑکے کی کہ یہ جو اشج بنی امیہ کہلاوے - اشج کے ساتھ آپ اصلح (بہ بہ الامر) بھی تھے میراث آپکو ددھیال اور ننہیال دونون جانب سے ملا تھا کیونکہ آپکے دادا مروان اور آپکے نانا عمر بن الخطاب اشج تھے۔

تربیت اور تادیب کے واسطے آپ کے باپ کیطرف سے صالح بن کیسان مقرر تھے - جو آپ کی چال چلن خواب و خورش لباس و پوشاک کی پوری نگہداشت کرتے تھے - جس زمانہ مین آپ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مدینہ مین تحصیل علم کر رہے تھے ایک مرتبہ اپنے مکان سے حلقہ درس مین دیر کرکے آئے وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مشاطہ نے بال درست کرنے مین دیر کردی - اس کی اطلاع فوراً اُن کے محافظ نے ایوان گورنری مین دی اور بحکم اُنکے والد ماجد کے بال تراش دیئے گئے۔

سلہ تاریخ الخلفاء عربی سلہ سیرۃ العمر ص سلہ سیرۃ العمر ۱۱

تعلیم و استفادہ

اس وقت تک اگرچہ تصنیف و تالیف کا آغاز نہیں ہوا تھا نہ مدرسہ کی صورت مین تعلیم و تعلم کا کوئی باقاعدہ اصول قرار پایا تھا، نہ کوئی نصاب تعلیم ہی مقرر ہوا تھا اور نہ تحریر نے علے العموم رواج پکڑا تھا لیکن تاہم حجرون اور مسجد کے صحنون مین جو علمی فیاضیان اُس زمانہ کے علما دکھا رہے تھے اُس کی وقعت آج کل کے طلبا سے کہین برتر و افضل تھی - یہ ضرور سچ ہے کہ اُس وقت کی تعلیم کا دار مدار بالکل حافظہ پر تھا اور لوح دل پر اُنکے نقوش ثبت کئے جاتے تھے لیکن عرب جنکو خداوند کریم نے یہ نعمت غیر مترقبہ ودیعت و عنایت فرمائی تھی وہ ایسی غیر معمولی و مافوق الفطرت تھی کہ جو مسلمانون کے مذہبی علوم کی عزت رکھنے مین آپ ہی اپنا نظیر نکلی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اس زمانہ کے دار العلوم اور یونیورسٹی بنے ہوئے تھے بلا لحاظ ملت و مذہب تعصب و عقیدہ و خصومت ذاتی شیعہ سنی سے اور سنی معتزلی سے اور معتزلی خارجی سے روایت کی سندین حاصل کر رہے تھے اور دوش بدوش ایک حلقہ مین بیٹھکر استفادہ حاصل کر رہے تھے - اگر ایک طرف خاندان نبوت کے ایمہ کے علمی خزانہ سے ہزارون طلبا مالا مال ہو رہے تھے تو دوسری طرف عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن مسعود کا بحر علم ایسا جوش زن تھا کہ لاکھون تشنگان علم سیراب ہو رہے تھے - چنانچہ یہی

دورِ اول

وجہ تھی کہ عمر کو اُنکے باپ عبدالعزیز نے تحصیل علم کی غرض سے مدینہ بھیجا اور عبیداللہ
بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود مشہور تابعی کے حلقہ درس مین آپ کو زانوے
شاگردی تہ کرنیکا موقع نصیب ہوا جو امام زہری کے اُستاد اور مشہور فقیہ
مدنی تھے۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن شریف کو حفظ کیا جسکا سیکھنا مذہبی
حیثیت سے مقدم تھا۔ بعد ازان عبداللہ بن جعفر صحابی اور حضرت انس سے
علم حدیث حاصل کیا اور نیز عبدالعزیز سے بھی برخوردار ہوئے۔ ابوبکر بن عبدالرحمن
سعید ابن مسیب۔ ابن قارظ۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام۔ ابی بکر بن عبدالرحمن
عامر بن سعید۔ عروہ بن زبیر۔ ربیع بن نمرہ سے اُسوقت کے علوم مروجہ حدیث
وفقہ مین کامل دستگاہ حاصل کی۔ جب فارغ التحصیل ہو چکے تو آپکا دامن علمی لعل
وجواہر سے مالا مال تھا اُسی وقت سے آپ علمی دنیا مین عام طور سے قدر کی نگاہون سے دیکھے
جانے لگے۔ میمون بن مہران کہتے ہین کہ اس زمانہ کے علما کو آپ کے ساتھ
ایسی نسبت تھی جیسے تلامذہ کو اساتذہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ جب آپ نے مدینہ
چھوڑا تو آپ سے زیادہ اہل علم اس طبقہ مین کوئی نہ تھا اسکا اندازہ اس سے بڑھکر
اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام زہری جو امام مالک کے استاد تھے اور ابوبکر بن
حزم جو کبار محدثین کے طبقہ اولی مین شمار ہے اور ایوب۔ ابراہیم۔ رجاء بن حیاۃ۔ ابو سلمہ
بن عبدالرحمن۔ حمید۔ مسلمہ بن عبدالملک۔ محمد بن منکدر۔ یحیی بن سعید انصاری مشہور

لہ تذکرۃ الحفاظ و تاریخ الخلفا سلہ تذکرۃ الحفاظ و تاریخ الخلفا عربی۔

مشہور علما آپ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اُن علما میں بعضوں کو علمی دنیا میں شہرت ہونے کے علاوہ ملکی طاقت میں بھی کافی حصہ ملا ہے۔ رجاء بن حیاۃ تو سلاطین بنی امیہ کے دربار کے صدر نشین تھے۔ اعلام میں لکھا ہے ھو جلیس عمر بن عبد العزیز۔ یہی وہ بزرگ تھے کہ جب سلیمان نے ولیعہدی کا لفافہ سر بمہر کر کے خاندان بنی امیہ سے بیعت لینے کا حکم دیا تو اس جرأت سے معرکہ میں آئے اور بعد وفات خلیفہ سلیمان کے بعض اشخاص سے انہوں نے ظاہر ہونے پر جب کچھ اعتراض ظاہر کیا تو یہ کس زور سے پکار اوٹھے تھے کہ اگر کسی نے ذرہ بھی چون و چرا کیا تو تلوار سے اُسکا فیصلہ کر دیا جاویگا۔ ابوبکر بن حزم کی وہ ذات مقدس ہے جن سے مدینہ کی عہدہ قضا کی کرسی اور مسند تک زینت نصیب رہی۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں عمر بن عبد العزیز کی شان میں لکھتے ہیں کان اماماً فقیھاً مجتھداً عارفاً بالسنن کبیر الشان ثبتاً حجۃ حافظاً قانتاً للہ" واہا فعیا یافعی مرآۃ الجنان میں فرماتے ہیں۔ "السید الفاضل الامام العادل امیر المومنین خامس الخلفاء الراشدین ابو حفص عمر بن عبد العزیز" امام احمد بن حنبل کا قول ہے لیس احد من التابعین قولہ حجۃ الا عمر بن عبد العزیز کان رضی اللہ عنہ عفیفاً زاھداً ناسکاً عابداً مومناً تقیاً صادقاً" علمی اشاعت کا گو کہ آپکو کبھی موقع نصیب نہیں ہوا لیکن پھر بھی آپکے بعض اساتذہ کو آپ کے خرمن علمی کی خوشہ چینی کرنی پڑی از انجملہ

امام احمد کا قول

آپ پر بعض اساتذہ کا اعتراض

لہ اعلام ۱۲

ابوبکر بن حزم اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن تھے۔

شباب کا زمانہ اور ٹھاٹھ

نکاح کے بعد آپکا شباب کا زمانہ نہایت کرّوفر وجاہ وجلال کے ساتھ گذرا ہے۔ مزاج مین شاہانہ ٹھاٹھ اور کرّوفر غایت درجہ تھا۔ قیمتی پوشاک تخمیناً ایک ہزار درہم کی ہمیشہ زیب بدن رکھتے تھے۔ خدام وسواری حسب مراتب وشان کافی موجود رہا کرتی تھی۔ اور زرنگار مسندین اور پرتکلف مسہریان کمرون کی زیب وزینت کی قیمتی فرنیچر تھے۔

خلیفہ ولید کا دور حکومت اور آپکی قدر ومنزلت

مدینہ منورہ کی گورنری

خلیفہ ولید اپنے چچا زاد بھائی کے زمانہ مین آپ سلطنت کے رکن اعظم خیال کئے جاتے تھے اور اکثر مہتم بالشان ملکی مرحلے آپ ہی کے زور لیاقت اور حسن تدبیر سے انجام پایا کرتے تھے۔ طاقت کیجانب سے سب سے پہلے جو کام آپکے سپرد کیا گیا وہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی گورنری تھی۔ یہ انتخاب اُس زمانہ مین جبکہ شرفائے مکہ ومدینہ آئے دن کے مظالم برداشت کرتے کرتے سخت آزردہ پریشان وبے بس ہو چکے تھے اور اُنکی شرافت کی قدر وقیمت قریب قریب بالکل گھٹ چکی تھی نہایت موزون ومناسب ثابت ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے جو علما وصلحا کی قدر ومنزلت کی شیفتہ ودلدادہ تھے اور شرفا کی ذلتون کو مدتون سے گہری نگاہون سے محسوس کر چکے تھے وہان قدم رنجہ فرماتے ہی اس طرح

اُس شہر فاگردی اور مظالم کی تلافی کی کہ چیدہ چیدہ و نامی گرامی مشاہیر فقہا کی ایک کونسل منعقد کی جنکی مشورت سے کل انتظام ملکی اور مالی اور فوجداری کا انجام پانا قرار پایا۔

انعقاد ارباب شوریٰ

یہ ارباب شوریٰ جنکو جوہر شناسی کی دقیق نظر سے گورنر نے منتخب کیا تھا کوئی معمولی اصحاب نہ تھے بلکہ فلک اسلام کے درخشان ثوابت و سیارے تھے جنمین عروہ بن زبیر۔ ابوبکر بن سلیمان ابن خثیمہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ابوبکر بن عبد الرحمن۔ سلیمان بن یسار۔ قاسم بن محمد۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن عبید اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن عامر۔ خارجہ بن زید بن[1]۔

تعمیر و توسیع مسجد نبوی

سنہ ۸۹ھ مین ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر آپ کے ہاتھون عمل مین آئی۔ امہات المومنین اور نیز ان مالکان مکان سے کہ جنکے مکانات و زمینین قریب مسجد نبوی کے تھین آپ نے بحکم خلیفہ خرید کرکے مسجد مین شامل کرایا۔ ابن خلدون کا بیان ہے اُس تعمیر مین کام کرنیوالے بہت سے معمار علاوہ شام کے کاریگرون کے قیصر قسطنطنیہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ اور وہین کے کئی سو بھیجے ہوئے اونٹ قیمتی اور نایاب پتھر و نگے تھے جو قسیفسا کہے جاتے تھے[1] اسیکے ساتھ مدینہ کی سڑکین فراخ و کشادہ کیگئین اور مناسب موقعونپر جدید سڑکین بنائی گئین۔ جا بجا کنوئین بھی کھودے گئے

[1] حاشیہ ترجمہ ابن خلدون و ابن اثیر ۱۲

انتزاعِ حکومت – دوسری گورنری میں اضافۂ صوبہ

اور فوارہ یعنے نل کے ذریعہ سے پانی آنے جانیکا انتظام کیا گیا جسکا پانی مسجد نبوی مین خرچ ہوتا تھا - اور اُسکی نگرانی وحفاظت کے لئے پیادے مقرر کیے گئے - مسافرون کے واسطے جدید مسافرخانے بھی تعمیر ہوئے[1] - بعض روایتون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ روم نے ایک لاکھ چالیس ہزار مثقال سونا اور چالیس شتر بار برداری کے لئے اور قنادیل معہ زنجیر طلائی مسجد کے واسطے بھیجا تھا[2] - علاوہ اسکے اس تعمیر مین عمر بن عبد العزیز نے جو جدت طبع دکھائی وہ محراب کی ایجاد تھی - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ محراب کا پہلا بانی یہی خلیفہ ہوا ہے - اسی ۹۳ھ مین خالد حکومت حجاز سے علٰحدہ کر دیا گیا اور حجاز بھی عمر بن عبد العزیز کی گورنری مین شامل ہوا[3] اسی ۹۳ھ مین جبکہ حجاج کے مظالم سے عراق مین خون کی ندیان بہہ رہی تھین اور مخلوق خدا پریشان ہو کر کسی غریب پرور رحمدل شخص کے سایہ امن مین پناہ لینے کے واسطے بیچین ہو رہی تھی یکایک سب کی نظر عمر بن عبد العزیز کی رعایا پروری اور غربا نوازی پر پڑی اور لوگ جوق جوق مدینہ کو مذہبی حیثیت سے اور نیز گورنر کے رحمدلی کے لحاظ سے

---

[1] کامل ابن اثیر [2] مصنف سیرۃ العمر اور دیگر مورخین نے اگرچہ ان سامانونکے بارہ مین لکھا ہے کہ قیصر نے مسجد نبوی کی آرایش و زیبایش کے لئے بھیجا تھا لیکن دراصل خواہ یہ سب سامان مسجد نبوی ہی کیلئے قسطنطنیہ سے آئے ہون لیکن یہ سب اس مسجد کے کام نہین آئے - بلکہ دمشق کی مسجد کے کام آگئے جسکی وہ روایت دکہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے کلی سونے کی زنجیر طلائی دمشق کی مسجد سے نکلوا کر بیت المال مین داخل کر دیا مؤید ہے [3] ابن خلدون

حجاز سے معزولی

امنگاہ سمجھکر آنے لگے منجملہ اُنکے ایک سعید بن جبیر تھے - عمر بن عبدالعزیز نے جب حجاج کے مظالم کی حد و پایان نہ دیکھا تو آپ نے بقول ابن خلدون اُسکے ظلم وجور کی شکایت ولید کو لکھی - حجاج کو اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے بھی ایک عرضداشت بھیجی جسمین لکھا ہوا تھا - کہ اکثر فتنہ پرداز شوریدہ پشت منافق عراق سے جلاوطن ہوکر مدینہ منورہ و مکہ معظمہ مین جاکر مقیم ہوئے ہین اور عمر بن عبدالعزیز اُنکی گرفتاری سے مانع ہین اور اس امر سے حکومت و سلطنت مین ایک قسم کا ضعف پیدا ہوگا" ولید نے حسب رائے حجاج شعبان ۹۳ھ مین عمر بن عبدالعزیز کو حکومت حجاز سے معزول کرکے خالد بن عبداللہ قسری کو مکہ معظمہ پر اور عثمان بن حیان کو مدینہ منورہ پر مامور کیا[۱]

شرفاے مکہ کو اگرچہ اس عزل و نصب سے پورا صدمہ پہونچا لیکن آپکے مبارک چہرہ سے اسکا مطلقاً کچھ اثر نہین ظاہر ہوتا تھا چنانچہ مدینہ سے کوچ کرتے وقت آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرماے - "اپنی معزولی کا تو چندان خیال نہین مگر مدینہ سے جدا ہوتا ہون اسکا البتہ رنج و افسوس ہے کہین ایسا نہو کہ مین اُن لوگون مین شمار کیا جاؤن جنکو مدینہ منورہ جگہہ نہین دیتا اور منافق و بدطینت کو باہر نکال پھینکتا ہے[۲]"

ناظرین اس واقعہ سے اندازہ کرسکتے ہین کہ گو عمر بن عبدالعزیز ایک

---

[۱] ابن خلدون [۲] ابن اثیر ۱۲

انسان تھے اور انسانی دل و دماغ اُن مین بھی موجود تھا مگر سلطنت وحکومت کے ترک کا رنج جیسا کہ ہر انسان کا فطری خاصہ ہوتا ہے لازم تھا کہ اُنکو بھی ہوتا مگر اُن کو کچھ بھی نہوا بلکہ اونکی ایثار نفسی وصفات قدسی ہا سپر غالب آ گئی جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ شاہد ہین اور آپ نہایت شوق سے مدینہ کو خیرباد کہکر دمشق واپس آ گئے۔

عوام کو عمر بن عبد العزیز کی اس بیوقت کی معزولی سے یہ شبہہ ضرور ہوسکتا ہے کہ بمقابلہ حجاج کے اونکی قدر ومنزلت سلطنت مین باوجود قریبی رشتہ دار ہونے کے کم تھی۔ یہ بات خواہ کسی قدر راستی ہی کا پہلو لئے کیون نہ ہو تاہم سلطنت کو جو دقتین حائل تھین وہ یہ تھین کہ مدینہ منورہ ومکہ معظمہ اُسوقت اسلامی قوت کے اصلی مرکز تھے اور بنی امیہ کے زمانہ سلطنت مین جسقدر بغاوتین برپا ہوئین یا جنلوگون نے بنی امیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا وہ زیادہ تر اسی مرکز کے آڑے ترچھے خطوط تھے۔ کوئی یہ نہین کہہ سکتا عراق کے منفر وین مین سب کے سب ایک ہی دل ودماغ اور ایک ہی خیال کے آدمی رہے ہون اور یا سب کے سب صلحا ونیک طینت ہی رہے ہون بلکہ خود اہل مدینہ ومکہ کے نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ سب کے سب سلطنت کے خیرخواہ ورفیق یا بدخواہ وبد اندیش ہی رہے ہون۔ چنانچہ اس لحاظ سے ایسی امن گاہ مین ایسے مجموعہ خیالات کا یکجا ہونا کہ جنکے دل ودماغ مین

بغاوت و رفاقت دونون او بچ لے رہے ہون اور اُن کو تبادلہ خیالات کا موقع دینا دراصل سانپ کو آستین مین پالنا تھا - پس اسی بنیاد پر ولید نے عمر بن عبد العزیز کی معزولی کا حکم صادر کیا اور مصلحت ملکی پر قرابت قریبہ کو تصدق کر دیا جو چندان قابل اعتراض نہین ہے - لیکن یہان پر لاینحل و معرکۃ الآرا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ اس خونریز پالسی کے اختیار کرنے والونکو کہ جسکے بدولت سیکڑون گنہگارون اور لاکھون بیگناہون کا خون پانی کی طرح بہایا گیا اور ہزارون گھر بے خانمان اور سیکڑون بچے یتیم اور لاکھون بیبیان رانڈ بنائی گیئن اور معاویہ سے لیکر بنی مروان کے آخری تاجدار تک نے باستثناے عمر بن عبد العزیز کے جو یہ وتیرہ درویہ اختیار کیا تو انکو سلطنت کی تقویت اور تخت کے استحکام مین کونسا معتدبہ فائدہ اور کامیاب نتیجہ حاصل ہوا - خارجیون کی وہی کینہ کیشی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی بدستور قایم رہی - خاندان نبوت کے افراد کے دلون مین جو مقاومت و مخالفت کا جوش بھرا ہوا تھا وہ برابر لہرین مارتا رہا - خاندان بنی عباس کی مخفی عداوتین اور اُنکا معاندانہ طرز عمل اندر ہی اندر ایوان سلطنت کو کھوکھلا کرنے مین سرگرمی دکھاتا رہا اور آخر کار وہ موقع کے منتظر ایک روز کمینگاہ سے آبدار تلوارین اور خارا شگاف نیزے اس آن بان اور جوش خروش سے میدان مین لیکر آئے کہ پھر اُنکے مقابلہ مین کوئی مرد میدان نظر نہ آیا اور چشم زدن مین انلوگون نے بنی امیہ

عمر بن عبد العزیز اور اُسکے بعد والے بادشاہون کی پالیسی کا خاتمہ

سے تخت وتاج کو تاراج کرڈالا اور ایسی بازی جیتی کہ چشم فلک کو بھی حیرت ہوگئی پس بہ این کشت وخون اور بہ این جباری وقہاری جب سلطنت کو استقرار نہ حاصل ہوا اور چارو نطرف سلطنت کے بدخواہ پیدا ہی ہوتے گئے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ولید یا اُسکے آبا واجداد کی یہ خونریز پالیسی وخونخوار حکمت عملی قابل وقعت تھی - برخلاف اسکے عمر بن عبد العزیز نے جس اصول وبنیاد پر سلطنت کی عمارت کھڑی کرنیکا ارادہ کیا تھا وہ بالو کی دیوار نہ تھی بلکہ اخوت وشریعت حقہ کی ایک آواز بازگشت تھی جسکے داغ بیل شارع نے مدت سے ڈال رکھی تھی اور جسپر عمر بن عبد العزیز نے اپنی مختصر سی چندسالہ حکومت مین عمل کر کے کُل کے کُل دشمن ودوست موافق ومخالف مسلم وغیر مسلم سب کو ایک گھاٹ پانی پلادیا

ہم بلا مبالغہ نہایت جرأت اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ اگر عمر بن عبد العزیز سرزمین مکہ مین چند روز اور مقیم رہ جاتے بشرطیکہ وہ اپنی اسی صلح کُل پالیسی یا بلفظ دیگر قومی اتفاق پر قایم رہتے تو عرب کیا بلکہ سرزمین عراق وایران وخراسان پورے طور سے مامن وماوے بنجاتے - کونسل کا انعقاد - رعایا کی دلجوئی - علما کی قدر ومنزلت اور اُنکی جوہر شناسی - مخالفین سے نرمی وآشتی کا برتاو - عدل وانصاف کی ترقی - اور ظلم کی بیخکنی وغیرہ وغیرہ ایسی باتین ہین جو ایوان سلطنت کے ارکان اور طاقت کے استحکام کی شاہراہین اور امن کی غیر متزلزل بنیادین ہین - پس حجاج کی راے پر ایسے پُرشوکت شہنشاہ

کا عمل بیرا ہونا خواہ سیاسی حلقہ مین قابل ملامت نہو مگر قومی اتفاق و اخوت اسلامی کے حق مین یہ سم قاتل تھا اور بلفظ دیگر حجاج کے مظالم کی آگ پر مٹی کا تیل ڈالنا تھا۔ اور جدید تحریک پیدا کرنا تھا۔

عمر کا ایوان گورنری کو چھوڑنا تھا کہ مدینہ مین دار و گیر کی صدائین بلند ہوئے لگین جتنے عراق کے مفرورین تھے وہ چن چن کر گرفتار کئے گئے اور امن دینے والون کو سزا کی دھمکی دیگئی اون قیدیون مین سے جو پابزنجیر حجاج کے پاس عراق بھیجے گئے چند منتخب اشخاص خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔

علامہ سعید بن جبیر تابعی فقیہ، محدث، مفسر جنکو عبداللہ بن عباسؓ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا اور جامعیت کے لحاظ سے عالم العلما کہے جانیکے مستحق تھے انہین قیدیون مین تھے۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ سعید بن جبیر شہید تو ہو گئے لیکن روے زمین کے تمامی اشخاص انکے علم کے محتاج ہین۔ ابتدا گیہ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے کاتب تھے پھر ابو بردہ بن ابی موسےٰ کے پاس اسی خدمت پر متقرر رہے[2]۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال تذکرہ عطا بن دینار مین لکھا ہے

---

[1] مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عباس کے ممتاز شاگردون مین مجاہد، عکرمہ، عطا بن رباح اور سعید بن جبیر تھے۔ عجب نہین اسی ہم مکتبی اور عبداللہ بن عباس کے گرمی صحبت کیوجہ سے مجاہد اور سعید بن جبیر بنی امیہ کی مخالفت مین ہمخیال رہے ہون۔ کیونکہ حضرت ابن عباس بسبب قرابت قریب کے ابتدا ہی سے حضرت علی کے دست باز و تھے اور تمام اسلامی خانہ جنگیو نمین دوش بدوش وہ حضرت علی کے رہے۔ [2] سیرۃ العمرین

کہ فن تفسیر مین سب سے پہلے جس شخص نے قلم اوٹھایا۔ وہ سعید ابن جبیر تھے
عبد الملک بن مروان نے ان سے تفسیر لکھنے کی درخواست کی چنانچہ اسکی
فرمایش کے مطابق تفسیر لکھکر دربار خلافت مین بھیجی اور وہ نسخہ دفتر شاہی مین داخل
کیا گیا عطا بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ درحقیقت یہی تفسیر ہے[1]
جب یہ حجاج کے روبرو پابزنجیر حاضر کئے گئے تو سعید ابن جبیر اور حجاج کے
درمیان جو مکالمہ ہوا چونکہ وہ استقلال اور ثبات قدمی اور موت سے بےہراسی
اور اطمینان قلبی کی ایک زندہ مثال ہے اسلئے ہم تاریخ ابن خلدون سے اجمالاً
اس واقعہ کو بلفظہ نقل کرکے ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

"زمانہ حکومت عمر بن عبد العزیز مین اکثر اہل عراق حجاج کے جور و ظلم سے
تنگ آکر مکہ معظمہ مین چلے آئے تھے اور وہ یہان پہونچکر اسکے شر سے بچ
جاتے تھے ازانجملہ سعید ابن جبیر بھی تھے۔ آپکو حجاج نے اُس فوج کے وظائف
و رسد دینے پر مامور کیا تھا جسکو بسرافسری عبد الرحمن بن اشعث جنگ رتبیل
پر بھیجا تھا۔ پس جب عبد الرحمن نے خلاف حجاج کے خروج کیا تو یہ بھی اُسکے
ہم آہنگ تھے اور پھر جب عبد الرحمن ہزیمت اوٹھاکر رتبیل کے ملک مین بھاگ
گیا تو سعید اصفہان چلے آئے۔ حجاج نے گورنر اصفہان کو انکی گرفتاری کا
حکم بھیجا۔ گورنر نے درپردہ سعید کو حجاج کے حکم سے آگاہ کردیا۔ سعید اصفہان

[1] الندوہ مطبوعہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سے آذربائیجان چلے آئے ایک مدت تک ٹھہرے رہے پھر یہان سے گھبرا کر مکہ چلے آئے۔ مکہ معظمہ مین آپکے جیسے بہت سے آدمی حجاج کے خوف سے بھاگ آئے تھے جنکا نام و نشان حجاج کے آدمیون کو کوئی نہین بتلاتا تھا خالد وارد مکہ ہوا تو ولید کا یہ حکم صادر ہوا کہ عراق کے فراریون کو گرفتار کرکے بھیجدو۔ اس نے سعید ابن جبیر، مجاہد اور طلق بن حبیب کو گرفتار کرکے حجاج کے پاس روانہ کیا۔ طلق تو اثنائے راہ مین فوت ہوگئے باقی رہے سعید و مجاہد وہ کوفہ پہونچے اور حجاج کے روبرو پیش کئے گئے۔ حجاج نے سعید کو دیکھکر خالد کو اُنکے بھیجنے پر گالیان دین اور سخت و سست کہکے بولا مین جانتا تھا کہ سعید مکہ مین ہے اور فلان مکان مین رہتے۔ پھر سعید سے مخاطب ہوکر کہا "کیا مین نے تجھے اپنے کام مین شریک نہین کیا تھا (یعنی امور ملکی مین مین نے تجھے رازدار نہین بنایا تھا) اور کیا مین نے تجھے حرکت نہین دی تھی"۔ سعید نے ان باتون کو تسلیم کیا پھر بولا۔ پھر کس چیز نے تجھے میری مخالفت پر اُبھارا" سعید نے جواب دیا۔ مین بھی ایک انسان ہون کبھی غلطی ہوجاتی ہے اور کبھی صواب") حجاج یہ سنکر خوش ہوگیا تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتین کرتا رہا اتفاقًا سعید کی زبان سے اثنائے کلام مین یہ نکل آیا کہ میری گردن مین عبدالرحمن کی بیعت تھی۔ حجاج کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا غضبناک ہوکے بولا۔ کیا مین نے تجھسے بعد قتل ابن زبیر عبدالملک کی بیعت نہین لی تھی اور پھر

اسکی تجدید مین نے کوفہ مین نہین کی تھی غرض اسی طرح مین نے تجھ سے دوبار
بیعت لی۔ سعید نے اقراری جواب دیا۔ حجاج نے کہا تو نے امیرالمومنین
کی دو بیعتین توڑین اور رذیل ابن رذیل کی ایک بیعت کا حق ادا کیا واللہ مین تجھے مار
ڈالونگا" سعید نے جواب دیا بیشک اب مین سعید ہون جیسا کہ میری مان نے
میرا نام رکھا ہے - حجاج نے لپک کر گردن اوڑا دی اور جوش مسرت سے تین
بار تہلیل کی پہلی مرتبہ نہایت فصاحت سے اور دو مرتبہ جلد جلد - بیان کیا جاتا
ہے کہ حجاج اوس دن بالکل مخبوط ہو گیا تھا بار بار قیود قیود کہتا تھا لوگون نے
یہ سمجھ کر کہ اسکا مقصد سعید ابن جبیر کی قیود ہے سعید ابن جبیر کا پاؤن پکڑ کے
نصف ساق سے کاٹ ڈالا اس حادثہ کے بعد جب حجاج سوتا تھا تو سعید
کو خواب مین دیکھتا تھا کہ اسکا دامن پکڑ کے کہتے ہین یا عدو اللہ فیم قتلتنی
اے دشمن خدا کس جرم پر تو نے مجھے قتل کیا ہے - حجاج خوف زدہ ہو کر
جاگ اُٹھتا تھا اور کہتا تھا مالی ولسعید ابن جبیر کیا ہے میرے لئے
سعید ابن جبیر - ابن خلدون اگرچہ سعید ابن جبیر ہی کو من کل الوجوہ اس الزام
کا ملزم گردانتا ہے لیکن عام مورخین اسکو حجاج کی خونخوار طبیعت کا ایک قسم
کا مشغلہ ولہو ولعب خیال کرتے ہین - اگر ہم ہر دو فریق کی رایون کو صحیح بھی
مان لین تو ایسی خطا پر بجائے سزاے موت کے اگر حجاج صرف سزاے
قید ہی پر اکتفا کرتا تو کونسی اسمین اسکی ذلت تھی - اور ایسے عابد کریم النفس،

فقیہ تابعی کے وہ جو دسراپا ہو دسے دنیا کو بدنصیب بنانا کون بیان نیاس نامی
کا تمغہ تھا اِس معلوم ہوا کہ یہ اُسکی خبیثہ عادت اور کمینہ طبیعت کا ایک معمولی
کھیل اور کرتب تھا۔ جسکو بیگناہ دنیاے اسلام کے تہ و بالا کرنے مین ذرہ
بھی درد نہ محسوس ہوا ہو۔ اور جسکے شقی قلب سے صدہا انسانی زندگی کی کایا
پلٹ دینے مین ذرہ بھی آہ نکی ہو اُسکے نزدیک سعید بیچارہ کا قتل کونسی ہستی اور
اہمیت رکھتا ہے درآنحالیکہ وہ اُنکو پولیٹکل جرم کا مجرم اقراری پا چکا ہو ع جیلہ
جو را بہا نہا بسیار۔ اس واقعہ کے نسبت جو تفصیل اور علما نے کی ہے چونکہ خالی
از دلچسپی نہین ہے لہذا ہم اُسکو بھی پیش کش ناظرین کرتے ہین۔ جلیل القدر
تابعی حضرت سعید ابن جبیر سے دولت بنی امیہ مخالف ہو گئی تھی اور یہ بچتے پھرتے
تھے مگر ایسی زبردست سلطنت کے پنجہ سے بچنا مشکل تھا۔ والی مکہ نے ایک
موقع پر انکو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیجدیا اُسکی جفا جو و خونخوار طبیعت کو گویا ایک
نعمت و ضیافت ہاتھ لگی اور ایک مُشت پر اُسکے دام اجل کا صید ہو گیا جب
یہ پیش ہوئے تو اُسنے اُنکا نام پوچھا اُنہون نے فرمایا سعید ابن جبیر۔ حجاج
اُسوقت اسقدر طیش مین تھا کہ اُسکو اُنکا نام بھی تلخ معلوم ہوا اور اُسی
جوش و غضب مین کہا۔ انت شقی بن کثیر (سعید) میری مان تجھسے میرا
نام بہتر جانتی ہے (حجاج) اور بگڑا اور کہا شقیت امک و شقیت انت
یعنے تمہاری والدہ بھی بدبخت اور تم بھی (سعید) غیب کا جاننے والا تو مین

بلکہ خدا ہے (حجاج) جلکر دیکھو تو مین تم کو دنیا کے بدلے مین کتنی لپٹین مارتی ہوئی
آگ دیتا ہون (سعید) اگر مین یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار مین ہے تو مین تجھکو اپنا
معبود بنا لیتا - اب حجاج اُنکے قتل کے لئے شرعی بہانہ ڈھونڈنے لگا اور اُسنے
مذہبی سوال جو پولٹیکل پہلو لئے ہوئے تھے کرنے شروع کئے - اور پوچھا کہ آنحضرت
کی نسبت تمہارا کیا قول ہے (سعید) آپ نبی رحمت اور امام ہدیٰ تھے (حجاج)
خلفا کے بارہ مین تمہاری کیا رائے ہے لست علیھم بوکیل یعنی مین اونکا
قاضی نہین ہون (حجاج) انمین کون سب سے بہتر تھا (سعید) علم ذالک عند
الذی یعلم سرھم ونجواھم یعنی اسکو وہی خوب جانتا ہے جو اُنکے بھیدون اور پوشیدہ
باتون سے واقف ہے - اسکے بعد حجاج نے کہا کیا مین نے تجھکو کوفہ کا قاضی
نہین مقرر کیا تھا اور مین نے تجھکو اپنے ارباب شورے مین باوصف عجمی
ہونے کے داخل نہین کیا تھا اور کیا مین نے ابو عبیدہ سے تم سے مشورہ
لینے کے بابتہ نہین کہا تھا اور تمکو مین نے ایک لاکھ درہم غربا و مساکین
مین تقسیم کرنے کے واسطے نہین دیئے تھے - سعید نے اسکا اقراری
جواب دیا - غرض عرصہ تک اس قسم کے سوال و جواب ہوتے رہے
مگر حضرت ابن جبیر نے کوئی موقع گرفت کا نہ پیدا ہونے دیا اور اپنے صاف
اور جنچے تلے جوابات سے حجاج کی برہمی برابر بڑھاتے گئے آخر اُسنے
غضبناک ہوکر کہا اخبرنا سعید ای قتلہ اقتلک اے سعید بتاؤ

کس شکل سے مین تجھکو قتل کرون (سعید) اخبریا حجاج لنفسك وقوا الله
لا تقتلني قتلا الا قتلك الله مثلها اے حجاج تو خود ہی پسند کرلے جسطرح
تو مجھے قتل کریگا اوسی طرح خدا تجھے قتل کریگا (حجاج) کیا مین معاف کردون
(سعید) معاف کرنیوالا خدا ہے تجھکو کیا اختیار ہے۔ اتنی بحث کے بعد
حجاج نے آخری حکم دیدیا جلاد حضرت ابن جبیر کو باہر لائے۔ حجاج تو اپنی
انتہائی طاقت صرف کر چکا تھا لیکن خدا کے سعید بندہ کو ابھی تسلی نہین ہوئی
تھی۔ جب باہر آئے تو ہنسے! حجاج کو خبر ہوئی تو اوس نے پھر بلوایا اور ہنسی کی
وجہ دریافت کی۔ ابن جبیر نے فرمایا عجبت جرءتك الله وحلم الله عليك
مجھکو خدا کے مقابلہ مین تیری جرءت پر اور تیرے نسبت خدا کے حلم پر تعجب
ہوا۔ حجاج اس گرم فقرہ کو سنکر اور بھڑکا جلادون سے کہا میرے سامنے گردن
مارو اب سعید ابن جبیر راضی برضائے الہی ہوکر اور قبلہ رو ہوکر فرمانے لگے
انی وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين
(حجاج) انکا منہ قبلہ سے پھیر دو (سعید) فاينما تولوا فثم وجه الله جسطرف
تم پھیر دوگے اوسی طرف خدا کا موجہ ہے (حجاج) سرنگون کردو (سعید) منها
خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى۔ ہمنے زمین سے تم کو پیدا
کیا اور اوسمین تمکو لوٹا وینگے اور اوسی سے ایک دفعہ پھر تمکو نکالینگے۔ حجاج نے
انکی سیف زبانی سے تنگ آکر جلادون سے اشارہ کیا کہ جلد اپنا کام کرو (سعید)

سن لے مین اُسکی شہادت دیتاہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین وہ اکیلا ہے اور اُسکا کوئی شریک نہین اور اس بات کی شہادت دیتاہون کہ محمد اُسکے بندے اور اُسکے رسول ہین - میری جان تو لے لیکن جسوقت تو مجھکو میدان حشر مین ملیگا تو مین تجھ سے لے لونگا حضرت ابن جبیر کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جلاد نے اُنکا سر تن سے جدا کر دیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن -

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن + خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بعد قتل کے اُنکے جسم سے خلاف معمول بہت خون نکلا جسنے حجاج سے سفاک کو بھی حیرت مین ڈالدیا اور اُس نے اپنے طبیب خاص تیاذوق سے اسکی وجہ دریافت کی - تیاذوق نے کہا کہ چونکہ اُنکی خاطر بالکل مطمئن تھی اور قتل کا خوف مطلقاً اُنکے دل مین نہ تھا اسلیئے خون اپنے اصلی مقدار پر قایم رہا بخلاف اور مقتولون کے کہ اُنکا خون ہیبت کے مارے پہلے سے خشک ہو جاتا ہے علاوہ اس طبی شہادت کے حضرت ابن جبیر کے کلام کی برجستگی صاف کہہ رہی ہے کہ اُنکی طبیعت بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی اور اضطراب کا نام تک قلب پر نہ تھا - یہ شعبان ۹۵ھ کا حادثہ جانکاہ ہے - رمضان سنہ مذکور مین حجاج بھی راہی ملک عدم ہوگیا[۱]

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را + چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

---

[۱] انہین چند غیر معمولی واقعات سے بعض کوتاہ فہم و متعصب عیسائی مورخین یہ کہتے ہین کہ تاریخ

خلیفہ سلیمان کے زمانہ مین علوم تبت

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا مین ارقام فرماتے ہین "یہ سلیمان کے محاسن مین شمار کرنا چاہیئے کہ اُسکے زمانہ مین عمر بن عبد العزیز مثل وزیر کے تھے"

ہمارے سامنے اس بات کی سند پیش کرتی ہے کہ بعض آزاد خیال لوگون کو اپنے ذہن مین پیکا ہونیکی وجہ سے تلوار کے گھاٹ اوتار گیا اور اُنکو ہرگز ایسی آزادی نہین دیگئی جس سے وہ اپنے خیالات اور دماغی ترقی کو حد کمال تک پہونچا سکین خلیفہ منصور عباسی - یا ولید اموی یا اور مسلمان خلفا و حکام نے اپنے ہم مذہب علما و آزاد خیال والون کے ساتھہ جو سلوک کیا اُس سے کون انکار کر سکتا ہے - اسکے علاوہ مصنف تمدن عرب اور اڈیٹر الہلال نے جو عنوان بنی امیہ کے مظالم سے اپنی کتاب مین قایم کیا ہے اُسمین مثل اسکے اور بھی اعتراضات کئے ہین اور خوب ہی قومی فیلنگ کے نشہ مین سرشار ہوکر اپنے دل کے پھپولے توڑے ہین اور نہایت غضبناک لہجہ مین بنو امیہ کے عمال و حکام کو سخت و سست و گرم و درشت الفاظ کہے ہین جسکا ملخص یہ ہے - (۱) فتوحات کیوقت بنو امیہ کے عمال و حکام قتل عام کے حکم دینے اور رعایا کے اموال و اسباب کے لوٹوا لینے مین نہایت درجہ بیخوف و بیباک اور نہایت ہٹ و چالاک تھے جسمین سب سے نمبر اول حجاج کا تھا بعد ازان جراح قتیبہ - یزید بن ابی سلم وغیرہم کا ہے (۲) بنو امیہ تشخیص لگان کیوقت مطلقًا اس بات کا لحاظ و پاس نہین کرتے تھے کہ کاشتکارون اور زمینداران کے لیئے کچھہ بچ بھی ہوتی ہے یا نہین - اور اسکے علاوہ وہ لوگ قابل کاشت اور ناقابل زراعت

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ سلیمان پر رحم کرے کہ اُنھون نے اپنی سلطنت کا افتتاح اس طرح پر کیا کہ اول وقتون مین نہایت قدغن کے ساتھ نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور خلافت کا اختتام اسپر کیا کہ عمر بن عبد العزیز اپنے چچازاد بھائی کو اپنا ولیعہد بنا کر رحلت فرمائی۔ عمر بن عبد العزیز چونکہ ایک عالم باعمل اور متشرع ومقدس شخص تھے اسلئے اُنکے مزاج مین درگذر اور عفو وتقصیر اور قومی اتفاق واصلاح کا مادہ بہت قوی موجود تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے

زمین پر یکسان لگان قایم کرتے تھے (۳) مختلف قسم کی کثیر التعداد ٹکس رعایا پر قایم کئے ہوئے تھے جنکی آمدنیان بہت کثیر تھین۔ چنانچہ امیر معاویہ کے زمانہ مین صرف عید نوروز کا نذرانہ ۱۰۰۰۰۰۰۰ درہم وصول ہوتا تھا۔ گھر دواری۔ عرائض نویسی۔ نکاحانہ۔ آبپاشی وغیرہ اُس وقت کے مروجہ ٹکس تھے جس سے کوئی مسلمان وذمی مستثنیٰ نہین تھے (۴) موالیون نے جزیہ سے بچنے کے لئے پہلے راہب ہونا اختیار کیا جب اس سے مفر ہوتے نہ دیکھا تو مسلمان ہونے پر مجبور ہوئے لیکن اس سے بھی اُن کو نجات نہوئی اور اُن سے برابر جزیہ بنوامیہ کے عمال وصول کرتے رہے۔ اسکے علاوہ خلفا اور اُنکے عمال کے ہاتھون سخت ظلم وستم یہ غریب ذمی رعایا اوٹھاتے رہے ان سے بالکل غلامون کی طرح برتاؤ ہوتا تھا اور عرب اپنے کو اُنکا محسن ومربی وآقائے نعمت سمجھتے تھے (۵) وصول تحصیل مین خراج کے عمال بنوامیہ طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم رعایا پر توڑتے تھے اور اس سے مسلمان وذمی کسی کو مفر نہ تھی عمال کی خریداری جنس کا پیمانہ زیادہ وزن دار ہوتا تھا اور عام گاہکون کے لئے

وہ شرعی احکام وفقہی قانون کے مطابق نہایت حزم و احتیاط سے ہر مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے اور کبھی عاصرین کے لومۃ لائم اور خلیفہ کی مخالفت کا وسوسہ تک خیال مین نہ لاتے تھے۔ سلیمان کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر مہتم بالشان و پیچیدہ ملکی امور مین عمر کی رائے کے بغیر حکم نہین نافذ کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ سلیمان کے پاس جب ایک خارجی گرفتار ہوکر آیا اور اُس نے سخت کلامی کی تو اُنہین پر خلیفہ نے عمر بن عبد العزیز کو طلب کر کے کہا اِس خارجی کی بات سنئے کہ مجھکو بیباکانہ برروگالیان دیتا ہے۔ عمر نے جب اُس سے پوچھا تو اُس نے اسکی تصدیق کی اور پھر اونہی ناشایستہ کلمات وغیر مہذب الفاظ کا اعادہ کر کے زہر اگلنا شروع کیا۔ تب سلیمان نے کہا افسوس ایسے بداندیشون کی آپ ہمیشہ سفارش اور

کم وزن کا پیمانہ مستعمل ہوتا تھا خراج ادا کرنے والون پر عاملون کی خرچ خانگی مدی اور باربرداری کا خرچ۔ رجسٹرون وکاغذات کی قیمت اور وزن کرنے والون کی مزدوری کے مصارف کا بار رعایا پر ڈالا جاتا تھا"

ہمکو ان واقعات سے انکار نہین ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ آزاد خیال بگناہ محض قتل ہوئے یا اُنہون نے کسی جرم کا ارتکاب بھی کیا تھا۔ اور قطع نظر اسکے یہ دیکھنا ہے کہ یہ مخرب اخلاق اور ہیہ غارتگر تباہی بخش خونخوار پالیسیان خاص جزیرہ نمائے عرب کی پیداوار ہین یا اور دوسرے ملکون اور اقوام متنوعہ مین بھی اسکے تخم کے زہریلے پودہے نشو ونما حاصل کرکے پھل لائے ہین۔ اور جب جب ایسے واقعات کسی اور دوسرے قوم کی سلطنتون مین کبھی پیش

انکے قتل کی ممانعت کرتے ہین - عمر بن عبد العزیز چند سے خاموش وساکت رہے بعد ازان کہنے لگے کہ آپ بھی اسکو گالیان دے لیجیے - لیکن سلیمان وہ ضبط وتحمل کہان سے لاتا کہ جو محاسن اخلاق کا ایک شگفتہ ونزہت افزا گلدستہ اور شریعت حقہ کا ایک جامع ونادر حکم و حصن حصین ہو - فوراً ہی اسکا سر قلم کرنیکا حکم دے دیا اور وہ قتل کر دیا گیا - یہ رائے آپ نے اپنی خاندانی حالت اور گناہ کی نوعیت پر خیال کر کے جب دی تھی کیونکہ آپ اس سے بخوبی ماہر تھے کہ خاندان بنو امیہ سے عفو تقصیر ودرگذر کی خصلت تو قریب قریب مفقود ہو چکی ہے اب اگر شاید یہ لوگ جزاء سیئة سیئة مثلها ہی پر عمل کرنے لگین تو

آسکے یا آسکتے ہین تو انکا تدارک کن ذرایع سے کیا جاتا ہے - آیا تلوار سے یا کلام سے - اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اتفاقیہ بعض مسلمان خلفا وسلاطین ایسے فعل کے مرتکب ہوئے اور بعض آزاد خیال والونکے ساتھہ انکا ایسا سخت برتاؤ ہوا تو بمقابلہ اسکے انکا طرز عمل دوسرے علما کے ساتھہ کیسا رہا اور یہ فعل انکا امن عامہ وبہبودی خلائق پر مبنی تھا - یا غیر مبنی - یا اور دوسرے مسلمان خلفا وسلاطین کہانتک اپنے ہم قوم علما کے قدر دان - اور غیر قومونکے عالمونکے پشت پناہ اور آزاد منش طبقہ کے سرپرست رہے - ہم دیکھتے ہین کہ بعض آزاد خیال والونکی زیادتیان ایسی ہوتی ہین کہ جب وہ لوگون مین پھیل جاوین تو سلطنت کے نظام کو درہم برہم کردین اور امن عامہ مین پورے طور سے خلل انداز ہون جیسے کہ حلاج وسعید وغیرہ کے خیالات تھے - ایسی حالت مین حکومت کو مجبور ہو کر مداخلت مین ضرور پڑنا پڑتا

توبسا غنیمت ہے۔ ورنہ آپکی جبلت مین تو یہ داخل تہا کہ آپ بڑے بڑے جرایم وخطاؤن سے بھی چشم پوشی کرجاتے تھے اور ہمیشہ خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاہلین پر عمل کرتے تہے جیسا کہ خود آپکے عہد خلافت مین آپکی ذات خاص کے ساتہہ ایک بدزبان قریشی سے وقوع مین آیا تہا۔ یا آپنے اپنے قاتل کے ساتہہ جو سیرچشمی وفیاضی دکہلائی تہی وہ اسی آیہ شریف کے تحت مین داخل ہے جسکا ذکر آگے آئیگا۔ جب وہان سے روانہ ہوئے تو اثناے راہ مین خالہ کو توال سے ملاقات ہوئی اوسنے کہا اُسے عمر تمہاری بھی عجیب سمجھ ہے کہ خلیفہ وقت کو ایک شخص گالیان دے اور تم

ڈالنا پڑتا ہے تاکہ دنیا کی امن وامان مین خلل نہ پڑے چنانچہ اس خیال کا موجد سیاست کے شکنجہ مین کس دیا جاتا ہے اسوجہ سے کہ اوسنے ایسا خیال ظاہر کیون کیا بلکہ اسلئے کہ وہ دوسرونکو بھی اپنا ہم خیال بنانیکی کوشش کرتا ہے جنکو اسکی حاجت نہین ہوتی۔ لہذا اگر اس آزاد خیال مدعی کو اپنے جوش وخروش مین ترقی کرنیکا موقع دیا جاوے تو غالبًا اس سے سخت ہنگامہ وفساد برپا ہونیکا اندیشہ رہتا ہے ایسی حالتمین نظام عالم اور امن وامان کے محافظون کا فرض ہے کہ وہ نظام تمدن واجتماع انسانی کو تباہی وبربادی سے بچانیکی تدبیرین کرین اور امن عامہ کی بنیاد ین نہ ہلنے دین۔ مسلمانون پر کیا موقوف عیسائی سلطنتون مین تو اس اصول کی پابندی کئی صدیون سے ہوتی چلی آئی ہے اور آجتک موجود ہے۔ کیا فرانس کی حکومت نے مذہبی پادریون

اوسکے بابتہ یہ راے پیش کرو کہ ایسا ہی گالیان اوسکو دیدیجاوین۔ کیا خلیفہ وقت
کی یہی شان و رفعت ہے بخدا مین ڈر رہا تہا کہ کہین تمہارے قتل کا بہی مجہکو حکم
نہ ملے۔ عمر نے کہا دیکھ اے خالد اگر تجہے میرے قتل کرنیکا حکم ملتا تو تو قتل کرڈالتا
اوسنے کہا "قسم خدا کی ضرور قتل کرڈالتا"

اسکے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ سلیمان نے آپکو مدینہ و مصر کی گورنری
تفویض فرمائی"

اور تن عورتونکی مجلسون اور مدرسون کو بالکل گورنمنٹ کی ماتحتی مین نہین لے لیا ہے اور
کیا اوسنے یہ حکم نہین دیا ہے کہ کوئی مذہبی انجمن یا مدرسہ بلا اجازت حکومت کے ہرگز
نہ قایم ہوا اور جو اس قانون کو نہ مانیگا اوسکے انجمن کے توڑ دینے اور مدرسہ کے بند
کردینے مین فوجی قوت سے کام لیا جاویگا اور ان معاملات مین جو سرغنہ ہوگا اوسے
جلا وطنی کی سزا دیجاویگی چنانچہ ابتک بہت سے لوگ اس جرم مین جلا وطن کئے جاچکے
ہین علی ہذا القیاس سنہ ۱۸۵۷ء کے زمانہ غدر مین ملک ہندوستان کے آزاد خیال اور
باغیون کی جیسی سرکوبی کی گئی اور اونکو دایم الحبس اور موت کی سزائین دیگئین اور اونکی جاگیرات
اور جائدادونکی ضبطیان عمل مین آئین اونکے حالات سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف
ہے۔ حال مین طاعون کے زمانہ مین کانپور والون کو معمولی خود سری اور دو ایک پولیس
والون کے ہلاک کرڈالنے اور زد و کوب کی پاداش مین جو کئی درجنون کو پہانسیان دیگئین

ملہ ماخوذ از الاسلام و النصرانیہ

واقعہ بیعت خلافت

اس واقعہ مین سب سے بڑی نیکنامی امام رجاء بن حیاۃ کے سر رہی۔ فی الواقع اگر اس امام تابعی کا قدم درمیان مین نہ آجاتا تو بظاہر دنیا ایسے عادل۔ غریب پرور خلیفہ کے حکومت کی نعمت سے محروم رہجاتی۔ جب سلیمان ابن عبد الملک کو شدت مرض نے مایوسی کی راہ دکھلائی اور فرشتہ اجل نے دروازہ کی

یا بعض قومی لیڈرون کو باغیانہ خیالات کی تشہیر کے سبب جو جلا وطنی نصیب ہوئی اور وہ اسپر مزید روشنی ڈالنے کیواسطے کافی ہین۔ مگر با اینہمہ یہہ سب مصالح ملکی پر مبنی تھے جنکا شمار مظالم سلطنت مین نہین ہو سکتا ہے اور نہ کوئی شخص اسکو ظلم و جور کہہ سکتا ہے۔ ہان وہ سخت گیری البتہ ایسی سخت گیری تہی جسے پرلے درجہ کا ظلم و ستم کہنا زیبا بلکہ واجب ہے کہ جو محکمہ تفتیش نے اور اوسکے دور والے سرغناؤن نے اپنے اپنے وقتون مین کین۔ جس زمانہ مین ابن رشد کا فلسفہ اوسکے شاگردون کے ذریعہ سے دنیا مین پھیلنے لگا تو خاصکر ملک فرانس کے جنوبی حصہ اور مملکت اٹلی مین ایسا محکمہ قایم کرنیکی ضرورت پڑی (توریکما نڈہ) اسکے قیام کا محرک ہوا۔ اس خونریز محکمہ اور انسانی قتل و قربانی کے صیغہ کا نام پادریون کے دفترون مین خادم القوم والمذہب تہا۔ چنانچہ اٹھارہ سال کی قلیل مدت مین یعنی ۱۴۸۱ء سے لیکر ۱۴۹۹ء تک اوسنے دس ہزار دو سو بیس شخصون کو عقلی فلسفہ کے ماننے پر زندہ جلوا دیا۔ ۶۸۶۰ شخصون کو تشہیر کرا کے پہانسی دیگئی۔ ۹۷۰۲۳ شخصون کو مختلف سزائین دیگئین اور اخیر تمام

کنڈی کہٹکہٹائی تو آپکو اپنے جانشین کے تعین کی فکر لاحق ہوئی - ایک کاغذ پر اونہون نے اپنے ولیعہد کا نام لکہا اور مشورہ کے لئے امام رجا ابن حیاۃ کے سامنے پیش کیا - امام ممدوح نے جب اوسکو پڑہا تو اوسمین خلیفہ کے ایک نابالغ بیٹے کا نام درج پایا - یہہ دیکہکر اونہون نے سلیمان سے فرمایا کہ خلیفہ کو قبر مین آسودگی مطلوب ہے تو اپنا جانشین مرد لائق مقرر کرنا چاہیئے -

---

عبری زبان کی توریت کی کتابین آگ مین جلوادیگئین [2] -

اب مین اس دوسرے پوائنٹ کیطرف رجوع کرتا ہون اور ناظرین کو دکہلانا چاہتا ہون کہ مسلمان علما و صلحا اور غیر قومون کے مشاہیر عظما کی کسقدر قدر و منزلت مسلمان خلفا و امرا کے دربار مین تہی - امام ابو یوسف کا جو اقتدار خلیفہ ہارون الرشید کے دربار مین تہا اوس سے ایک عالم واقف ہے - ابن خلکان اوسکے نسبت لکہتے ہین کہ "ابو یوسف علم و حکمت و ریاست و اقتدار مین انتہا کو پہونچے ہوئے تہے - اونکے زمانہ مین اوس سے بڑہکر کوئی دربار مین نہ تہا" امام یحیی ابن یحیی مصمودی جو حضرت امام مالک کے شاگرد رشید اور موطا کے ناقل ہین ملک اندلس کے امرا و سلاطین کے یہان بہت محترم تہے - اسی اقتدار کیوجہ سے امام مالک کا مذہب ملک اندلس مین پہیلا - ایک اور امام وقت یحیی ابن اکثم دربار مامونی مین اول درجہ کے ذی اثر رکن تہے -

---

تاریخ الخلفا [2] ماخوذ از الاسلام و النصرانیہ -

خلیفہ کے دلمین اس کلام نے اثر کیا اور اوسنے کہا مین فکر و غور کرلون - ایک یا دو دن کے بعد اوسنے وہ کاغذ چاک کرڈالا - اور امام رجاءبن حیاۃ کو بلاکر پوچھا کہ میرے بیٹے داؤد کے نسبت تمہاری کیا راے ہے - امام نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ کی مہم پر یہان سے صدہا میل کے فاصلہ پر ہے اور نہ معلوم اسوقت وہ زندہ ہے یا مرگیا - خلیفہ نے کہا تو پھر مین کسکو ولیعہد مقرر کرون - امام نے فرمایا

ابن خلکان اونکی نسبت الفاظ ذیل لکھتے ہین اونکے علم و فضل ریاست و سیاست اور اوس تعلق سے جو اونکو خلفا و سلاطین کے ساتھہ رہا زمانہ واقف ہے مامون رشید کے مزاج پر وہ اس درجہ حاوی تھے کہ کسی کی وقعت اونسے زیادہ خلیفہ کے دل مین نہ تھی عہدہ قاضی القضاتی پر وہ ممتاز تھے - تدبیر مملکت مین اونکو اسقدر مداخلت حاصل تھی کہ فرامین و احکام اونکی راے لینے کے بعد نافذ ہوتے تھے "

امام فخرالدین رازی اور شہاب الدین غوری دربار خوارزم مین نہایت موقر و مفتخر تھے امام زہری خلیفہ عبدالملک کے مقربین مین تھے - اور خطیب بغدادی عزالدولہ کے مقربین مین داخل تھے - مولانا قونیوی کے نسبت لکھا ہے کہ سلطان روم کے حضور مین اونکو نہایت ہی قدرت و تمکین حاصل تھی اور نو برس تک وہ اسی شان سے مقبول بارگاہ سلطانی رہے - ابن رافع قشیری حافظ حدیث اپنے مکان پر حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے اور طلبا کے علاوہ خراسان کے امیر مامور طاہر کی اولاد بھی معہ خدم و حشم حاضر درس ہوتی تھی شیخ کے

ابن اثیر و تاریخ الخلفا

جو امیر المومنین کے نزدیک اس منصب کا اہل ہو۔ خلیفہ نے کہا عمر بن عبد العزیز
کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ امام نے کہا میرے نزدیک وہ نیک و فاضل
اور سلیم الطبع ہین۔ خلیفہ نے اس سے اتفاق کر کے کہا کہ وہ ضرور اس قابل
ہین مین انہین کو اپنا ولیعہد مقرر کرونگا یہہ کہکر سند ولیعہدی حضرت عمر بن عبد العزیز
کے لئے لکھی اور اوسکو سربمہر کر دیا۔ اسکے بعد کعب بن جابر کو توال کو طلب کر کے

جلال کا یہ عالم تھا کہ کسیکو بات کرنے اور مسکرانے کی تاب و مجال نہ تھی۔ علی بن یوسف القفطی رشیخ
ابی العلا المعری کا واقعہ جو لامذہبی و الحاد کے ملزم ٹھہرائے گئے تھے اسطرح نقل کرتا ہے کہ
صالح بن مرداس حاکم حلب معرہ پر حملہ آور ہوا کیونکہ اس شہر کے رہنے والون نے اوس سے
بغاوت کی تھی۔ صالح بن مرداس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور منجنیقین نصب کین۔ اور پتھر اور
آگ برسانے شروع کئے۔ اہل شہر نے دیکھا کہ اب وہ مغلوب ہی ہو جاوینگے تو دوڑے ہوے
ابی العلا بن سلیمان کے پاس گئے اور اونسے درخواست کی کہ وہ شہر کے باہر جا کر امیر صالح کی
خدمت مین اہل معرہ کی سفارش کرین اور اونکی عفو تقصیر چاہین۔ ابی العلا شہر سے نکلکر امیر صالح
کے کمپ مین گئے اور امیر مذکور نے بڑی عزت و خاطرداری سے اونکو اپنے پاس بٹھا کر دریافت
کیا۔ کیون آپکو کچھہ کہنا ہے" ابی العلا نے کہا خدا امیر کی عمر دراز کرے آپ تیغ تیز کیطرح ہین
جو چھونے مین نرم اور چکنی ہے مگر اوسکی دھار بہت سخت و تیز ہے اور آپ مثل بڑے دنون
کے ہین جنکا درمیانی حصہ سخت گرم اور اوکی صبح خنک اور دل پسند ہے۔ معافی کے قانون پہ
عمل کیجیے اور ہنا والون کے ساتھہ چشم پوشی کیجیے۔ امیر صالح نے جوابدیا "اچھا مین نے تمہاری

حکم دیا کہ خاندان خلافت کے کُل ارکان حاضر کیئے جادین - جب سب حاضر ہوے
تو امام رجا نے حسب ایما سے خلیفہ اوس سر مُہر کاغذ پر سب کی بیعت لی - اور بعد بیعت
اونکو رخصت کردیا اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اجل نے سلیمان کو زیادہ مہلت
نہ دی اور چند ہی ساعت مین ملک ومال سے جُدا کر دیا - امام رجا بن حیاۃ نے
ایک معتمد خلیفہ کے ایوان کے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کسیکو اندر نہ جانے دیوے

خاطر سے اون لوگون کو معافی دی" پھر کہا اپنے کچھ اشعار سنا ئے تاکہ مین اونکو یادگار
کیطرح دوسرون کو سناؤن - چنانچہ ابی العلا نے چند اشعار فی البدیہہ امیر کی شان مین پڑھے -
اور امیر صالح محاصرہ اوٹھا کر اپنے مقام پر واپس چلا گیا - دیکھو ایک فیلسوف کے خاطر جو عام
طور سے لامذہب مشہور تھا اس مسلمان امیر نے باغی اہل شہر کی خطا کسطرح معاف کردی[1] -
مسلمان خلفا وامرا وسلاطین کا یہ فیض کچھ اپنی ہی قوم کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عام قومین
اس سے فیضیاب تھین جیسا کہ امریکہ کا ایک مشہور مورخ اور نامور فلاسفر ڈریپر لکھتا ہے
کہ "عہد خلفا مین اگلے مسلمانون نے نصاری اور یہودی عالمون کا صرف معمولی اعزاز واحترام
ہی مدنظر نہین رکھا تھا بلکہ اونہون نے بہت سے اہم اور بڑے بڑے کام اون لوگون
کے سپرد کیئے اور اونہین سلطنت کے اچھے اچھے معزز عہدے دیئے - یہانتک کہ خلیفہ
ہارون الرشید نے اپنے تمام مدرسون کا اعلی نگران ڈائرکٹر جنرل[2] حنا سینہ (یوحنا بن ماسویہ)

[1] ماخوذ از الاسلام والنصرانیہ   [2] ڈریپر کی روایت کی تصدیق اسلامی تاریخون سے نہین ہوتی عرباِ
مورخین یوحنا کو مدارس کا نہین بلکہ شفاخانون کا افسر بتلاتے ہین (مضمون خط علامہ شبلی)

اور اسطرح سلیمان کی وفات کی خبر کو شایع ہونے سے روک[1] دیا۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر اونہون نے کوتوال کے ذریعہ سے پھر اہلبیت خلافت کو بلوایا اور دوبارہ اوس سربمہر فرمان پر اونسے بیعت لی۔ جب بیعت ہو چکی تو اونہون نے فرمایا کہ خلیفہ نے وفات پائی اور یہہ کہکر اوس کاغذ کو کہولکر سُنایا۔ جب ہشام ابن عبدالملک نے جو دعویدار سلطنت تہا حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام سُنا تو کہنے لگا

نام مشہور عالم کو بنا دیا تہا پھر یہی فاضل مورخ ایک اور جگہہ لکھتا ہے باوجود اسکے کہ خلفا خود بڑے ذہین اور صاحب الرائے اور بلند نظر تھے لیکن اونہون نے اپنے مدارس کا انتظام کبھی نسطوری المذہب علما کے ہاتھون رکہا اور کبھی علماے یہود کو تفویض کیا۔ وہ اس بات کو کبھی نہین دیکھتے تہے کہ عالم کس ملک مین پیدا ہوا اور کہان اوسنے زندگی بسر کی۔ نہ یہہ خیال کرتے تھے کہ اوسکا دین و مذہب کیا ہے۔ بلکہ وہ صرف علم و معرفت کا مرتبہ دیکھتے[2] تہے۔

ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب تمدن عرب مین لکھتے ہین "عربونکو علم حاصل کرنیکی خواہش اسقدر تہی کہ خلفاے بغداد ہر ایک تدبیر سے دنیا کے مشہور علما اور اہل کمال کو اپنی دارالسلطنت مین جمع کرتے تھے ایک خلیفہ نے تو شہنشاہ مشرق سے محض اس غرض سے اعلان جنگ کیا کہ وہ ایک غیر مسلم مہندس کو بغداد مین درس دینے کے لئے بہیجنے پر مجبور ہو جاوے۔ علما و فضلا و اہل کمال ہر قوم اور ہر مذہب کے۔ یونانی۔ ایرانی۔ قبطی۔ کلدی۔ اس شہر مین آکر جمع ہو گئے تھے اور اسے انہون نے تمام دنیا کے علوم کا مرکز بنا دیا تہا۔

[1] ابن اثیر [2] الاسلام والنصرانیہ

امام رجا بن حیوۃ کی دور اندیشی اور استقلال

قسم ہے آپکی ہم کبھی بعیت نکرینگے۔ امام موصوف نے کہا بہتر ہے کھڑے ہو اور اگر بعیت کرو ورنہ تلوار سے تمہارا فیصلہ کردیا جاویگا۔ ہشام کو موقع کا رنگ اور امام کی خشم آلود نگاہین دیکھکر چارو ناچار بیعت کرنی پڑی۔ ہشام کی بعیت کے بعد امام رجا نے عمر بن عبد العزیز کا بازو پکڑ کر ممبر پر بٹھا دیا۔ ممبر پر پہونچتے ہی اونکی خلافت کا عملی دور شروع ہوگیا اور اسلامی دنیا مین خلافت راشدہ کے آثار ظاہر ہونیلگے

ابو الفرج لکھتا ہے کہ مامون الرشید کا قول تہا کہ "علما اللہ تعالے کے اون خاص بندون مین ہین جنہین اوسنے انسان کی فہم و ادراک کو کامل کرنے کے لئے انتخاب کیا ہے یہہ لوگ دنیا کی مشعلین اور راہبران نوع انسانی ہین اگر یہہ نہون تو دنیا پھر اپنے وحشیانہ حالت پر آجاوے"

خلیفہ منصور جسکے دامن پر حلاج کے خون کا دہبہ لگایا جاتا ہے عمر بن عبید فرقہ معتزلہ کے افسر کی وہ عزت کرتا تہا کہ دیکھنے والے حیرت مین رہ جاتے تھے۔ جیورجیس ابن بختیشوع عیسائی المذہب۔ نوبخت اور اوسکا بیٹا ابو سہل آتش پرست۔ اسی خلیفہ کے دامن عاطفت کے پرورش یافتہ تھے۔ یوحنا ماسویہ حنین ابن اسحٰق سلویہ بن بنان۔ متی بن یونس۔ قسطا بعلبکی نصرانی۔ ابو الفرج بن الطیب۔ ثابت بن قرہ حرانی۔ ابراہیم۔ ولیان وغیرہم کو جو اقتدار و استحقاق خلفاے عباسیہ کے دربار مین تہا اوس سے تمام تاریخی اوراق منقش و مزین ہین۔ مورخین کا بیان ہے کہ جیورجیس ابن بختیشوع۔ جندیسا پوری۔ خلیفہ منصور کا طبیب خاص تہا

ملل الاسلام والنصرانیہ۔

دن آ گئے - اس واقعہ سے امام رجا بن حیاۃ کی قوت فیصلہ اور حسن تدبیر و استقلال جیسا کچھ ظاہر ہوتا ہے الفاظ خود بتا رہے ہین -

دور خلافت آغاز سنہ ۹۹ ہجری

مورخین کا بیان ہے کہ آپ سلیمان کی تجہیز و تکفین کے وقت پا پیادہ مقام مدفن تک تشریف لے گئے اور اوس سے فراغت کرکے بخط مستقیم اپنے

یہہ شخص بڑے اعلی درجہ کا عالم اور حکیم مانا گیا ہے - خلیفہ منصور کی نگاہون مین اوسکی عظمت کو اسلئے اور ترقی ہوئی کہ اوسکی بی بی بہت سن رسیدہ تھی - خلیفہ منصور نے یہ خبر سنکر از راہ مہربانی طبیب موصوف کے پاس تین بڑی خوبصورت لونڈیان بہیجدین جنکو اوسنے یہہ کہکر واپس کر دیا کہ "میرا مذہب مجھے اس بات کی اجازت نہین دیتا کہ جب تک میری بی بی زندہ رہے مین اور کوئی شادی کر سکون" خلیفہ منصور نے یہہ اوسکی مذہبی گرفت و تقویت و صلاحیت ایمانی دیکھکر اسکا مرتبہ اپنے وزیرون سے بالا کر دیا - اور جسوقت جیورجیس بیمار ہوا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اوسے دربار عام مین اوٹھا لاوین پھر خود پا پیادہ اوسکی عیادت کو گیا جیورجیس نے خلیفہ سے اپنے وطن جانیکی اجازت مانگی - تاکہ اگر وہ مرجاوے تو اپنے باپ دادا کے ساتھہ ایک ہی قبرستان مین دفن ہو سکے خلیفہ نے اوس سے کہا "تم اسلام کیون نہین لاتے تاکہ چھٹے جنت مین چلے جاؤ" جیورجیس نے جواب دیا "مجھے اپنے باپ دادا کیساتھہ رہنا پسند ہے خواہ وہ جنت مین ہون خواہ دوزخ مین" خلیفہ منصور یہہ بات سنکر بے اختیار

۱؎ ماخوذ از علمائے سلف و تاریخ الخلفا و ابن خلدون وغیرہ -

دولتکدہ پر واپس آئے اور وہین سلطنت کا کاروبار اوسوقت تک انجام دیتے
رہے جب تک کہ خلیفہ مرحوم کی حرمین ایوان خلافت مین قیام پذیر رہین۔ ازان بعد
میر آخور جب شاہی اصطبل سے سواری کے شاندار گھوڑے لیکر حاضر ہوا تو اونکو واپس
کر دیا اور شام مین فروخت کرنیکا حکم صادر کیا۔

خلیفہ کا بروقت تجہیز و تکفین سلیمان پاپیادہ مدفن تک جانا اور ردائے الخلافت

ہنس پڑا اور حکم دیا کہ جیورجیس کو اوسکے وطن بھیجدیا جاوے۔ اور دس ہزار اشرفیان بطور امداد
و انعام عطا کیجاوین۔ حالانکہ منصور بخل و کفایت شعاری مین بدنام کیا جاتا ہے۔ نیز خلیفہ نے
اون لوگون کو جو اوس طبیب کے ساتھ جاتے تھے حکم دیا کہ اگر وہ رستہ مین مرجاوے
تو اوسے حسب وصیت اوسکے آبائی قبرستان مین لیجاکر دفن کرنا۔ اور جیورجیس سے دریافت
کیا کہ تمہارے بعد شاہی طبیب کون مقرر کیا جاوے۔ جیورجیس نے اپنے ایک شاگرد
عیسیٰ بن شہلاسا کو پیش کیا اور منصور نے وہ عہدہ اوسکو دیا لیکن اوس شریر نے پادریون
اور دینی بطریقون کو ستانا اور اپنے اوس رسوخ سے جو اوسے بارگاہ خلافت مین حاصل
تھا ذرا کرا اونسے اپنے حسب خواہش کچھ باتین منوا لے پر زور دینا شروع کیا مگر خلیفہ کو اس بات
کی بروقت خبر لگ گئی تو اوسنے عیسیٰ کو اوسکے منصب سے معزول کر دیا۔ اسی خلیفہ کے دربار
مین نوبخت اور اوسکا بیٹا ابوسہل دونون باوجود آتش پرست ایرانی ہونے کے شاہی
منجم کے منصب پر فایز رہے پھر ابوسہل کی اولاد مسلمان ہوگئی اور وہ سب اعلیٰ درجہ کے منجم

۱؎ تاریخ الخلفا ۲؎ تاریخ الاسلام۔

مین سلیمان کی حرمون کے قیام کے زمانہ تک نہ تشریف لیجانا اور سواریون کا واپس کرنا اونکی سلامت روی وانکساری ومروت خاندانی کی پہلی مثال ہے۔ امام رجا بن حیاۃ جو مقرب خاص اور سلطنت کے قوت بازو تھے کہتے ہین۔ کہ خلیفہ کا شاہی سواریون کا واپس کرنا اور دارالخلافت مین سلیمان کی حرمون کے زمانہ قیام تک نہ داخل ہونا اور قبرگاہ تک پاپیادہ جانا یہہ باتین مجھے پسند آئین۔

اور علم الافلاک کے ماہر تھے[۱]۔

اسی خلیفہ کے عہد مین واصل بن عطا نے جو مشہور معتزلی گذرا ہے۔ تمام بلاد اسلامیہ مین اپنے نقیب بھیجے۔ عبداللہ بن الحارث کو مغرب۔ حفص بن سالم کو خراسان۔ قاسم کو یمن۔ ایوب کو جزیرہ۔ حسن بن ذکوان کو کوفہ۔ عثمان بن طویل کو آرمینیہ کیطرف روانہ کیا۔ ہر جگہہ ان سفرا نے نہایت آزادی کے ساتھہ اپنے خیالات کی اشاعت کی اور مخالفین سے مناظرے کئے[۲]۔

تیسری صدی مین ایک شخص ابن الراوندی المتوفی سنہ ۲۴۵ھ گذرا ہے جسکا نام احمد بن یحیی ہے۔ وہ بہت بڑا فاضل تھا۔ چنانچہ ابن خلکان نے اوسکے نام کی سرخی العالم المشہیر کے لقب سے لکھی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ایکسو چودہ کتابین اسکی تصنیف سے ہین معلوم نہین کن اسباب سے وہ ملحد ہو گیا۔ اور اسلام کی مخالفت مین بہت سی کتابین لکھین۔ ایک کتاب مین تمام موحدین کا رد لکھا جسکا نام کتاب التاج ہے۔ ایک کتاب نعوذ باللہ

---

[۱] الاسلام والنصرانیہ [۲] الکلام حصہ اول علامہ شبلی۔

عدل و انصاف کی یہی شان ہے کہ دوسرونکی راحت کو اپنے اوپر مقدم رکھے اور اسراف و فضول خرچی سے گریز کرے“ امام ممدوح یہہ بھی کہتے ہین کہ میرا یہہ گمان تھا کہ عمر بن عبدالعزیز خلافت کے کام مین ضعیف الراے ہین اسکا سرانجام انسے بمشکل ہو سکے گا۔ مگر متفرق حکمنامجات کے مضامین کے مطالعہ سے مجھکو یقین ہو گیا کہ وہ اس کام کے انجام دہی مین قاصر نہین ہین بلکہ نہایت دانائی

قران کے رد مین لکھی۔ ایک کتاب مین جسکا نام فرید ہے تمام انبیا پر اعتراضات کئے تفسیر کبیر مین امام فخرالدین رازی نے بعض بعض اسکے اعتراضات نقل کئے ہین۔ باوجود ان تمام نالایقیون کے نہ اوسکو قتل کیا گیا۔ نہ سزا دیگئی۔ نہ جلا وطن کیا گیا۔ صرف یہہ کیا گیا کہ علمانے اسکی ملحدانہ کتابون کے رد لکھے۔ اور اوسکے تمام اعتراضات کی دہجیان اوڑادین۔ اس سے بڑھکر آزادی اور آزاد پسندی کی کیا مثال ہو سکتی ہے۔ یورپ والے مسلمان خلفا پر تنگدلی اور تعصب کا الزام لگاتے ہین لیکن یورپ کو اپنا وہ زمانہ یاد نہین ہے کہ جب ذرہ سی آزادی پر لوگون کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ یہانتک کہ یورپ مین ابتداً جن حکمانے سائینس کے نئے مسائیل دریافت کئے اسکو اس شبہہ کی بنا پر قید و بند کی مصیبت جھیلنی پڑی کہ وہ مسئیل مذہب کے خلاف ہین۔ انتہا یہہ کہ دوربین کا موجد بہی اس دار و گیر سے نبچ سکا۔ خلیفہ مہدی کے پاس بنو تیوفیل ابن طوما نام ایک عیسائی منجم جولنیان کے رہنے والے فرقہ مارونی کے مذہب کا پابند تہا اور جسکی اعلی درجہ کی تاریخی تصانیف موجود تھین اور اوسنے ہومر شاعر کی کتاب کا یونانی

ملہ الکلام حصہ اول علامہ شبلی۔

وشوکت سے اسکو مبایعین گے۔ اور مجہکو امید ہوگئی ہے کہ آیندہ سلطنت کو قوت وغلبہ ہوگا۔ جس زمانہ مین آپکا سلسلہ بیعت جاری تہا عبد العزیز بن ولید جسکی ولیعہدی سے ولید کے زمانہ مین آپنے سلیمان کی خلع بیعت اور اوسکی ولیعہدی سے انحراف کیا تہا؛ اوسوقت دار الخلافت مین موجود نہ تہا جب سلیمان کے وفات کی خبر اوسکو پہونچی تو اوسنے ایک جم غفیر کے ساتھہ دار الخلافت پر یلغار کر کے اپنی قوت صرف کرنیکا ارادہ کیا اور عوام سے بیعت لینی شروع کی لیکن جب عمرؓ کی متفقہ خلافت کی اوسکو

زبان سے سریانی مین نہایت فصیح ترجمہ کیا تہا۔ رہتا تہا۔ ہارون الرشید نے انسپکٹر جنرلی کا عہدہ ایک مشہور رئیس الاطبا حکیم بختیشوع کو دے رکہا تہا۔ یہہ عہدہ اوّل حکیم موصوف کو۱؎ ہی ملا تہا بعد ازان اوسکے بیٹے جبریل کو سنہ ۱۷۵ھ مین عطا ہوا۔ جبریل کی تنخواہ دس ہزار درہم ماہوار تہی اور پانچہزار بہتہ تہا۔ یہہ تو خاص عہدہ کی تنخواہ تہی۔ دربار خلافت زبیدہ خاتون اور برامکہ وغیرہ کے یہان سے جو سالانہ مقرر تہا اوسکی تعداد کئی لاکھ تہی جسکی تفصیل خود جبریل کے کاغذات حساب سے علامہ ابن اصیبعہ نے نقل کی ہے۔

بختیشوع اور جبرئیل دونون باپ بیٹے عیسائی تھے اور انکو ہارون و مامون کے دربار مین وہ عزت حاصل تہی کہ امرا ووزرا اونکے دست نگر رہتے تھے۔ یہانتک بختیشوع کا بیٹا جبرئیل مالی لباس سواری وساز وسامان حشمت وشوکت مین خود خلیفہ کا مقابلہ کرتا تہا۔

اسی خلیفہ کے دربار مین یوحنا بن ماسویہ نصرانی سریانی کو بڑا اقتدار حاصل تہا اسکو خلیفہ

۱؎ الاسلام والنصرانیہ ص۵ رسائل شبلی۔

خبر معلوم ہوئی تو وہ اپنے لغو و رکیک خیالات سے باز آیا اور خلیفہ کے روبرو حاضر ہوکر سخن بافی شروع کی۔ عمر نے جب اوس سے خلافت ورزی کی وجہ دریافت کی تو اوسنے کہا۔ مجھکو آپکی خلافت کی مطلقاً خبر نہ تہی سلیمان کی وفات کی خبر سنکر مجھکو یہہ اندیشہ ہوا کہ مبادا ملک مین بدنظمی پہیل جاوے اور شاہی اموال واملاک لٹ جاوین اسلیئے مین نے ایسا ارادہ کیا۔ خلیفہ نے کہا کاش اگر تم خلافت کا دعوی کرتے تو مین تم سے ہرگز جھگڑا نہ مول لیتا اور نہ خانہ جنگی کرکے قومی کشت وخون کراتا بلکہ خانہ نشین ہوجاتا[1]

عمر بن عبدالعزیز اور ایک مدعی خلافت کی گفتگو

ہارون رشید نے علم طب ودیگر فنون کی قدیم کتابون کا عربی مین ترجمہ کرنے پر مامور کیا تہا اور وہ رشید کے زمانہ سے لیکر متوکل کے عہد تک یہی خدمت انجام دیتا رہا[2]۔

یہہ حکیم اپنے مکان مین درس ومناظرہ کی ایک شاندار مجلس ترتیب دیا کرتا تہا اور جسطرح کی مجلس مذاکرہ ہر علم وفن اور ہر ایک زبان کے علم ادب پر بحث کرنے کے لیئے یوحنا بن ماسویہ کے مکان پر منعقد ہوتی تہی ویسی اور کوئی مجلس شہر بغداد مین تو کیا تمام اسلامی قلمرو مین کہین نہین ہوئی تہی[3]۔ مامون رشید کے عہد مین ایک اور عیسائی فاضل مسمی یوحنا بطریق جو مامون کا خاص مصاحب اور گہرا دوست تہا علم طب اور فلسفہ کی کتابین ترجمہ کرنے پر امین مقرر کیا گیا تہا۔ سہل بن شاپور اور اوسکے بیٹے کی باوجودیکہ یہہ دونون عیسائی تہے بہت کچھہ قدر کیجاتی تہی۔ سابور بن سہل جندیساپور کے شفاخانہ کا اعلی طبیب تہا۔ خلیفہ معتصم باللہ عباسی کا طبیب سلمویہ بن لبان نصرانی نہایت معزز ومحترم تہا جسوقت اوسکا انتقال ہوا خلیفہ نے

[1] ابن خلدون۔ [2] رسائل شبلی۔ [3] رسائل شبلی۔

خلیفہ کی یہ سلامت روی و شائستگی و نیک مزاجی دیکھکر اوسنے آخر صدق دل سے توبہ کرکے بیعت کرلی۔ اسی زمانہ مین مسلمہ بن عبدالملک قسطنطنیہ کے جہاد پر مامور تھا اوسکو آپنے اور امام رجا نے بیعت کے لئے خط لکھا چنانچہ اوسنے بھی بہ اتفاق رائے اپنی فوج کے دارالخلافت مین حاضر ہوکر بیعت کرلی۔

فتوحات کا سیلاب آغاز سنہ ۹۹ھ لغایت سنہ ۱۰۱ھ

اس خلیفہ عادل کی طبیعت اگرچہ امن پسند و صلحجو واقع ہوئی تھی مگر اوسکی یہ صلح آمیز پالیسی اور رواداری قومی اتفاق تک محدود نہ تھی بلکہ وہ اپنے ہم قومون کے ساتھ

تحت اوسکا ماتم کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اسکو عیسائیون کے طریق پر دفن کیا جاوے۔ جسکے مبارک زمانہ عادلہ سے ملوا سے گئے تھے۔ حکیم بختیشوع بن جبرئیل ایکدن خلیفہ متوکل کے پاس گیا یہہ شاہی طبیب تھا۔ خلیفہ نے اوسے اپنے پہلو مین بٹھالیا۔ بختیشوع رومی حریر کی قبا پہنے ہوئے تھا جسمین پہلو کے قریب تھوڑی سی سیون کھلی ہوئی تھی۔ خلیفہ باتین کرتا جاتا تھا اور اوس شگاف کو انگلی سے چیڑ رہا تھا یہانتک کہ سیون کھلتے کھلتے خلیفہ کی انگلی چولی سے نیچے دامن کے قریب پہونچگئی اس اثنا مین خلیفہ متوکل نے طبیب مذکور سے دریافت کیا۔ تمہین کیونکر معلوم ہوتا ہے کہ خبطی اور سودائی شخص اب قید و بند رکھنے کا محتاج ہوگیا ہے بختیشوع نے جواب دیا ہان جبکہ وہ اپنے طبیب کی قبا کو فضول طریقہ پر چیر کر چولی تک پھاڑ ڈالے تو ہم اوسکو فوراً اوسیوقت رسیون مین جکڑ دینگے" خلیفہ متوکل یہہ

۱؎ ابن خلدون و تاریخ الخلفاء

[۱] کشت وخون کبہی روا اور پسند نہین کرتا تہا۔ بلکہ اوسکا پورا عمل رحماء بینھم والشداء علی الکفار پر تہا جیسا کہ اوسکے وہ کارنامے جو جہاد سے تعلق رکہتے ہین اسکو ثابت کر رہے ہین۔ جو لوگ اسکے قائل ہین کہ وہ جہاد کیجانب کم راغب تہا اونکی بڑی دلیل یہ ہے کہ مسلمہ بن عبد الملک روم کے جہاد سے واپس بلایا گیا اور اوسکے ساتھ کی کل فوجین واپس بلائی گئین اور طرندہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ ہمکو ان واقعات سے انکار نہین ہے مگر دیکہنا یہ ہے کہ لوگون نے اپنی غلط فہمی سے جو وجہ اسکی قرار دے رکہی ہے درحقیقت اسکی وجہ یہی ہے یا اور کوئی دوسری وجہ ہے۔

جواب سنکر ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔

ولید بن عبد الملک جسکی گردن پر سعید ابن جُبیر کا خون دہرا جاتا ہے اوسکے نسبت مورخین کا اتفاق ہے کہ اوسکا طبعی لگاو رفاہ عام کیجانب بہت تہا۔ اوّل اسی خلیفہ نے مہمانخانہ عام قائم کیا۔ ملک مین جسقدر اندہے۔ مفلوج تہے سب کی فہرست طیار و مرتب کرا کے اونکے وظیفے مقرر کئے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک خادم مقرر کیا۔ جذامیون کے روزینے مقرر کئے اور حکم دیا کہ گہر سے باہر نہ نکلنے پاوین۔ اسی سلسلہ مین شفاخانہ کی بنیاد ڈالی جو دمشق مین بنکر طیار ہوا تہا اور بہت سے طبیب وجراح علاج کے لئے مقرر کیے [۲] چنانچہ اسی زمانہ مین ماسرجویہ یہودی نے اہرن قس کا سُریانی زبان سے جو ترجمہ مروان کے زمانہ سے شروع کیا تہا اختتام کو پہونچایا اور یہ کتاب شاہی کتب خانہ مین داخل کی گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز

۱ رسائل شبلی ۲ رسائل شبلی۔

خلیفہ کے پیش نظر وہ سب واقعات تھے جو خلیفہ سلیمان کے زمانہ مین مسلمہ کی فوجی
ناقابلیت کیوجہ سے آخر سنہ ۹۹ھ مین وقوع مین آئے تھے اور اسکی کمان افسری
کے زمانہ مین محاصرہ نے اسقدر طول پکڑا تھا کہ اہل فوج وہان کاشتکاری کرنے پر
مجبور ہوگئے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ سادہ لوح مسلمہ نے اپنے دشمن کے دم پٹی
مین آکر سارا کمسریٹ کا کمسریٹ جلا کر خاکستر کرا دیا تھا چنانچہ جب آپنے قسطنطنیہ کی مہم
مسلمہ کے ہاتھون سر ہوتے نہ دیکھی اور اوسکی ناقابلیت نے تمام فوج مین عام نفرت
پھیلا دی تو آپنے دوسری جانب سے حملہ کرنیکا حکم دیا جیساکہ علامہ ابن خالدون

نے اپنے عہد مین اس ترجمہ کی عام اشاعت کرائی۔ اسکے علاوہ اس خلیفہ نے اور بڑی بڑی
عالیشان و بیلک عمارتین اپنے عہد مین تعمیر کرائین۔ مسجد اقصیٰ و مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر عمل
مین آئی۔ دمشق کے گرجا یوحنا کو جامع مسجد مین شامل کرایا۔ اور دوسری عمارتین اس خلیفہ
کی یادگار ہین[1] اور اندھون کے تعلیم کا طریقہ ایجاد کرکے رواج[2] دیا۔

سنہ ۸۶ھ مین جب یہہ خلیفہ حج کرنے گیا تو یہہ واقعہ پیش آیا کہ سعید ابن مسیب سے حضرت
عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ آپ مسجد سے ہٹ جاوین لیکن اونھون نے یہہ کہکر ٹالدیا کہ جب
وقت آویگا مین چلا جاؤنگا۔ آخر کار خلیفہ مسجد مین داخل ہوا اور اوسنے جب قبلہ کیطرف التفات
کیا تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے۔ پوچھا کیا یہہ سعید ہین عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہان مگر انکی حالت
بہت ردّی ہو رہی ہے۔ بصارت مین ضعف آگیا ہے۔ حضور کو دیکھتے تو کھڑے ہوجاتے

---

[1] رسائل شبلی۔ [2] الندوہ۔

اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۹۳ مین رقم فرماتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابن ہبیرہ کو روم پر آرمینیہ کیجانب سے حملہ کرنیکو روانہ کیا۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے بڑی کامیابی حاصل کی اور رومیون کے سات سو آدمیون کو ایک خونریز لڑائی کے بعد گرفتار کر لایا۔ خلیفہ سلیمان کے زمانہ کی روم پر فوج کشی کے ابن خلدون کی تحریر کے مطابق یہہ واقعات ہین۔ کہ جب بادشاہ روم کا ۹۸ھ مین انتقال ہوگیا الفون یا (الیون) نے دربار خلافت مین حاضر ہوکر اسکی اطلاع دی اور روم کے مفتوح کرانیکا بیڑا اوٹھایا

اور بشرور سلام کرتے۔ خلیفہ نے کہا مجھپر انکی حالت پوشیدہ نہین ہے مین خود اونکے پاس جاونگا۔ چنانچہ ہر طرف مسجد کو ملاحظہ کرتا ہوا خلیفہ اونکے پاس پہونچا اور کہا کیف انت ایہا الشیخ (آپکا مزاج کیسا ہے اے شیخ) سعید نے جواب دیا الحمد للہ فکیف امیر المؤمنین (کیف حالک) (شکر خدا کا مین بخیریت ہون تم کیسے ہو اور تمہارا حال کیسا ہے) اسکے بعد خلیفہ نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا ھذا بقیۃ الصالحین (یعنی صلحاے سلف کی یہہ چند پاکیزہ صورتین یادگار رہ گئی ہین) ان کے علاوہ اور دوسرے علما کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جنمین امام زہری۔ میمون بن مہران مکحول۔ وابو قلابہ وغیرہم تھے۔ یہہ خلیفہ بڑا متواضع نفیس مزاج کشورستان گذرا ہے۔ اندلس کاشغر سندہ۔ اور ہند کے اکثر شہر اسی کے وقت مین مفتوح ہوے۔ سبزی فروشون کو حکم عام دے ہوے تھا کہ تم اپنے میوونکی قیمت دو چند لیا کرو۔[1] برخلاف اسکے معترض کے اعتراض کا نمبر پنجم ملاحظہ ہو اب ہم اون اعتراضون کا جواب نمبر وار جو مصنف تمدن عرب نے

[1] ابن خلدون ملاحظہ ہو

تب سلیمان بن عبدالملک یہہ سن کر وابق سے چلا آیا اور دار الخلافت پہونچکر اوسنے ایک عظیم الشان لشکر اپنے بھائی مسلمہ کے ساتھ قسطنطنیہ کیطرف روانہ کیا۔ قسطنطنیہ روانہ ہوتے وقت مسلمہ نے لشکریون کو حکم دیا کہ دو دو مد (ایک پیمانہ ہے) غلہ اپنے ہمراہ لیتے چلین اور لشکرگاہ مین لیجاکر جمع کرین۔ بس بات کی بات مین پہاڑون کیطرح غلہ کا انبار جمع ہوگیا۔ پھر لکڑی اور پتھر سے لشکریون نے رہنے کے لئے مکانات بنائے اور کاشتکاری کرنے لگے۔ ساتھ ہی اسکے محاصرہ بھی

بالتخصیص تاجداران بنو امیہ اور اونکے عمال پر کئے ہین۔ دیتے ہین۔ (۱) ہم معترض سے پہلے یہہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ فتوحات کے ابتدائی زمانہ مین تاریخ عالم کے ہر قوم کے بادشاہون مین کوئی ایسا بادشاہ و کشورستان گذرا ہے کہ جسنے قتل عام کے اصول کی پابندی ترک کردی ہو اور اوسنے رعایا کے مرعوب بنانے اور فتنہ و فساد کے دبانے کی غرض سے یہہ طرز عمل نہ اختیار کیا ہو۔ کیونکہ اس صورت کے اختیار کرنے سے یہہ نتیجہ ہوتا ہے کہ رعایا کا بڑا گروہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ رعایا کے دلونمین سلطنت کا خوف غالب ہوجاتا ہے اور وہ امن و امان کیطرف مائل ہوکر بغاوت و سرکشی سے باز آجاتے ہین چنانچہ چنگیز۔ بخت نصر۔ تیمور۔ نادر۔ سکندر۔ ولیم۔ جو دنیا مین بہت بڑے فاتح اور نامور کشورستان گذرے ہین اون سب کا یہی دستور العمل رہا ہے۔ ان فاتحون کو چھوڑکر مذہبی لڑائیون پر اگر نظر ڈالو تو وہ اسنے زیادہ خونبین رنگی نظر آوینگی۔ عیسائی فاتحان بیت المقدس۔ اور عیسائی فاتحان اندلس نے امن عامہ کی آڑ مین انسانی قربانی کا جو خوفناک سین دکھلایا ہے وہ تمام تاریخون کے اوراق مین آجتک

قایم رہا عساکر اسلامیہ نے گرمی اور جاڑہ وہین تمام کیا کہیتی اور لوٹ مار کا غلہ صرف کرتے تھے اور انبار شدہ غلہ بدستور جمع رکھہ چھوڑا تہا۔ اہل قسطنطنیہ جب طول محاصرہ سے تنگ آے تو اونہون نے فی نفر ایک دینار جزیہ دینے پر مصالحت کی خواہش ظاہر کی مسلمہ نے نامنظور کیا تب اونہون نے الفون سے سازش کر کے یہہ کہلا بہیجا کہ اگر تم اپنے کہیتون اور غلہ کو جلا دوگے تو رومی یہہ یقین کر کے کہ تم اونسے ضرور بالضرور جنگ کروگے شہر سے باہر آجاوینگے۔ اوسوقت تم نہایت آسانی سے

محفوظ دیاد گار ہین۔

مورخین بیت المقدس کا بیان ہے کہ جب گاڈوفرے اور صلیبی جنگجو پہلے بیت المقدس مین داخل ہوے تہے تو گھٹنون گھٹنون تک مسلمانون کے خون مین ڈوبے ہوئے تہے اور ستر اسی ہزار مسلمان محض مسلمان ہونے کے جرم مین صرف مسجد اقصی مین ذبح کر ڈالے گئے تہے۔ یہہ تعداد علاوہ اون مسلمان مقتولین کی بیشمار تعداد کے ہے کہ جو شہر مین بہیڑ بکری کیطرح ذبح کیے گیے۔

مورخین اسپین کا بیان ہے کہ تیس ہزار سے زیادہ مسلمان اندلس کی فتح کے وقت عیسائیون کے ہاتھہ سے پہلی لڑائیون مین کام آیے۔ اور تقریبا پچاس ہزار خاص صوبہ الیکزا مین اوسدن تک کہیت رہے جبکہ مسیحی رسولون اور شہیدون کی عزت مین ڈون جون نے کمبخت بیکس مسلمانون کو ذبح کر کے تہوار منایا۔ یہہ تہوار ڈی آف آل سنٹس (یعنی تمام بزرگان دین کا یوم فاتحہ) کے نام سے مشہور ہے جو پانچوین نومبر ۱۵۷۰ء کو ہوا تہا۔ اور جو مسلمان اس

اونکو گرفتار کر لوگے اور بحالت موجودہ مین وہ یہ سمجھے ہوئے ہین کہ جب تک
تمہارے پاس غلہ ہے اور تم کاشتکاری کر رہے ہو تب تک صف آرائی
نکروگے۔ سادہ لوح مسلمہ نے اس دم ہی مین آکر کہیتون اور غلہ کے انبار کو جلوا دیا
جس سے رومیون کو لڑائی کا کافی موقع ملگیا کیونکہ مسلمہ کی فوج اسوقت
بے دست و پا اور بے رزق ہو چکی تہی اور قوت لا یموت سے ہاتھ دہو چکی تہی بہوکون
مرنے لگی تہی فاقہ پر فاقہ کی نوبت اونپر طاری ہو چکی تہی عام طور سے فوج مین سراسیمگی

قتل عام سے بچے اونکو اس تدبیر سے جلاوطن کیا۔ کہ اول سب کو ایکبار اسپین سے باہر نکالکر تمام دردون اور
ناکون پر پہرے کہڑے کئے گئے تاکہ "خشت وطن" کی مقناطیسی کشش کسیکو پہر نہ کھینچ لائے۔ اور
پہر ایک جبری دستہ کی منتخب حراست مین بندرگاہون کیطرف چلتا کیا۔ خانہ برباد جلاوطن مسلمانونکے
قافلے اسپر بہی صحیح سالم منزل کو نہ پہونچ سکے۔ اکثر بدنصیب صعوبت سفر۔ شدت فاقہ اور
بے برگ و نوائی سے بیتاب ہوکر راستہ ہی مین غربت کے نذر ہو گئے۔ کیونکہ اس ریگستان مین
دریوزہ گری سے بسر اوقات ممکن تہی۔ لیکن محنت و کشاورزی سے ممکن نتہی۔ اور جب فرانس
پہونچے تو فرانسیسون کی تضحیک اور سرد مہریون کا نشانہ بنے۔ گو یہ سچ ہے کہ ہنری ہشتم نے
اونکو اسلئے غنیمت سمجہا کہ اسپین مین اپنے ہتکنڈے دکہلانے کے لئے وہ ایک کٹھ پتلی تہے
لیکن اس جلاوطنی کا سلسلہ سنہ ١٦١٠ء تک برابر جاری رہا۔ اور قریبًا پانچ لاکہ مسلمان جلاوطن و خانہ برباد
ہوئے۔ کہتے ہین کہ غرناطہ کے خاتمہ سے لیکر سترہوین صدی کے عشرہ اول تک تیس لاکہ
مسلمانون کو دیس نکالا ملا۔ اسکے علاوہ ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈی نینڈ کے فرمان کے مطابق

پیدا ہوگئی تہی گہوڑون اور کہالون اور درختون کی تہیون پر گذر کرنا شروع کر دیا تہا۔ سلیمان
اس زمانہ مین وابق مین آگیا تہا۔ غریب الوطن عساکر اسلامیہ کو کمک نہ بہیج سکا یہانتک کہ
مرگیا۔ بہرحال مسلمہ کو گرفتار مصیبت دیکہکر عیسائیون نے حملہ کر دیا۔ گو کہ مسلمہ کی جماعت
قلیل بے نان و نفقہ بہوکی و پیاسی تہی لیکن کمال مردانگی سے اوسنے سینہ سپر ہوکر مقابلہ
کیا اور صرف مقابلہ ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اونکو ہزیمت دیکر اونکے شہر سقالیہ پر قبضہ کرلیا۔ اسی
سنہ کے آخر و اوائل ۹۹ھ مین ولید بن ہشام اور داؤد بن سلیمان نے روم پر حملہ
کیا چنانچہ داؤد نے قلعہ مراۃ کو جو ملطیہ کے قریب تہا دوبارہ فتح کرلیا۔ اب ۹۹ھ مین

نہین معلوم کتنے مسلمان پہر عیسائی بنالئے گئے۔ کارڈینل زمینس نے عیسائی بنانے
وقت جو جبر و تشدد اختیار کیا تہا اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام غرناطہ مین بغاوت پہیل گئی مگر عیسائی
اس سے باز نہین آئے۔ وہ فرمان جو اس وقت نکلا اور شاہ فرڈی ننڈ نے جاری کرایا تہا اوسکا مضمون
یہ تہا کہ تمام مسلمان جلا وطن ہو جاوین۔ یا عیسائیت قبول کرین۔ یا قتل کر دیئے جاوین۔
اس سے بڑہکر یہ حکم دیا کہ مسجدین منہدم کر دیجاوین اور لاکہون کتابون کو جو مسلمانون کا علمی سرمایہ
تہا سب جلا کر خاکستر کر دیجاوین۔ افسوس انکو انجیل مقدس کی تعلیم دیتے ہین وہ انجیل جسکے ہر ایک
فقرہ سے سلامت روی اور ملحوظی کی تاکید ٹپکتی ہے۔ شاہ فرڈی ننڈ و ملکہ ازابلا نے نہایت
سخت جابرانہ طریقہ اختیار کیا اور یہودیونکو بہی جو مسلمانون سے کم مظلوم نہ تہے طرح طرح کی تکلیفین

سسلی۔ عیسائی مورخین کہتے ہین کہ [illegible] جزیرہ صقلیہ (سسلی) پر آخر ۹۸ھ سے شروع ہوئے
مسلمانون کے حملے شروع ہوئے [illegible] عیسائی اس موضع پر حضرت عمر فاروق پر کتب خانہ
اسکندریہ کے جلانے کا بیجا الزام لگاتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے اولاً مسلمہ کو جن دنون وہ سرزمین روم مین تہا جہاد کرنے کا حکم دیا اور ساتہی اسکے رسد اور گھوڑے اور بار برداری کا پورا سامان کثیر التعداد مسلمانون کے ساتہہ وہان روانہ کیا اور دوسری فوجون کو اونکی امداد و کمک کی فہمائش کی بعد ازان اہل طرندہ کو ملطیہ کے جانب جانے اور اوسکے ویران کرنیکا حکم صادر کیا اس سے پیشتر عبد اللہ بن عبد الملک نے مسلمانون کو طرندہ مین ٹہرایا تہا اور اہل جزیرہ سے یہ اقرار لے لیا تہا کہ موسم سرما مین تا انقضاے سرما اوسکے پاس آکر قیام کرینگے

دین آخر یہ سمجہکر کہ بہ نسبت گھربار کے مذہب کا بچانا آسان ہے اکثر لوگ عیسائی ہوگئے۔ عربی وقایع نگار افسوس کے ساتہہ اس فقرہ پر کتاب تمام کرکے گویا ہمدردی کا آخری آنسو ٹپکاتا ہے اللہ تعالے کی مرضی نہ تھی کہ اونکو فتح و نصرت نصیب ہو۔ پس وہ ہر طرف مغلوب و مقتول ہوے۔ اور بالآخر ملک اندلس سے نکالے گئے۔ یہ مصیبت ہمارے زمانہ مین سنہ ۱۰۱۱ھ کے اندر اونپر آئی۔ بیشک خدا ہی کے قبضہ مین تمام ملک اور سلطنتین ہین وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ[1]

سکندر جو بڑا فاتح و کشورستان گذرا ہے آخر اوسنے جب شام مین شہر صور فتح کیا تو کسو جہ سے قتل عام کا حکم دیدیا تہا! اور کیون ایکہزار شہریون کے سر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیئے تہے! اور کیون تیس ہزار باشندون کو لونڈی غلام بناکر بیچڈالا تہا! اور کیون جو لوگ آزادی پسند اور قدیم باشندے تہے اونمین سے ایک شخص کو بھی زندہ نہین چھوڑا تہا۔ مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ صور والے عرصہ تک

[1] دیکھو تاریخ اندلس۔

چونکہ یہ چھاؤنی بلاد روم سے بہت زیادہ ملحق و متصل تھی اور اُسپر ہر دن حملہ کے خطرات رہا کرتے تھے اسوجہ سے عمر نے ویران کرا دیا۔ اور ملطیہ پر جعونہ بن حرث کو (بنی عامر بن صعصعہ سے) مامور کیا۔ اور سنہ ۱۰۰ھ میں عمر بن عبد العزیز نے ولید بن ہشام معیطی اور عمرو بن قیس کندی کو صائفہ (اہل مغرب) کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم نافذ کیا اور سب سامان رسد کا اونکے ساتھ کر دیا اور یہ ہدایت زبانی کی کہ لشکر کی پیشروی نہ اختیار کرنا ورنہ قتل ہو جاؤگے اور نہ پیچھے پونا ورنہ نامرد و بزدل کہے جاؤگے

[illegible]

گرم بیکار رہے تھے اسلئے سکندر نے اس اڑائی کی خواہش نہ باعث فتنہ انگیز اور آزادی پسند گروہ کے اشتعال و ترغیب کو سمجھ کر جانا اور چونکہ اِن کی فتوحات اور ایشیا نہ ورود کے وقت مفسدہ پرداز جماعت اور عوام میں بہ شکل ہو جاتی سب اسلئے اس نے قتل عام کا حکم دیدیا۔ اسیطرح فارس میں جب اصطخر کو فتح کیا تو تمام مردوں کو قتل کرا دیا۔ اسکے علاوہ جب تھیبز والون نے بغاوت کی تو سکندر نے ایک بڑا فوج ادھر کو بھیجا جنسے بڑا ہنگامہ قتال گرم کرایا کہ جسکی تفصیل مین قلم خون رو دیتا ہے۔ سکندر کی فوج مین بہت سے تھیلین یا تھیلین اور بوائشین لوگ تھے اپنی قدیم عداوت کو یاد کرکے ایسے غیظ و غضب سے بھرا ہوا تھے کہ شہر مین قتل عام کرنا شروع کر دیا جو سامنے آیا اوسکو جانے نہ دیا عورتوں کے ندی نالے بہ گئے جنہوں نے مقابلہ بھی نہین کیا تھا اونکو بھی شمشیر کے گھاٹ سے اوتارا گیا۔ اور جو مندروں میں عورتوں سے دعائین مانگ رہے تھے وہ بھی

۱؎ یہ مقام ابنا (چھاؤنی) کا تھا اور روم کی سرحد پر واقع تھا۔ اسلامی مورخین صائفہ سے مراد ان لڑائیون سے لیتے ہیں جو گرمی کے موسم مین سرد ملک والون (اہل مغرب) سے کیجاتی ہیں (الفاروق) (طبری)۔

اپنی جگہہ وسط لشکر مین رکہتا - اور ایسی بلند و فراخ جگہہ اپنے لئے تجویز کرتا کہ تمہاری آواز فوج کے کان تک پہونچے اور مسلمہ کی فوجی نا قابلیت دیکہکر اوسکو واپس طلب کرلیا' علامہ کے اس بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے سادہ لوح کے ہاتہہ کسی فوج کی کمان دینا جو لڑائی کی گہاتون سے نابلد محض ہو فتوحات کے بجاے خود اپنی فوج کو ہزیمت دلانا اور تباہ کرنا ہے - پس بربناے اسکے خلیفہ نے مسلمانونکی فاقہ کشی اور اونکی بے سروسامانی پر نظر کرکے رسد کا پورا

اونکے خنجر برّان سے نہ بچے - غرض عورت تہوڑی نہ بچے - سبکو تہ تیغ بیدریغ کردیا - مقتولون کی تعداد کا تخمینہ ساٹہہ ہزار کیا گیا ہے اور قریب بیس ہزار کے غلام بنا کر فروخت کردیے گئے - مندرون کے سواے تمام شہر کے مکانات منہدم کراے گئے - اور شہر تہبنر اسوقت کہنڈر کا ایک ٹیلہ معلوم ہونے لگا مورخین کا بیان ہے کہ سکندر کا یہہ قتل عام باغیونکی عبرت کے لئے بہت عمدہ نمونہ ہوگیا اور واقعی یہ راے اوسکی ایسی ٹہیک نکلی کہ یونان والو سکے دلمین ایسا رعب چہاگیا کہ پہر کسی مخالف نے سر نہ اوٹہایا اور نہ بغاوت پر کبہی کوئی آمادہ ہوا - اسیطرح کی اور بہی بیرحمیان اوسکے کارنامون مین مسطور ہین - اسکی علاوہ چنگیز وغیرہ کی خونریزیان قتل عام ایسی عالمگیر شہرت اختیار کرچکے ہین کہ اوسکے بیان کی چندان حاجت نہین - اسلئے ہم قلم انداز کرتے ہین - مسلمانون کے زمانہ مین خلفاے راشدین کا دامن اگرچہ قتل عام کے ناپاک دہبہ سے پاک ہے لیکن تاریخین بتلاتی ہین کہ دور اول ہی سے باغیون کے عناد کے ظہور کی بنیاد پڑچکی تہی اور اون معاندون اور مخالفون نے اپنا دلی بخار مختلف طریقون سے نکالنا شروع کردیا تہا جسکا ایک ادنی مواد فاسد یہ تہا کہ بڑے بڑے اولوالعزم و ذیشوکت

سامان تو وہان روانہ کیا اور افسران فوج کو اونکی کمک کیواسطے بھی لکھا مگر مسلمہ کو بولا بھیجا۔ طرنده کے جلاوطن بین جو مصلحت مستتر تہی وہ بہی علامہ کے بیان سے واضح ہوتی ہے۔ ہم تاریخون مین پڑہتے چلے آئے ہین کہ جنگی مصلحتون کے لحاظ سے ایک جہاد چہپاونی کیا بلکہ ہزارون گانون یورپ کے بادشاہون نے جلاکر خاک سیاہ کرڈالے ہین رچرڈ شیردل اور سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے جنگ صلیبی کے واقعات ناظرین ملاحظہ کرلین۔

سکندر صولت۔ وداع ہم خلفا کو اسکے ناپاک وقہار ہاتھون سے جام شہادت پینا نصیب ہوا اسلئے اونکے آئندہ جانشینان ان خطرون اور باغیون سے بچنے کے لئے طرح طرح کے طریقے بہی ایجاد کرتے رہے اور اونکو بیخ وبن سے اوکہاڑنے اور اونکے میل جول کرنیکی بہی فکرین کرتے رہے۔ امیر معاویہ نے مسجد مین جو حجرہ کی ایجاد کی تہی وہ اسی اصول موضوعہ کی ایک شکل ہے۔ عبد الملک کا زمانہ تو ہر طرف سے دعویداران سلطنت کا جولانگاہ بنا ہوا تہا اسلئے اوسنے اپنی ذات کو محفوظ رکہنے کے لئے حجابت کا صیغہ قایم کر رکہا تہا اور عوام کو اپنے پاس آنے جانے کی قطعًا ممانعت کر رکہی تہی مختار بن عبید عبد اللہ ابن زبیر محمد بن سعید عبد الرحمن بن اشعث وغیرہم وہ لوگ تہے جنہون نے بنی امیہ کی سلطنت کو مٹانے کی حلف او ٹہار رکہی تہی۔ پس اگر مذکورہ بالا تدابیر

لے حجرہ کی ایجاد کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ امیر معاویہ پہلے مسجد مین نماز پڑہنے جایا کرتے تہے۔ ایکدفعہ جب آپ صبح کو نماز پڑہنے گئے تو بُرک بن عبد اللہ خارجی نے آپ پر حملہ کیا جس سے آپ زخمی ہوگئے تبسے آپنے مسجد مین ایک چہوٹا سا کمرہ بنوالیا انکے بعد کے خلفانے اسکو نگہبانی کیلئے ضروری سمجہکر شدت سے اسکی تقلید کی چنانچہ اوائل عہد بنی عباسیہ مین یہ طریقہ برابر جاری رہا۔

فرانس پر جہاد

ایدہر اسی سنہ ۹۹ھ کے آخر مین روم پر حملہ ہو رہا تہا ادہر دوسری طرف سے بہی سرزمین یورپ پر اعلی پیمانہ پر جہاد کی طیاریان ہو رہی تہین - علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد ۴ مین اس فوج کشی کے متعلق صرف اسقدر اجمالی کیفیت لکھکر خاموش ہو جاتے ہین کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے سنہ ۱۰۰ھ مین سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا گورنر مقرر کرکے بہیجا اور ایک دوسرے مقام پر اس لفظ سمح کو

تلوار کے ذریعہ سے انکی مدافعت نہ کیجاتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بغاوتین چند دنون مین فرو ہو جاتین یا وہ بنو امیہ کی سلطنت کے پرخچے اوڑا دیتے ہین کارگر و کامیاب ثابت ہوتین -

سوڈان، ٹرانسوال، مراکو، بلقان، ہسپانیہ اور سرحدی لڑائیون مین ان تدابیر کے سوا اور کن ایسے ذرائع اور تدبیرون سے کام نکالا گیا تہا اور نکالے جاتے ہین کہ جنکے سبب سے وہ باغی سرنگون اور مطیع ہوئے اور ہوتے ہین - پس جبکہ سلاطین ماضیہ کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک تمام سلاطین کا یہی دستور العمل رہا ہے اور ہے تو کیون عبد الملک پر یہہ الزامات گڑہے جاتے ہین - اور کیون اوسکے بیٹیون کو بدنام کیا جاتا ہے - یہہ ایک قاعدہ کلیہ اور مسلم مسئلہ ہے کہ فاتح اکثر سلطان طبعاً شجاع اور سخت دل ہوتے ہین اور اسی کے ساتھ تفکرات کے ہجوم کے سبب شروع انقلاب کے زمانہ مین اونکی طبیعتین عوام کیجانب سے بیحد مشکوک ہو جاتی ہین - خاصکر اوس حالت مین کہ جب تسلط کے بعد جابجا بغاوتین ہونی شروع ہو جاتی ہین چنانچہ اوسوقت اونکے شک کا تہرمامیٹر اسدرجہ چڑہ جاتا ہے کہ اونکے قدم قدم پر وہم و اشتباہ کی دیوار حائل نظر آتی ہے حتی کہ وہ اپنے خالص مصاحبین اور اپنی

اسے لکہا ہے) اور عیسائی مورخین اسکو اُشّس لکہتے ہین اور اسکی مردانگی کیوقت مالی
فوجی۔ ملکی کل اختیارات عطا فرمائے چنانچہ اس نے جب اندلس پہونچا تو اوسنے وہان
خلیفہ کے حکم کے مطابق رعایا سے خمس مالگذاری وصول کیا اور قرطبہ کے پل
کو از سر نو مرمت یا تعمیر کرایا بعد ازان سنہ ۱۰۱ھ مین ممالک فرانس پر جہاد کے
غرض سے فوجین مرتب کین اور نہایت مردانگی سے حملہ آور ہوکر عین میدان
جنگ مین شہید ہوگیا چنانچہ بعد اسکے اہل اندلس نے بجائے اسکے عبدالرحمن

اولاد سے بہی بعض اوقات بدظن ہوجاتے ہین۔ عبدالملک کے زمانہ کی یہ خاص خصوصیت تہی
کہ چارون طرف سے دعویداران سلطنت کے اوٹھ کہڑے ہونے سے اوسوقت کی تمام
دنیا اوسکی نظرون مین خار کیطرح کہٹک رہی تہی۔ اور اوس زمانہ کے تمام عمال وحکام کا خواص
عوام سبکو مشتبہ نظرون سے دیکھنا حق بجانب بہی تہا کیونکہ قلوب کی صحیح حالت کا اس تلاطم خیز طوفان
حوادث کے زمانہ مین پتہ چلانا اونکی قوت اختیار سے باہر تہا۔ گو کہ اسکا اونہون نے معقول
انتظام کر رکہا تہا اور کروڑون روپیہ جاسوسون اور پرچہ نویسون کی تنخواہون مین بیدریغ صرف کرنا
اونکا شعار ہوگیا تہا۔ اور عوام کو اپنا مطیع ومنقاد بنانے کی غرض سے انعامات وعطیات سے
مالامال کرنا اونکا ذاتی شیوہ ہوگیا تہا تاہم اونکو باغیون کا کافی پتہ نہین چلتا تہا۔ اسلئے اگر اونہون
نے قتل عام کا حکم دیدیا یا مشتبہ رعایا کو ملک بدر کردیا یا اونکو قتل کرادیا۔ یا اونکے اموال واملاک
کو ضبطی مین لائے یا جن لوگون نے باغیون کا ساتہہ دیا تہا اونکو کیفر کردار کو پہونچایا جیسا کہ موالیون کو
ابن اشعث کے ساتہہ دینے سے گہربار و مال ودولت سے محروم الارث کردیا تہا۔ تو یہ سب باتین

بن عبد اللہ غافقی کو اپنا امیر بنا لیا ۔

مولوی امیر علی صاحب اپنی تاریخ الاسلام مین اس لڑائی کا حسرتناک سین ناظرین
کے روبرو بشرح و بسط اسطرح پیش کرتے ہین کہ ۱۹۱ع مطابق سنہ ۱۰۱ھ مین عمر بن
عبد العزیز نے اندلس کی بد عملی سے تنگ آکر اور الجسر یہ کی ناقابلیت دیکھکر
اوسکو گورنری سے برطرف کر دیا اور بجاے اوسکے ایک شخص السمح بن مالک
خولانی یمنی کو روانہ کیا ۔ السمح ایک منتظم اور بہادر شخص تہا اوسکو خزانہ کی درستگی اور
خمس لینے کی بہی اجازت دیگئی ۔ خلیفہ کے حکم سے السمح نے ملک کی مردم شماری

ایسے وقت مین کون کہہ سکتا ہے کہ داخل ظلم ہین ۔ ہان اسطرح مین اگر کوئی بات داخل ظلم ہو سکتی
ہے تو یہ ہے کہ حجاج وغیرہ نے بعد امن و تسلط کے بہی باغیون اور مشتبہ لوگون کے ساتھہ
لاکھون اون بیگناہون کو بہی خاک کا پیوند اور آٹے کے ساتھہ گھن کا مصداق بنا دیا کہ جنکے جرمونکی
امن کیحالت مین تفتیش کر لینی اور انکی سزاؤن مین تاخیر و توقف کر رکھنا شرعًا و عقلاً و عرفًا ہر طرح
اونکو واجب و ضروری تہا ۔ یا عادتًا بعض وقت اونہون نے خفیف خفیف جرمون پر سزاے
موت کو روا رکہا اور جرم کی نوعیت پر مطلقًا خیال کیا ۔ اور خاص کر یہ لوگ اون روشن خیال با عظمت
سراپا برکت طبقہ کے علما سے قطعی خایف و ہوشیار و بدظن رہے کہ جنکو عوام اپنے وقت کا
مذہبی امام اور دین کا پیشوا اور قومی لیڈر جانتے تہے اور حقگوئی مین ضرب المثل و نادرہ روزگار
تہے اور جو درحقیقت بنو امیہ کی حکومت کو مغصوبہ حکومت اور ظالم گورنمنٹ خیال کرتے تہے ۔ چنانچہ
یہ لوگ انکی خفیف خفیف خطاؤن اور جرمونکی تلاش مین غایت درجہ مستعد و اور اونکی چالون کو

کے ساتھہی سارے جزیرہ نما کی پیمایش کی شہر دریا پہاڑ سمندر زمین اور پیداوار کی قسم کاشت کرنے کے وسائل بالتفصیل ایک کتاب مین درج کئے سارا گوسہ مین ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی اسپین مین امن کا تسلط کرکے الشمس عبد عباسیون کی بغاوت فرو کرنے کی جانب مائل ہوا باغیون کو شکست ہوئی اور وہ استطورہ کے پہاڑون مین جاکر پناہ گزین ہو گئے لیپٹم کا شہر فتح کیا گیا اور لوریون نے اطاعت قبول کی اور وشہون نے اوسکی تقلید کی

پولیٹکل احاطہ مین لانے کے لئے بیان تحریر و تقریر کیا کرتے تھے اور بعضون کو مفروضہ و مخترعہ خفیہ منصوبہ جات کے پرادہ [illegible] اون لوگون پر [illegible] کی انتقامی رپورٹ پر سخت سی سخت سزا دیکر سلطنت کا رعب اوس [illegible] دلون مین بٹھانے کی کوشش کیا کرتے تھے اور بعض اکابر علما کی (کہ جو بالکل [illegible] و تارک الدنیا ہو [illegible] اور خلوت گزین ہوچکے تھے اور اپنی زندگی رفاہ عام کے کامون کے لئے وقف کئے ہوئے تھے اور ملکی معاملات مین دخل دینا گناہ سمجھتے تھے) نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے خفیہ پولیس مقرر کئے ہوئے تھے جس سے اونکا اونکے چشمہ فیض کے بند کرنے کے علاوہ [illegible] اور آزادی رائے کے راستہ کو بھی مسدود و مسدود کرنا عین مقصود سلطنت خالی تہا جو انتہا ظلم و خلاف شرع و خلاف عقل اور خلاف مصلحت تہا جسکے خون کے قطرون سے اونکا دامن ہمیشہ نجاست آلودہ اور ناپاک رہے گا۔

[illegible] اور قندلی اور طبعی [illegible] جیسا سرد و گرم سخت اور ملائم ہوتا ہے یا جس زمانہ مین جن طبیعتون [illegible] کے لوگ ہوتے ہین ویسا ہی اخلاق اور اوس زمانہ مین غالب ہوتے ہین اسلیکے

نور بون چونکہ شہر کیطرف سے حملے کے لئے کہلا ہوا تہا اوسکو خوب مضبوط و مستحکم کیا گیا اور اوسمین فوج مقیم کی گئی۔ اسکے بعد الشمس ٹو تور کیطرف بڑہا اور اوسکا محاصرہ کیا مگر نور بون مین فوج کا ایک حصہ مستقیم کرنے کی وجہ سے اوسکی ماتحت فوج تہوڑی رہ گئی۔ بہتیترا سکے کہ الشمس پہر آخری حملہ کرکے مسخر کرے انگلوٹین کا نواب بنڈہی بیشمار فوج لیکر آن پہونچا۔ مخالف کے دس حصہ زیادہ فوج نے اوسکو گہیر لیا اور وہ دشمنون کے بیچ مین گہر گیا۔ ایک طرف شہر کی فوج۔

علاج اور اصلاح کے مطابق وہ حکیم مطلق اوس مصلح بار اجبار ہر یا حاکم و بادشاہ کو قوت و طاقت اور اصلاحی مادہ ودیعت کرتا ہے۔ تاکہ وہ قوت اور اصلاح اوس زمانہ کے حسب حال اور موافق ہو۔ بربنائے اسکے دنیا کی جتنی قومون کو اسوقت تک تخت سلطنت پر جلوس کرنیکا موقع نصیب ہوا ہے وہ سب کے سب اسی قانون فطرت کے تابع تہین۔ خلفائے بنو امیہ کے دور اولین کے لوگ چونکہ غدارانہ اور آزادانہ خیال و باغیانہ دل و دماغ کے تہے اسلئے زمانہ کی اقتضا کے موافق عبد الملک و ولید سے حکمرانون اور حجاج۔ قتیبہ۔ عقبہ۔ جراح۔ یزید بن ابی مسلم وغیرہم سے چند جرنلون کا ملکی مصلحتون اور ضرورتون کے لحاظ سے بہی ہونا ضرور تہا۔ کیونکہ بغیر ایسی زبردست قوتون کے عوام کا اونکے قبضہ اختیار مین آنا۔ یا نظام سلطنت کا اپنے اصلی مرکز پر برقرار رہنا۔ یا دنیا مین امن و آمان قایم ہونا ایک امر موہوم تہا۔ اور زمانہ کی رفتار و رعایا کی قوت کے لحاظ سے ان جرنلون اور بادشاہون کا تشدد پسند اور سخت دل ہونا اور اوس زمانہ کے قوانین کا سخت گیر اور آہنی شکنجہ ہونا اوس دور کا ایک لازمی خاصہ اور طبعی اقتضا تہا جسمین خود فطرت کا

دوسرے طرف نواب کی فوج عجیب مصیبت کا سامنا تھا۔ مگر بہادر عرب بڑی بیجگری سے لڑتے رہے یہانتک کہ سرداران فوج نے قیاموں کو توڑ ڈالا اور مرتے مارتے بیدریغ قتل کئے گئے۔ اس زمانہ کے عرب جیالوں کی ایسی ہی تعریف کیجاتی ہے جیسی نپولین کے اولڈگارڈ (پرانی فوج) کی کیجاتی ہے۔ وہ لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کرگئے مگر ہتھیار نہ ڈالے۔ لڑائی سخت خونخوار ہوئی۔ اور فتح بہت عرصہ تک مشتبہ رہی۔ مگر اتفاق سے ایک تیر الشمس

غالب ہاتھ شریک تھا۔ موجودہ سلاطین کے نسبت بھی اگر ہم یہ کہنا چاہیں تو شاید بیجا نہو کہ اگر یہ سلاطین بھی اوس زمانہ کے ترقی یافتہ تمدن کے پابند رہکر اوس زمانہ میں سلطنت کرنا چاہتے تو انکو بھی مذکور الصدر پالیسی کے اختیار کئے بغیر چارہ نہوتا۔ وہ زمانہ تو نہایت سخت اور شور و شر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ آج شگفتہ حال و خوشبخت و زود رس و سامان اور پامال شدہ زمانہ میں بھی لوگ طبعی اصول پر لانا چاہا گیا ہے۔ اور جمہوری سلطنتوں نے اپنے اپنے پارلمنٹوں میں دو دو پارٹیاں قایم کررکھی ہیں جو لبرل اور کنسرویٹو کہی جاتی ہیں۔ لبرل پارٹی وہ جماعت منتخبہ ہے کہ جو رفاہ عام کی خواہان رعایا کی سچی ہمدرد و اصول مساوات کو زندہ و برقرار رکھنے والی اور بجد ذاتہ و صفاتہ منصف مزاج و رحم دل ہے اور کنسرویٹو وہ جماعت قدیمہ ہے کہ جو سراسر اوسکی ضد ہے۔ پس جسطرح خلفاے راشدین اور سرور کائنات کے علاوہ تمامی روے زمین کے بادشاہان کی علمی تمدنی۔ و انتظامی ترقی کی آخری حد یہی مذکور الصدر کنسرویٹو پالیسی کا دستور العمل تھا اسیطرح عبد الملک کی علمی و تمدنی و انتظامی ترقی کی آخری منزل بھی اسیکو سمجھنی چاہئے۔ تبلو واضح طور پر ہم کنسرویٹو وزارت

خلفائے عباسیہ کی سلطنت کی جمہوریہ وزارت سے مطابقت

کی گردن پر لگا اور وہ زمین پر گر پڑا اپنے سردار کو گرتا دیکھکر مسلمان دل ہار بیٹھے مگر عبدالرحمٰن جس نے جھٹ پٹ کمان اپنے ہاتھ مین لے لی سپاہیونکی ٹوٹی ہوئی ٹکڑونکو جوڑنے اور اونکو واپس لانے مین کامیاب ہوگیا۔ اسکی اس کامیابی سے دشمن بھی دنگ رہگئے۔ ٹولور کی لڑائی کا جسمین بہت سے مشہور عرب سردار کام آئے عمر کی وفات سے کچھہ عرصہ بعد یعنی ماہ مئی ۷۲۱ء مطابق ۱۰۲ھ مین خاتمہ ہوا"

کا زمانہ کہہ سکتے ہین۔ اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ کو لبرل وزارت کا زمانہ۔ پس عبدالملک وغیرہ نے اگر کنسرویٹیو اصول پر اپنی سلطنت کو چلانیکا طرز اختیار کیا تو اسمین اونہون نے کونسی خطا کی، دارالخلافیکہ تمام روے زمین کے سلاطین ماضیہ وحال اسی مذاق کے آشنا اور اسی بازار کے خریدار تھے۔ اور ہین۔ ہان بلا شبہہ بعض اوقات وہ لوگ اپنے شک وشبہہ اور اجتہادی غلطیون مین پڑجانے کے سبب بیجا بیجا بھی کرگذرتے تھے جس سے نیک سے نیک اور معصوم سے معصوم شخص کا بھی دامن پاک نہین ہوسکتا ہے۔

(۲) ہم اوپر بیان کرآئے ہین کہ عبدالملک کے زمانہ مین چارون طرف سے بغاوتونکے ہجوم نے ایک عام ہلچل سلطنت مین ڈالدی تھی حتی کہ وہ بغاوتین قریب تھا کہ عام ہوجاوین مگر عبدالملک ہی ایسا خوش نصیب ومنتظم اور دل کا کڑا شخص تھا جسنے ان سب سے زورآزمائیان کین اور اونکا استیصال ہی کیا۔ اسوقت سلطنت کو دو زبردست دقتین پیش تھین ایک تو مفتوحہ ممالک مین امن قایم کرنا اور بغاوتون کا فرو کرنا۔ اور دوسرے غیر مفتوحہ ممالک مین جہاد کرانا

تمدن عرب کے مصنف ڈاکٹر گستاولی بان نے مسلمانونکی اس ہزیمت کو عیسائیونکی بہادری پر محمول کیا ہے اسلئے ہم اوسکا بھی دل توڑنا نہین چاہتے اور بلفظہ اوسکا بیان بھی نقل کرتے ہین "کہ آٹھوین صدی کے شروع مین عربون نے فرانس پر حملہ کیا۔ تو یہ ملک اوس زمانہ مین اون بادشاہون کے تحت حکومت مین تھا جو سلاطین کاہل الوجود کے نام سے مشہور ہین جاگیرداران اور امرا کے مظالم سے ملک کی حالت ابتر ہو رہی تھی اس سے وہ بہ آسانی

اوسکے لئے رسد و بار برداری کا سامان بہم پہونچاتا۔ اور ان دونون مہمون کا سرانجام بغیر روپیہ کے نہین ہوسکتا تھا۔ حجاج ایسا شخص تھا جسکو دونون طرف کا انتظام کرنا پڑتا تھا اور وہ کرتا بھی تھا دیکھو وہ کبھی جہاد کیواسطے اپنے اعزہ کو دور دور ممالک پر بھیج رہا ہے اورکبھی فوج کا جائزہ لے رہا ہے اورکبھی سپاہیون کا مزاج درست کر رہا ہے۔ اورکبھی رسد کی فراہمی مین مشغول ہے۔ اورکبھی عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے مکہ کیطرف جا رہا ہے انہی باتون کا تتمہ باغیون کے ساتھیون کی سرکوبی بھی تھی جنمین ذمی اور مسلمان سب شامل ہوتے تھے۔ اب تا وقتیکہ ان بغاوتون کے فرو کرنے اور امن وامان کے قائم رکھنے اور ملکی فتوحات حاصل کرنے کیلئے محاصل مین اضافہ نہ کیا جاتا یا جدید ٹکس نہ قایم کئے جاتے تو کیسے انکا انصرام ہوسکتا تھا۔ اور جسطرح فی زماننا دول یورپ ممالک مفتوحہ کو آفات ارضی و سماوی سے تحفظ کی بنا پر اور وقتی اور جنگی ضرورتون کے لحاظ سے قبل وقوع حادثات ایک نہ ایک ٹکس وصول کرکے جمع کرسکتے ہین اور اوسکو ضرورت کیوقت رعایا کی بہبود اور فلاح اور جنگی مصارف مین خرچ کرتے ہین علی ہذ القیاس رعایا کے تحفظ اور امن امان

علاوہ اسکے یورپ کے زمانہ وسطیٰ کے بادشاہون سلاطین کی حکومتون سے مقابلہ

عربون کے ہاتھہ آگیا۔ اور اونھون نے بلاکوشش بلیغ فرانس کے اکثر جنوبی شہرون پر قبضہ کرلیا۔ پہلے اونھون نے لانگی ڈاک مین ناربان (نوربون) کے شہر کو فتح کیا۔ اور ۱۱۰ھ و ۷۲۱ء مین ایکی ٹین کے پایتخت ٹولوز (تولوس) کا محاصرہ کیا مگر عیسائیون کی بہادری کے سبب کامیاب نہوے اسکے بعد انھون نے کارکاسان سارا گوسہ نیم لیان ماکاسان اوٹون وغیرہ کو فتح کیا اور دریاے اون کے صوبجات اوڑالینی اور ہرکال تک پہونچگئے۔ فرانس کا

کے قیام اور ضروری اور وقتی اور جنگی اخراجات کے لئے وقتاً فوقتاً وہ لوگ بھی کوئی نہ کوئی ٹکس قایم کرکے وصول کیا کرتے تھے جو چندان وزندار اور گران نہین ہوتے تھے۔ اور نہ ایسا زیادہ کہ جنکی تعداد انگلیون پر نہ شمار ہوسکے۔ یا وہ ناقابل برداشت ہون۔ برخلاف اسکے موجودہ سلاطین یورپ کے ٹکسون اور اوس زمانہ کے ٹکسون سے اگر مقابلہ کیا جاوے تو یقینی اسکا پلہ بھاری نکلیگا۔ کیونکہ اس زمانہ کے ایک ٹکس کی آمدنی مسلمانون کے خراج کی آمدنی سے بھی بدرجہا کہین زیادہ ہے جنکی شکایتین تجارتی گروہ کی زبانی سُننی چاہیئین۔ حیان راچہ بیان۔

(۳) خوامیہ کے زمانہ مین پیمایش زمین اور بندوبست کا ایک باقاعدہ انتظام شروع ہوا اور جیسا کہ معترض کو خود اعتراف ہے کہ تمام اراضیات کی ازسرنو پیمایش کرکے انپر قسم اجناس اور قسم زمین کے لحاظ پر شرحین قایم ہوئین۔ جسکے مزارعین پہلے سے خوگر نہ تھے

(۱) گو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی شرح قایم ہوئی تھی اور اسیطرح بندوبست کیا گیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید بعد آپکے پھر کاشتکاران اپنی اصلی حالت پر آگئے تھے۔

آدھا ملک دریاے تولوز کے کنارہ سے فرانس کا نتے تک بتدریج عربون کے قبضہ مین آگیا۔" بہر حال اس فتح و ہزیمت مین خواہ اسلامی مورخین کا قول قابل وثوق ہو خواہ مورخین یورپ کا بیان قابل اعتماد ہو اسمین شک نہین کہ مسلمانون کو اس بے موقع اور بیوقت شکست کے بدولت پھر خاکناے یورپ کی جانفزا اور خوشگوار آب و ہوا کہانا نصیب نہوا۔ اور گو کہ عقب مین اونہون نے بہت سر توڑ کوششین کین اور بہت سے شہرونپر اپنی فتح و نصرت کے جھنڈون کے

بلکہ نصف دیتے اور ایک قفیہ پر ایک درہم دینے کے عادی ہو رہے تھے اور قباد کے وقت سے اسوقت تک وہ لوگ اسی کے پابند تھے۔ اور وہ اراضین قابل کاشتکاری کے زمین کے علاوہ دوسری اراضیات تو تردد اور نو کاشت پر بلا محصول قابض و بے دخل رہتے آتے تھے اسلئے عوام نے اس جابیجا تشخیص لگان کو جبر و ظلم سے تعبیر کیا اور مورخین نے اس اصلی وجہ پر نظر توجہ منعطف کرکے ایک دوسری روایت اپنی تعصب آمیز طبیعت سے اختراع کرکے پیش کردی اور یہ لکھدیا کہ ناقابل کاشت اور ناقابل زراعت زمین پر بنو امیہ نے تشخیص لگان کی تھی اور استدلالاً عبد الملک کے اس فرمان کو بحوالہ ماوردی پیش کیا کہ جو اوسنے حجاج کی رپورٹ پر صادر کیا تھا کہ جو درہم اوسنے نہین وصول کیا ہے اوسپر وصول کئے ہوے روپیہ سے کم توجہ نکرو اور صرف اوسکا گوشت و پوست باقی رہنے دو۔ بظاہر اس فرمان سے تو یہ نہین ظاہر ہوتا کہ یہ غیر وصول شدہ رقم کس قسم کی تھی آیا خراج کی بقایا رقم تھی یا وہ رقم تھی کہ جسکو حجاج نے اپنی حیثیت سمجھکر یا غیر واجب الادا ہے سبب اوکی نادانی کے سمجھکر وصول کرنا مناسب نہین سمجھا۔ لیکن اگر ہم غرض ہی کے بیان کے موافق ٹھیک حجاج ہی کے اس رپورٹ کا اسکو جواب سمجھین

پہ پرچم لہرائے مگر اس شکست کی تلافی جیساکہ اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیے کبھی وہ نہ ہو سکی۔ مورخین یورپ کا بیان ہے کہ اگر کاش جنگ ٹونور یا طور زمین جو کہ ایکے بعد دیگرے عیسائیون اور مسلمانون مین ہوئین مسلمان فتحیاب ہوجاتے تو یورپ کا آج حشر ہی دوسرا ہوتا۔ اور تمام یورپ مین بجائے ناقوس کے اللہ اکبر کی تکبیرین سنائی دیتین جنوبی فرانس پر مسلمان تخمیناً دوسو برس تک قابض رہے۔ اسلامی قبضہ کی یادگارون مین سے ایک یادگار قصبہ راماتولا کا نام ہے

کہ حجاج نے کاشتکارون سے بقیہ بچت والی رقم کے وصول کرنے یا ناقابل زراعت زمین پر لگان قایم کرنے کے لئے بغرض صدور حکم عبد الملک کے پاس بھیجی تھی تو مصنف کو لازم ہے وہ اون مورخین کا نام ظاہر کرے کہ جنکے حوالہ سے اوسنے یہ مضمون اس رپورٹ کا اپنی کتاب مین درج کیا ہے۔ جسکے بغیر بتلائے مصنف کا بیان قابل اطمینان نہین ہے۔ کیونکہ معترض نے یہ لکھا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ جب حجاج نے یہ رپورٹ عبد الملک کے پاس بھیجی۔ کہ ناقابل زراعت زمینون پر ابھی تشخیص لگان کی بہت گنجائش ہے۔ تو عبد الملک نے مذکورہ بالا حکم صادر کیا جسکو معترض نے ماوردی کے حوالہ سے اپنی کتاب مین درج کیا ہے بر خلاف اسکے دوسرے مورخین کہ جنہون نے تمام روایتون کو اصول روایت سے جانچ کی ہے اونہون نے ایسی بیہودہ اور بے سروپا روایتین کہین اپنی کتاب بھر مین نہین نقل کی ہین جن مین ایک علامہ ابن خلدون بھی ہین۔ اونہون نے ایک لفظ یا ایک فقرہ اسکے متعلق اشارتاً و کنایتاً

۱؎ تاریخ مراکو۔

جو رحمت اللہ کا بنگا ڑا ہوا ہے اور دوسرے مارگوسہ کی وہ عالیشان مسجد
ہے جو التمش کی تعمیر کردہ ہے۔ انکے علاوہ آثار قدیمہ کی انجمن کو وہان
اب بھی اسلامی تمدن کے مٹے ہوئے نشانات بکثرت ملتے رہتے ہین۔

عمر بن مسلم باہلی قتیبہ بن مسلم کے بھائی کو ہندوستان کی سرحدی حفاظت
کے لئے مامور کیا اور سندھ کی حکومت بھی اوسکو عطا ہوئی۔ چنانچہ اوسنے ہند
کے چند شہروں پر حملہ کرکے اونکو مسخر کرلیا۔ اس فوج کشی کی یہ وجہ نہیں کہ مولف کتاب

ہندوستان پر فوج کشی

نہین لکھا بلکہ برخلاف اسکے یہ لکھا ہے کہ "سلطنت ہنوز بدویت کی حالت مین تھی سے۔ رعایا سے
اچھا سلوک کرتی ہے۔ اوسکے مصارف بھی اعتدال پر ہوتے ہین۔ رعایا کے مال ومتاع پر
بھی اوسکی طامعانہ نگاہین نہین پڑتین۔ نہ باج وخراج ہی کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ نہ دولت جمع
کرنیکی فکر ہوتی ہے۔ نہ والیون اور عاملون سے سختی اور تحقیق کے ساتھ حساب لیتی ہے اسلئے
کہ سلطنت کو زیادہ مال کی ضرورت ہی نہین ہوتی ہے" علامہ کے اس بیان سے اور مصنف
تمدن عرب کے اوس بیان سے جو اوسنے خلفائے بنی امیہ اور بنو عباسیہ کی سلطنتون کا فرق
بیان کرتے وقت لکھا ہے۔ کہ بنو امیہ کی سلطنت خالص عربی تھی اور بنو عباسیہ کی خالص عجمی"
ہر شخص مقابلہ کرکے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب بنو امیہ کی سلطنت خالص عربی تھی تو اوسکے لئے یہ ضرور
ہے کہ بدویت بھی اوسپر غالب رہی ہو۔ اور جب بدویت غالب رہی ہو تو علامہ نے جو لازمہ اور خاصہ اسکا
اوپر کی سطروںمین بیان کیا ہے اون سب باتون کے وجود کا ہونا بھی ضرور تھا۔ اور جو تھا۔ بھی۔

ملہ اخبار وکیل مطبوعہ ۱۹۱۰ء

آــــــئے دن بار بار خلاف ورزی اور بغاوت کرکرکے اپنے اپنے ممالک پر متصرف ہوجاتے تھے اور غاشیۂ خلافت اپنے کندہوں سے اوتار پھینکتے تھے۔ جیسا کہ سلیمان کے زمانہ میں بھی یہ واقعہ پیش آچکا تھا جسکی سرکوبی کیواسطے خلیفہ سلیمان نے حبیب بن مہلب کو مامور کیا تھا۔ اور اوسنے یک گونہ اونکا تدارک اور گوشمالی بھی کردی تھی۔ لیکن جب انکی عادات خبیثہ متروک ہوتی نظر نہ آئی تو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے عمر بن مسلم باہلی کو سندہ کی گورنری پر بھیجا اور ان وحشیوں کے

اب رہی یہ بات کہ عمال بنوامیہ خراج کے وصول کیوقت نہایت سختی برتتے تھے۔ تو اسکا جواب صرف اسقدر کافی ہے کہ چونکہ اوس زمانہ کی رعایا خود جبر پسند اور سرکش تھی اور بغیر تشدد کے روپیہ نہیں ادا کرتی تھی اسلئے یہ جبر اسکا مقتضائے انصاف اور حسب حال زمانہ تھا۔

(۴) جزیہ کے بارہ میں جو مصنف کے قلم سے نکلا ہے یہ اوسکا تجاہل عارفانہ ہے۔ وہ خود اپنی کتاب تمدن عرب کے حصہ دوئم کے صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے۔ کہ جب موالیوں نے یہ دیکھا کہ راہب ہونے پر جزیہ موقوف ہوجاتا ہے تو اونہوں نے راہب ہونا اختیار کیا۔ لیکن جب اس سے مفر نہ ہوئی تو اونہوں نے اسلام لانا شروع کیا لیکن جب یہ چال بھی عمال بنی امیہ نے تاڑلی تو مجبوراً اونہوں نے جزیہ دینا قبول کیا یا عمال نے جبراً وصول کرنا شروع کیا۔ پس جبکہ اونکا اسلام لانا اور اونکا راہبانہ طریقہ اختیار کرنا دونوں منافقانہ حیثیت سے تھا تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ لوگ جزیہ سے معافی کے مستحق و حقدار تھے جیسا کہ مصنف کا یہ فقرہ کہ جب عمال بنوامیہ نے اونکی یہ چال تاڑلی شاہد ہے۔ حال کے قانون میں دغا کی سزا سے قید اور اوس دو دینار کی مقدار پر انصافاً نظر ڈالی جاوے

نام خطوط اپنے چکا اپنے حسن تدبیر سے اپنا ہم مذہب بنا کر رام کر لیا بعد ان عمر بن مسلم باہلی نے سندہ کے اکثر شہرونکو مسخر کر لیا جسکا نام علاقہ قصہ تھا جو جالندہر کے متصل تہا یہین کا راجہ ٹھلر کہلاتا تہا (دیکھو تاریخ سندہ)۔

حاتم بن نعمان باہلی کو ترکون کی سرکوبی کیواسطے بہیجا اس قوم نے آذر بایجان پر غارتگری کرکے بہت سے مسلمانون کو تہ تیغ کیا تہا۔ حاتم نے یہان پہونچکر معرکہ کا بازار گرم کیا اور سیکڑون ترکون کو تیغ اجل کے نذر کیا اور پچاس نفر قیدی گرفتار کرکے دار الخلافت مین بہیجا۔

کہ کتنا بعد المشرقین ہے۔ قطع نظر اسکے دیکھو جو اسوقت بہت بڑی زبردست جمہوری سلطنت ہے اوسنے جو حبشیون اور چینیوں اور جاپانیون کیواسطے یورپ مین شہرون پر بعض آمد و رفت کی روک تہام کیواسطے لنچ کا قانون پاس کر رکہا ہے۔ مقابلہ کرو تو معلوم ہو کہ ظلم کی اصل تعریف کیا ہے۔

حال مین یورپ والون نے مسلمانون کے مذہبی فرائض اور دینی اعمال مین جو دراندازی کرنی شروع کی ہے۔ وہ اونکی مذہبی تعصب اور تنگ گیری کی ایک قوی شہادت ہے۔

یورپ کا یہ نہایت فخر آمیز دعویٰ ہے کہ وہ کسی قوم کے مذہبی احکام۔ مذہبی فرائض مذہبی اعمال مین دخل دینا نہین چاہتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہین کہ یورپ کی بعض سلطنتون نے اس روشن اصول کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ چنانچہ اسٹریلیا اور ہنگریا مین مسلمانونکو نکاح و طلاق اور ارکان مذہبی کے ادا کرنے مین ہر قسم کی آزادی حاصل تہی۔ لیکن اب ان حکومتون نے یہ فیصلہ

۱؎ ابن خلدون ۲؎ ابن اثیر۔

خلیفہ کیوقت کی بحری جنگ اور صقلیہ پر حملہ

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے وقت کی بحری ترقیات کی تفصیل تو ہم بسبب اپنی
ناکافی معلومات کے نہیں بتلا سکتے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صیغہ
بہی اپنی اعلی قوت کے ساتھہ اوسوقت موجود تہا جسکے ذریعہ سے بعض جزایر
واقع بحر روم پر حملے ہوئے سب سے پہلے جسنے بنو امیہ مین ترسانہ (دار الصناعۃ)
کی بنیاد ڈالی وہ عبد الملک بن مروان تہا۔ جو جہاد کا بڑا شایق تہا اسنے اپنے

دار الصناعۃ جہاز بنانے کا کارخانہ

فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کا قانون نکاح چونکہ تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے جسکو یورپ کا
موجودہ تمدن جائز نہین رکھتا اس بنا پر مسلمانون کو ان معاملات مین خود حکومت کے قواین اور
طرز عمل کی پابندی کرنی ہوگی۔ اب اگر یہی حال رہے گا تو یورپ کا موجودہ تمدن بہت سی چیزونکی
اجازت نہین دیتا لذت دنیوی یورپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ تو کیا مسلمانون کو
روزہ بہی ترک کرنا پڑیگا؟ ایام حج مین اکثر امراض متعدیہ کا ظہور ہوتا ہے تو کیا مسلمانون کو حج سے
بہی باز رہنا ہوگا؟ یورپ کی برہنہ آزادی نے شہرا بخواری۔ عصمت بے چادری کو جائز رکہا ہے
تو کیا مسلمانون کو اپنے ناموس وعزت سے دست کش اور جرایم کبیرہ کا مرتکب ہونا پڑیگا۔ اگر کوئی
اسلامی سلطنت اس قسم کی سخت گیری کرتی تو کیا تمام عیسائی دنیا مین مسلمانون کے قدیم تعصب کی
موضوع روایتین دوبارہ تازہ نہ ہو جاتین۔ اور کیا اونکے لیے اخبارون کے کالمون اور تاریخون
کے صفحات کو نہ سیاہ کیا جاتا۔ اور کیا اونکے مظالم کے راگ نہ گائے جاتے۔ حالانکہ ظالم سے ظالم
مسلمان پادشاہون نے بہی یہ رویہ کبہی نہین اختیار کیا کہ کسی نامسلمان رعایا کے مذہبی احکام مین

عہد مین حسان بن نعمان عامل افریقیہ کو حکم دیا کہ وہ ٹونس مین ایک کارخانہ قایم کرے[1]۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہین کہ جب عربونکی مملکت جم گئی اور اونکو عظمت وشوکت حاصل ہوئی اور عجمی قومین مسلمانون کے غلامی مین آئین اور ہر طرح کے صناع و دستکار انکے پاس جمع ہوگئے۔ اور ملاح وجہازران اپنے یہان نوکر رکھکر آئے دن کے سفر سے اپنی مشق و مہارت انہون نے درجہ کمال کو پہونچالی تو خود عرب ہی مین فن جہازرانی کے جاننے والے بکثرت پیدا ہوگئے۔ اور

دیانداری کی ہو۔ یا کسی کو گرجا بنانے کی اطلاع سے لینے۔ یا ناقوس بجانے کی ممانعت کی ہو۔ اب ہم اس مقام پر مصنف تمدن عرب کے اعتراضون پر تاریخی حیثیت سے نظر ڈالتے ہین اور اوسکا جواب فخر العلما و امام المورخین علامۃ العصر جناب مولانا مولوی شبلی صاحب مدظلہ اونکی عمر مین برکت دے کے الفاظون مین دیتے ہین۔ یہ مضمون آپنے الندوہ مطبوعہ [illegible] ۱۹۱۱ء مین تحریر فرمایا ہے مضمون کی جامعیت اور اوسکی اہمیت کا مقتضی تھی کہ پورا نقل کیا جائے لیکن طوالت کے خیال سے بنا بجاے مضامین منتخب کرکے ہم بقدر [illegible] حسب ضرورت نقل کرتے ہین [illegible] تعلق ہماری [illegible] علامہ [illegible] مصنف نے [illegible] اس مضمون پر ختم کردیا ہے وہ کہتا ہے کہ بنوامیہ کے ظلم [illegible] تمام [illegible] ملک اوجاڑ ہوگیا تھا [illegible] والون کو کسی صورت سے بجز مسلمان ہونے کے ظلم سے نجات نہین ملتی تھی اسکے بعد علامہ کہتے ہین "مصنف نے بنوامیہ کے ظلم و جور کے گوناگون طریقے بتائے ہین

[1] مقدمہ ابن خلدون الندوہ

سمندر مین گھس گھس کرا ونہون نے جہاد کرنے شروع کئے۔ جہازوں اور
دیگر ضروری سامان خود اونہون نے تیار کیا اور بیڑے کے بیڑے سپاہ و
آلات جنگ سے بھر بھر کر سمندر مین چھوڑ دیئے اور اقوام ماورالبحر پر چھاپہ مارنا

جو اجمالاً حسب ذیل ہین۔ (۱) رعایا کا مال زبردستی چھین لیتے تھے (۲) صوبونکی گورنریان رشوت لیکر فروخت کرتے تھے۔ (۳) بہت بڑے بڑے محصول اور ٹکس لگاتے تھے (۴) مذہب کی بالکل پرواہ نہین کرتے تھے۔ (۵) چھوٹے چھوٹے بچون کو قتل کرتے تھے (۶) لوگون کے سر کاٹکر خزانہ مین رکہواتے تھے چنانچہ ایک خزانہ تھا جسکا نام خزانۃ الرؤس تھا۔ (۷) طرح طرح کے سخت اور نفرت انگیز سزائین دیتے تھے (۸) غیر قومون کو عرب سے شادی بیاہ کرنے پر سزائین دیتے تھے۔ (حالانکہ مسٹر ٹیلر صاحب مسلمانونکی ترقی کے اسباب مین لکھتے ہین کہ افریقہ مین مسلمان حبشیون کو مسلمان بناکر فوراً ہی اپنی لڑکی کو اوسکے عقد مین اور اوسکی لڑکی کو اپنے عقد مین لے لیتے ہین، برخلاف اسکے دیسی عیسائیون کو یورپین سے شادی کرنے کی عزت آج تک نصیب نہین ہوئی)۔ ان واقعات کو اسطرح لکھا ہے کہ چنگیز خان اور ہلاکو کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے، بلکہ انکے مقابلہ مین چنگیز وغیرہ ہیچ نظر آتے ہین۔ ان واقعات کے بیان کرنے مین مصنف حسب عادت کہین ایک جزئی واقعہ کو عام کر دیتا ہے کہین تاریخی حوالون مین تحریف کرتا ہے کہین غلط استدلال سے کام لیتا ہے، لیکن اگر اسکی جزئی ایک ایک خیانتون کی تفصیل لکھی جاوے، تو ایک بہت بڑی کتاب طیار کرنی ہوگی، اسلئے ہم اختصار کے ساتھ اسکی فریبکاریون کو دکھاتے ہین۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ مصنف بنوامیہ کو عموماً جو ظالم

سے حملے شروع کیے۔ اور زیادہ تر وہی ممالک وبلاد اہل عرب کی دستبرد کے نشانہ بنے جو ساحل بحر پر واقع تھے۔ مثلاً شام۔ افریقہ۔ اندلس صقالیہ قوصرہ۔ کریٹ۔ قبرس۔ مالٹا وغیرہ اور تمدن عرب کے مصنف ڈاکٹر

دغانگر بتاتا ہے کہ یہ تعصب خود اسکے تعصب او اساتذہ صاکا نتیجہ ہے یا مورخین قدیم نے بھی تصریح کی ہے۔

ایک اور نکتہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ بنو امیہ کی جسقدر تاریخیں لکھی گئی ہیں سب دولت عباسیہ کے زمانے کی ہیں عباسیون کو بنو امیہ کے ساتھ جو دشمنی تھی اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اونھون نے تمام خلفاے بنو امیہ کی قبریں اوکھڑوادیں اور اونکی ہڈیاں آگ میں جلادیں۔ اسکے زمانے میں بنو امیہ کی مدح کرنا قریباً ناممکن تھا۔ بنو امیہ کی برائیون کے بیان کرنے پر انعام ملتا تھا۔ باوجود ان حالات کے ایک دو خلفا کے علاوہ مورخین نے کسی خلیفہ اموی کے ظلم اور جباری کی شکایت نہیں کی بلکہ برخلاف اسکے متعدد خلفا کی تعریف کی ہے۔ امیر معاویہ کی نسبت علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ معاویہ کی عادت یہ تھی کہ دن رات میں پانچ دفعہ دربار عام کرتے تھے۔ فجر پڑھ کر او ٹھتے تھے اور حکایتیں سنتے تھے پھر محل میں آتے تھے اور قصورہ کیطرف پشت کرکے کرسی پر بیٹھتے تھے پھر لوگ پیش ہوتے تھے اور کمزور گنوار۔ بچے۔ عورتیں اور جسکا کوئی نہیں ہوتا تھا یہ لوگ آگے بڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتا تھا مجھپر ظلم ہوا۔ امیر معاویہ کہتے تھے اسکو عزت دو۔ دوسرا کہتا تھا مجھپر تعدی کی گئی معاویہ کہتے تھے کہ کسیکو اسکے ساتھ کردو۔ تیسرا کہتا تھا مجھسے برا برتاؤ کیا گیا۔ معاویہ کہتے تھے اسکے معاملہ کی تحقیق کرو

جرجی زیدان نے ہجری صیغہ کے حالات مین لکھا ہے کہ ملک مصر مین اسی پہلی صدی ہجری مین ترسانہ کی بنیاد پڑی جسکا صدر مقام فسطاط کے مقابل جزیرہ روضہ تہا۔ لیس ظن غالب یہ ہے کہ وہ بیڑہ جسکو عبد الملک نے جزایر روانہ کیا

یہانتک کہ جب سب لوگ ہوچکتے تہے تو اندر جاکر تخت پر بیٹھتے تہے اور حکم دیتے تہے کہ لوگون کو ترتیب کے موافق بیٹہاؤ، پہر جب لوگ بیٹھ جاتے تہے، تو کہتے تہے صاحبو آپ اسلیے شریف کہلاتے ہین، کہ آپکو اورونپر شرف حاصل ہے، اسلیے ان لوگون کے حاجتون کو پیش کیجیے جو مجھ تک نہین پہونچ سکتے اسپر ایک شخص کہڑا ہوتا تہا اور کہتا تہا کہ فلان شخص لڑائی مین مارا گیا، امیر معاویہ یہ حکم دیتے تہے کہ اُسکے لڑکون کی تنخواہ مقرر کردو۔ دوسرا شخص کہتا تہا کہ فلان شخص باہر چلا گیا حکم دیتے تہے کہ اسکی بی بی بچون کی خبر گیری کیجاوے۔ پہر کہانا آتا تہا یہانتک کہ سب اہل حاجت ختم ہوجاتے تہے اکثر چالیس چالیس آدمی تک نوبت پہونچتی تہی۔

اسکے بعد مسعودی نے نہایت تفصیل سے انکا نظام اوقات لکہا ہے، اور لکہا ہے کہ کوئی شخص انکے برابر عادلانہ حکومت نہ کرسکا

علامہ سیوطی سلیمان بن عبد الملک کی نسبت لکہتے ہین۔

"فصیح زبان آور تہا اور عدل پر عمل کرتا تہا اسکی خوبیون مین سے ایک یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز گویا وزیر تہے اور وہ اچہے کامون مین انکی ہدایتون پر چلتا تہا اسنے حجاج کے نوکرون کو موقوف کردیا، اور عراق کے قیدیون کو رہائی دی" ابن سیرین کا قول ہے کہ خدا سلیمان پر رحمت کرے

ہا جسکی تتبع یورپین سلطنتین آجتک کر رہی ہین۔

بحر روم پر حملہ کرنے کے لئے تیار کرایا تھا۔ اوسکے بعد اوسکے جانشینون نے اوسی سے کام لیا ہو جسمین ایک عمر بن عبد العزیز بھی ہین جنکے وقت مین صقلیہ کے بعض ملکی حصے مسلمانون کے تصرف مین آئے یا اسپر حملہ ہوا۔

اسنے خلافت کا آغاز نماز کے اول وقت پڑھنے سے کیا اور خاتمہ عمر بن عبد العزیز کے جانشین کرنے پر کیا" محدث ابن عساکر ولید بن عبد الملک کے متعلق لکھتے ہین۔

ولید اہل شام کے نزدیک تمام خلفائے بنو امیہ سے افضل تھا۔ اسنے دمشق مین مسجدین بنوائین، لوگون کی تنخواہین مقرر کین، مجذومون کے روزینے مقرر کئے اور کہا سوال نکرو۔ اور ہر اپاہج کے لئے ایک رہبر مقرر کیا، اور حفاظ قران کے ساتھ نیکی کرتا تھا۔ اور اونکے قرض ادا کرتا تھا"

علامہ ابن الاثیر ۸۸ھ کے واقعات مین لکھتے ہین۔

تمام شہرون مین خطوط بھیجے کہ سڑکین درست کیجاوین۔ اور کنوئین کھود دے جاوین۔ اور مجذوم باہر نہ نکلنے پاوین اور اونکی تنخواہین مقرر کردیجاوین"

علامہ سیوطی نے ولید کی نسبت اگرچہ ظالم وجبار کا لفظ لکھدیا ہے تاہم لکھتے ہین

"باوجود اسکے وہ یتیمون کا نفقہ کرتا تھا، اور اونکے لئے معلم مقرر کر رکھا تھا اور معذورون کے لئے خادم، اور اندھون کے لئے رہبر مقرر کرتا تھا اور مسجد نبوی کی تعمیر کی اور اوسکو وسعت دی اور فقہا اور ضعفا اور فقرا کے روزینے مقرر کئے اور اونکو سوال کرنے سے منع کر دیا، اور اونکے لئے سامان معاش مقرر کیا، اور تمام کامون کا کامل طرح سے انتظام کیا"

ہشام بن عبد الملک کی نسبت علامہ سیوطی لکھتے ہین۔

علامہ ابن خلدون نے قسطنطنیہ کے جہاد کے تذکرہ کے ضمن مین شہر صقلیہ کے مفتوح ہونے کا وقت تو ۹۹ھ کو بتلایا ہے برخلاف اسکے عیسائی مورخون نے اور خود علامہ نے ایک دوسرے مقام پر اس جزیرہ کو

"ہشام عقلمند اور باتدبیر تھا خزانہ مین کوئی رقم اوسوقت تک نہین داخل کراتا تھا جبتک چالیس شخص بہ قسم گواہی نہین دیتے تھے کہ جائز طور پر یہ رقم لی گئی ہے، اور تمام مستحقین کو اِن کے حق دیئے گئے" سجیل بن محمد کہتے ہین کہ خلفا مین سے مین نے کسیکو نہین دیکھا کہ جسکو قتل او رخون اسقدر ناگوار ہو، جسقدر ہشام کو تھا"

احکام شرعی کے پابندی کا یہ حال تھا، کہ ایک دفعہ اسکے بیٹے نے جمعہ کی نماز نہین پڑھی، تو اس سے وجہ پوچھی، اسنے کہا میرے پاس سواری نہ تھی، ہشام نے کہا کیا پیادہ نہین جاسکتا تھا، پھر حکم دیا کہ سال بھر تک، اسکو سواری نہ دیجاوے"

یزید بن عبد الملک کی نسبت علامہ دمیری لکھتے ہین۔

"عبادت اور قرآت قران کیا کرتا تھا، اور عمر بن عبد العزیز کے اخلاق کا اظہار کرتا تھا، اور دیندار اور پرہیزگار تھا" (دمیری کے اس قول کی تصدیق اوس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جو ہمنے عدل انصاف کے عنوان کے ضمن مین لکھی ہے۔ من مولف)۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہین ہے۔

مروان حمار کی نسبت کسی مورخ نے جور وظلم کی شکایت نہین کی۔

ولید بن یزید البتہ فاسق وفاجر تھا، لیکن اسی بنا پر خود بنو امیہ نے اوسکو قتل کر دیا۔

تمام وکمال مفتوح ہونیکا وہ وقت اور وہ زمانہ بتلایا ہے کہ جو عیسائی مورخون
نے بیان کیا ہے چنانچہ تمدن عرب کا مصنف ڈاکٹر گستاولی بان لکھتا ہے
کہ شروع سنہ ۲۱۲ھ سے مسلمانون کے حملے صقلیہ (سسلی) پر شروع ہوے -

واقعات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ خلفاے بنو امیہ سب سے زیادہ تر عادل اور انصاف پرور تھے، اور انکے عہد مین ملک کی امن وامان، اور غربا کی آسائش وآرام کا کیا بند وبست تھا، اس حالت مین مصنف نے عموماً بنو امیہ کے ظلم وجفا کی جو داستان بار بار دھرائی ہے کہان تک صحیح ہے، مصنف نے ظلم وجفا کے جرم سے صرف عمر بن عبد العزیز کو مستثنی کیا ہے، ہشام، سلیمان، اسکے نزدیک اسی فہرست مین شامل ہین - باینہمہ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مصنف نے جو واقعات لکھے ہین اون سے بڑہکر ظلم کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے، اور انکے صحت سے اسلئے انکار نہین کیا جاسکتا کہ ہر واقعہ کے ساتھ سند بھی درج ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے ان تمام واقعات مین تحریف، تدلیس اور غلط بیانیان کی ہین، افسوس کہ ان سب کی اگر تشریح کیجاوے، تو تمدن اسلام کے برابر کتاب بنجاویگی، اسلئے ہم نمونہ کے طور پر چند اہم باتین لکھتے ہین -

رعایا پر ظلم

بنو امیہ جسطرح سے کہ طرفداری مین تعصب رکھتے تھے اور تمام قومون کو حقیر سمجھتے تھے اسکی مثالون مین ایک یہ ہے کہ وہ مفتوحہ مقامات کے آدمیون کو اپنا رزق حلال جانتے تھے، چنانچہ اسکی تصدیق سعید بن العاص گورنر عراق کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سواد یعنی (العراق) کے علاقے مین قریش کا باغ ہے، ہم جسقدر چاہین لین اور جسقدر چاہین چھوڑ دین -

اور ۲۱۲ھ تک پلرمون کے فتح ہونے پر سارا جزیرہ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔ کہ جو زیادۃ اللہ ابن ابراہیم بن اغلب کا زمانہ تہا اور جسکی فتح کا سہرہ قاضی اسد ابن الفرات کے سر بندہا مقدر ہوچکا تہا، جسکا اعتراف علامہ کو بہی ہے۔

مصنفؔ کا یہ دعوی ہے کہ بنو امیہ نہ صرف جائداد اور زمین بلکہ وہان کے لوگون کو بھی اپنی ملک سمجھتے تھے، لیکن عبارت منقولہ مین اسکا پتہ نہین ہے، اسمین صرف یہہ مذکور ہے کہ سواد ہمارا باغ ہے، ہم جسقدر چاہین لین، یہہ ظاہر ہے کہ باغ اور آدمی مختلف چیزین ہین، یہہ تو خیر ایک معمولی غلطی ہے لیکن مصنف نے پورے واقعہ کو غلط طور سے دکہایا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس امر کے متعلق لوگون مین اختلاف تہا کہ مفتوحہ زمینین اہل فوج کو تقسیم کردیجاوین، لیکن حضرت عمرؓ نے نہ مانا، یہہ واقعہ بہی اسی بنا پر تہا، یعنی بعض اشخاص لکھتے تھے کہ چونکہ ہمنے اسکو ہتہیارون سے فتح کیا ہے اسلئے ہم اسکے مالک ہین، سعید کا مقصد تہا کہ وہ حکومت کا حق ہے، اور چونکہ حکومت قریش مین محدود ہے اسلئے انہون نے قریش کے لفظ سے اسکی تعبیر کی، بہرحال بحیثیت دو فریقون کے مقابلہ مین تہی، اسکو اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ بنو امیہ مفتوحہ قومون کو اپنی ملک سمجہتے تہے، مصنف نے عمرو بن العاص کا قول نقل کیا ہے کہ انہون نے قبطیون سے کہا کہ تم ہمارے خزانہ ہو، زیادہ آمدنی ہوگی تو زیادہ لینگے اور کم ہوگی تو کم۔

اس مسئلہ مین مصنف نے سخت خیانت کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے مفتوحہ مقامات کی دو قسمین قرار دی تہین، ایک وہ جو صلح اور معاہدہ کے ذریعہ سے قبضہ مین آئے ان ممالک مین جزیہ خراج کی جو شرح معاہدہ مین مذکور ہوچکی تہی، اسپر اضافہ کرنا کسی حالت مین

پس یا تو مسلمانون کے ابتدائی حملہ مین صرف شہر قلیبہ فتح ہوا اور مفصلات اور اضلاع باقی رہگئے۔ یا اوسکو مسلمانون نے بہ تمامہ و کمالہ فتح کرلیا اور عیسائی دوبارہ اوسپر قابض ہوگئے جیسا کہ مسلمانون اور عیسائیون کے درمیان ہمیشہ

جائز نہین تھا، دوسرے جو لڑکر بغیر کسی معاہدہ کے فتح ہوئے، انمین جزیہ کی کمی بیشی کا اختیار تھا، یہہ تفریق حضرت عمرؓ نے خود کی تھی، اور وہ زمانہ مابعد مین بھی قائم رہی۔ مصر اسی طرح فتح ہوا تھا، اسی بنا پر جب رعایا مین سے کوئی شخص عمرو بن العاص سے پوچھتا تھا کہ یہان کا خزانہ اور محصول کیا ہے تو وہ کہتے تھے کہ مین نہین بتاؤنگا، تم ہمارا خزانہ ہو، مقریزی نے جہان یہ بحث لکھی ہے، اور جس موقع سے مصنف نے وہ فقرہ نقل کیا ہے وہان یہ تصریح موجود ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین۔

عمر بن خطاب کا دستور تھا کہ جن لوگون سے معاہدہ پر صلح ہوئی تھی، ان سے شرح مقررہ پر نہ کچھہ اضافہ کرتے تھے، نہ اس سے کم کرتے تھے، اور جو لوگ جزیہ پر راضی ہوتے تھے اور جزیہ کی کوئی تعداد مقرر نہین ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ انکے بابت یہہ کرتے تھے کہ اگر وہ لوگ نادار ہوگئے تو جزیہ گھٹا دیتے تھے اور دولتمند ہوتے تو بقدر انکے دولت کے بڑہا دیتے تھے، یہی بات ہے جو عمرو بن العاص نے کہی تھی، اور جسکو مصنف اس سند مین پیش کرتا ہے کہ بنو امیہ مفتوحہ قومون کو اپنا مملوک سمجھتے تھے۔

مصنف نے کتاب کے چوتھے حصہ مین ایک خاص عنوان قائم کیا ہے، جسکے الفاظ یہ ہین

"الفتك والبطش فی عصر الاموییّن" یعنی "بنو امیہ کی زمانہ کی سفاکی"، اسمین دعوی کیا ہے کہ بنو امیہ بیدریغ لوگون کو قتل کرتے تھے، یہانتک کہ امیر معاویہ واقعہ تحکیم کے

ہوتا چلا آتا تھا کہ کبھی مسلمان کسی جزیرہ و مقام سے عیسائیون کو بیدخل کرکے
قابض ہوجاتے تھے اور کبھی عیسائی مسلمانون کو پسپا کرکے اوسکو اونسے چھین

بعد بسر کو بھیجا کہ ملک مین دورہ کرے اور جہان جہان شیعیان علی ہون اونکو قتل کردے' اور عورتون اور بچون مین سے کسیکو نہ چھوڑے، مصنف کے الفاظ یہ ہین۔

"اور کہتے ہین کہ معاویہ نے ان لوگون کو یہ حکم دیا کہ ملک مین جاوین اور جس شیعہ کو پاوین قتل کردین اور عورتون اور بچون کو بھی نہ چھوڑین" اسکے بعد مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہہ صرف حکم نہ تھا بلکہ مکہ مدینہ یمن وغیرہ مین بخوبی اسکی تعمیل ہوئی۔ اس مین شبہہ نہین کہ اگر یہہ واقعات صحیح ہون تو امیر معاویہ اور چنگیز خان مین کچھ فرق نہ ہوگا۔

امیر معاویہ حلم اور عفو مین ضرب المثل تھے، تمام مستند تاریخین انکے حلم کے داستان سے معمور ہین، اسکی سفاکی کے ثبوت کیلئے مصنف کو طبری، ابن الاثیر، ابن خلدون وغیرہ سے کوئی شہادت نہین ملسکتی تھی، اسلئے شیعی مصنف سے مدد چاہی اور وہ خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے کے لئے موجود تھا، مصنف نے واقعہ مذکورہ بالا کتاب الآغانی سے نقل کیا ہے، اس کتاب کا مصنف مشہور شیعی ہے اور ایک شیعہ مصنف سے امیر معاویہ کے نسبت یہی توقع ہوسکتی تھی، اسپر مزید یہہ کہ آغانی مین یہ روایت جن لوگون سے منقول ہے، وہ نامعتبر، ضعیف الروایۃ، اور مجہول الحال ہین۔ علی بن محمد (مداینی) جو اس روایت کا راوی اول ہے، اسکی نسبت میزان الاعتدال مین ابن سدی سے نقل کیا ہے کہ "لیس بالقوی فی الحدیث" ایک اور راوی ابو مخنف ہین، جو مشہور نامعتبر ہین، واقدی اور راوی اسد جیسے ہین کہ اسماء رجال مین انکا نام تک

سے لیتے تھے۔ بہرحال یہ جزیرہ خواہ کسی زمانہ مین فتح ہوا ہو لیکن اسمین کلام نہین کہ اس جزیرہ پر سنہ ۵۱ھ سے حملے شروع ہوے ہین دونون فریق کے مورخ متفق اللفظ ہین ؎

مذکور نہین۔

ہمکو اسبات سے انکار نہین کہ آغانی ادب اور محاضرات کی مشہور کتاب ہے اور شعرا وغیرہ کے اکثر حالات اسی سے ماخوذ ہین لیکن یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ محاضرات کی کتاب ہے، نہ کہ تاریخ کی، اس بنا پر معمولی واقعات مین اسکی روایتین لی جاسکتی ہین لیکن کسی عجیب اور قابل تحقیق واقعہ کا ثبوت اس سے نہین ہو سکتا۔

اسکے بعد مصنف نے حجاج کے مظالمون کا ذکر کیا ہے، وہ ہمکو تسلیم ہے لیکن ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ مصنف نے عدل و انصاف کا کیا معیار قائم کیا ہے، وہ جسقدر بنو امیہ کو برا لکھتا ہے اوسیقدر عباسیون کی تعریف کرتا ہے، چنانچہ جہان یہ ثابت کیا ہے کہ بنو امیہ کے ظلم کیوجہ سے ملک برباد ہو گیا تھا، اور زمینین ویران ہو گئین تھین، اسکے مقابلہ مین عباسیون کے عہد کی خوشحالی اور آبادی کا ذکر کرکے ایک موقع پر لکھا ہے "اگر دولت عباسیہ کے سایہ مین آبادی نے ترقی کی جیسا کہ ادپر گذر چکا تو کچھ تعجب نہین کیونکہ انصاف امن کا ستون قائم کر دیتا ہے اور جب لوگون کو اپنی اور اپنی جانون کی نسبت اطمینان ہو جاتا ہے تو اطمینان سے کام مین مصروف ہو جاتے ہین"

مصنف نے کشتگان حجاج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی ہے لیکن خلیفہ منصور عباسی جسکا مصنف نہایت مدح خوان ہے، اوسکے وزیر اعظم ابو مسلم اصفہانی جو دولت عباسیہ کا بانی ہے

ان بیانات کے خلاف مورخ جرجی زیدان نے اپنی تحقیق کا انتہا سے کمال ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے کہ صقلیہ پر حملہ عبدالملک ہی کے زمانہ سے شروع ہو گیا تھا" اگر ہم ان سب روایتون کو چھوڑ کر اسی روایت کو صحیح مان لیوین

اوسکے کشتگان ناز کی تعداد چھہ لاکھ ہے اور خود مصنف نے اوسکا اعتراف کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

"تو ان لوگون کی تعداد جنکو ابومسلم نے عباسیون کی خلافت کے تسلیم کرانے مین قتل کیا، چھہ لاکھ تک پہونچی، جو لڑائی مین نہین بلکہ ویسا ہی قید مین مارے گئے"

اگر دولت عباسیہ کے دامن پر چھہ لاکھ کے قتل سے ظلم کا داغ نہین لگتا تو حکومت بنوامیہ تو سوا ہی لاکھ کی گنہگار ہے" حجاج کے ظلم گنا کر مصنف لکھتا ہے۔

"اور عبدالملک اس سے بڑھکر سخت تھا، اور قتل اور دغابازی پر اس سے زیادہ دلیر تھا" اس جھوٹ کی کیا انتہا ہو سکتی ہے کہ عبدالملک کو حجاج سے بڑھکر سفاک اور خونریز کہا جاتا ہے، مصنف اس غلط دعوی کے ثبوت مین صرف یہہ واقعہ پیش کر سکا کہ عبدالملک نے ایک شخص کو جسنے دعوی سلطنت کرنا چاہا تھا، امان دیکر قتل کرا دیا، لیکن منصور نے تو اوس شخص کو قتل کرا دیا جسکے بدولت عباسیون کی سلطنت قایم ہوئی تھی، اور جو دولت عباسیہ کا اصلی بانی تھا (یعنی ابومسلم خراسانی۔ من مولف) یا اونکو قتل کرا دیا تھا کہ جو سلطنت کے استحکام دیئے، اور علمی روشنی پھیلانے مین کامل شہرت حاصل کر چکے تھے یعنی خاندان برامکہ، من مولف)۔

مصنف کا دعوی ہے کہ حجاج وغیرہ جو مظالم کرتے تھے خود خلیفہ وقت کے اشارے سے کرتے تھے لیکن علامہ مسعودی عبدالملک کے حال مین لکھتے ہین۔

تو یہ بھی ہمارے دعاکے خلاف نہین ہے کیونکہ ہم اسکو اسطرح تطبیق دیسکتے ہین کہ عبد الملک کے زمانہ سے اسکی ابتدا ہوئی اور اسکا سلسلہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین بھی بدستور جاری و قایم رہا یہانتک کہ وہ ابراہیم بن اغلب کے زمانہ مین جاکر ختم ہوا۔

"جب حجاج نے دیکھا تم نے قیدیون کے قتل کرنے مین حد سے زیادہ زیادتی کی اور مال کے صرف مین نہایت اسراف کیا اور یہ خبر عبد الملک کو پہونچی تو حجاج کو خط لکھا کہ امیر المومنین کو تمھاری خونریزی اور فضول خرچی کا حال معلوم ہوا امیر المومنین ان دونون باتون کو کسی کے لئے برداشت نہین کرسکتے امیر المومنین تمکو خون مین صرف یہ اختیار دیا ہے کہ لوگون سے قتل خطا مین دیت لو اور قتل عمد مین قصاص لو مال کی نسبت یہ حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر صرف ہو"

جزیہ کے متعلق ظلم | مصنف نے کتاب کے دوسرے حصہ مین ایک مستقل عنوان قایم کرکے اور حصہ دوم مین بنو امیہ کے عنوان سے یہ ثابت کیا ہے کہ بنو امیہ جزیہ کے وصول کرنے مین اسقدر ظلم کرتے تھے کہ ذمیون نے مسلمان ہونا شروع کیا لیکن اسپر بھی انکو نجات نہین ملتی تھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی ان سے جزیہ لیا جاتا تھا آخر مجبور ہوکر انھون نے راہب ہونا شروع کیا لیکن ... بھی قایم نہ رہی اور ... پر بھی جزیہ قایم کیا گیا، جزیہ کے سوا اور مختلف طرح کے محصول قایم کرتے تھے اور انکے وصول کرنے مین اسقدر ظلم سے کام لیتے تھے کہ ملک کے ملک ویران ہوگئے فوجین جب چلتی تھین

یہہ جزیرہ جو یورپ مین آبادی کا ایک خاص مرکز تہا ڈہائی سو برس تک مسلمانون نے اسمین حکومت کی لیکن اسلامی تمدن نے اتنے ہی دنون مین عام باشندگان سسلی کو جذب کر لیا اور اوس تمدن کے حیرت انگیز کرشمے دیکھکر سب کے سب عیسائی بلا جبر و اکراہ کے مسلمان ہوگئے۔ یورپ مین مورخون

تو یہ دھرسے گذرتی تہین لوگون کو اوٹ لیتی تہین اس بحث کو اسطرح لکہا ہے کہ ظلم اور غارتگری کی تصویر کہینچ دی ہے ایک موقع پر لکہا ہے۔

"پہر جزیہ و خراج مین اضافہ کر دیا اور اوسکے وصول کرنے مین شدت کی اور لوگون کو سخت تنگ کیا، یہانتک کہ جو لوگ مسلمان ہوجاتے تھے اونسے بھی جزیہ لیا، باقی جو اپنے مذہب پر قایم رہتے تھے اونکو بری طرح سے عذاب دیتے تہے"

اسکی کیفیت یہہ ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت قریباً سو برس رہی اس وسیع مدت مین تین چار واقعے پیش آئے ہین کہ مسلمان ہونے پر جزیہ لیا گیا ان چند واقعات کو مصنف اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ بنو امیہ کا یہہ عام طرز عمل تہا اس موقع پر لکھتا ہے۔

"خصوصاً اہل خراسان، ماوراء النہر کہ یہہ لوگ آخر زمانہ امیہ تک صرف اسلئے ایمان نہین لائے کہ عمال اسلام لانے کے بعد بھی جزیہ ظلماً لیتے تہے۔"

ان واقعات کو ہم کسیقدر تفصیل سے بیان کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ اسکے بیان مین کسقدر جھوٹ اور فریب اور رنگ آمیزیان کی ہین۔

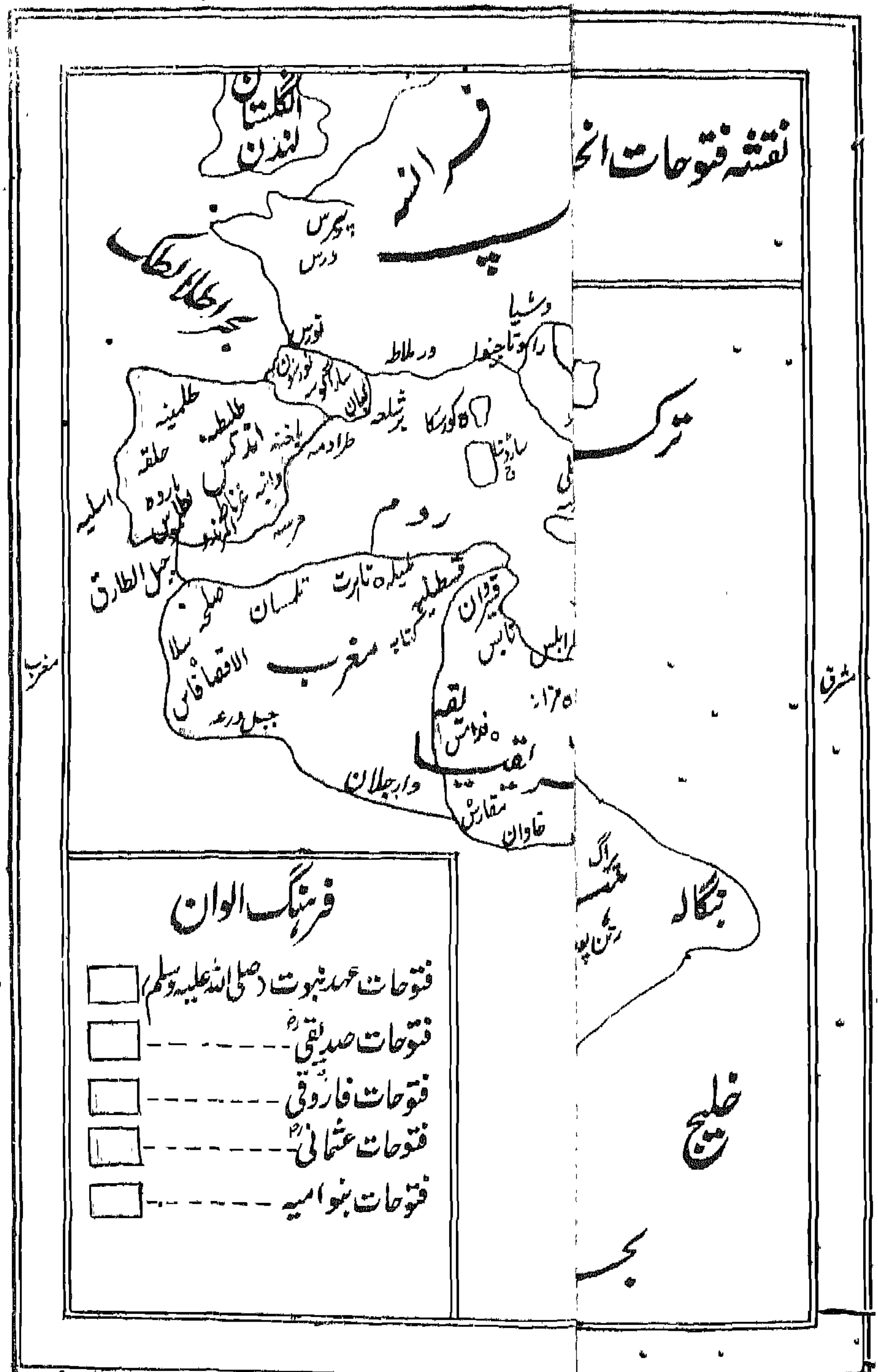
سنہ ... مین حجاج کو اوسکے عاملون نے لکھا کہ غیر قومین مسلمان ہوکر شہرون مین چلی آئی ہین

کے پاس اس دعوی کی کوئی قابل تسلیم دلیل نہین ہے کہ تلوار کے زور سے ان باشندونکو مسلمان بنایا گیا ہو۔ اونکو بھی حیرت ہے کہ صلیب و ناقوس کے پوسجنے والون مین ایسی تبدیلی کیون آگئی اور کیا سبب ہوا کہ اقانیم ثلثہ کی

خراج کی آمدنی گھٹ گئی ۔ حجاج نے بصرہ وغیرہ مین حکم بھیجا کہ یہ نومسلم مواضعات کو واپس بھیجدیے جاوین اور انسے جزیہ لیا جاوے ۔ بصرہ مین جب یہ حکم پہونچا اور اون لوگون سے جزیہ وصول کیا جانے لگا تو یہ لوگ روتے تھے اور وا محمداہ پکارتے تھے یہ دیکھکر وہان کے علما روتے تھے ۔ اسی حال مین عبدالرحمن بن اشعث جنہون نے حجاج سے بغاوت کی تھی بصرہ مین پہونچے علما و قرا نے حجاج کے فعل سے ناراضی کے بنا پر اونکے ہاتھ پر بیعت کی ۔ علامہ ابن اثیر نے سنہ ۸۱ھ کے اخیر واقعات مین نہایت تفصیل کے ساتھ ان واقعات کو لکھا ہے جنہ اون واقعات مین حسب ذیل واقعات بہ تصریح موجود ہین (۱) حجاج کے ظلم پر بصرہ کے علما روتے تھے (۲) یہ علما حجاج سے ناراض ہوکر عبدالرحمن بن اشعث سے مل گئے ۔ مصنف نے علما سے بصرہ کی ہمدردی اور رنج کا ذکر بالکل قلم انداز کر دیا [illegible] کو تکلیف ہوئی اور حجاج کے فعل سے آزردگی ظاہر ہوئی تھی ۔

عبارات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج کا یہ فعل اتفاقی غیر معمولی اور خلاف شرع تھا اگر علما نے صرف اس وجہ سے حجاج پر بغاوت کی اور شریک بغاوت ہو گئے لیکن مصنف دکھاتا ہے کہ سلطنت بنوامیہ میں نومسلمون سے جزیہ لینا عام معمول تھا ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین [illegible] حجاج کی تقلید کی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز



انگلستان
لندن
فرانس
پیرس
بحر اطلانٹک
جبل الطارق
تلمسان
مغرب
قیروان
بنگال
خلیج
مغرب
مشرق
فرہنگ الوان
فتوحات عہد نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم)
فتوحات صدیقی رض
فتوحات فاروقی
فتوحات عثمانی رض
فتوحات بنو امیہ

عبادت گاہونکی جگہہ احکام اسلام کی پابندی اسقدر ترقی کر گئی کہ سسلی کے
ایک ایک ایکڑ زمین پر کئی کئی مسجدین نظر آتی تھین اور سب نمازیوں اور طالبعلمون
سے معمور رہتی تھین جہین خدا کا اور اسلام کا نام لیوا ایک مسلمان تنفس
باقی نہین ہے مسجدون کا کیا ذکر ہے فاعتبروا یا اولی الابصار و لله
وارث الارض ومن علیها وھو خیر الوارثین -

کو معلوم ہوا تو جراح کو لکھہ بھیجا کہ نومسلمون کو جزیہ معاف کر دیا جاوے، جزیہ معاف کر دیا گیا تو ہزارون
آدمی مسلمان ہو گئے، اور خراج کی تعداد گھٹ گئی، جراح نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ یہ
صدق دل سے ایمان نہین لائے اسلئے حکم ہو تو مین تحقیق کرون کہ ان لوگون نے ختنہ بھی
کرایا ہے یا نہین، حضرت عمرؓ نے لکھہ بھیجا کہ خدا نے رسول اللہ کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا
تھا، نہ ختنہ کرنے کے لئے یہ تمام واقعات ابن الاثیر نے سنہ ۱۰۰ھ کے واقعات
مین بہ تفصیل لکھے ہین،

مصنف نے اس واقعہ مین صرف جراح کا جزیہ لگانا لکھا ہے باقی تمام واقعات اور
حضرت عمرؓ کے حکم کو اوڑا دیا ہے سنہ ۱۰۲ھ مین یزید بن ابی مسلم نے افریقیہ مین حجاج کی تقلید کرنی
چاہی اسپر لوگون نے اوسکو قتل کر دیا اور یزید بن عبدالملک جو خلیفہ وقت تھا لکھہ بھیجا کہ ہمنے
اوسکو اسوجہ سے قتل کر دیا، یزید بن عبدالملک نے لکھہ بھیجا کہ مین اوسکے فعل کو خود ناپسند کرتا تھا
چنانچہ ان لوگون سے کچھہ باز پرس نہ کی،

مصنف نے ان بیانات کو دیکھہ کر یزید بن ابی مسلم کی کارروائی لکھہ کر باقی تمام واقعات

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی قومی اصلاح

سلطنت بنو امیہ کے زمانہ میں جو قومیں اپنے بل پر کھڑی ہو کر سلطنت سے تصادم کرنیکی طاقت رکھتی تہین پیدا ہوئے ۔ دو ان امن مین خلل انداز ہوا کرتی تہین دو دفعہ مخالف قومین تہین ۔

کو قلم انداز کردیا ہے۔ سنہ ١٠٢ھ مین اشرس نے نومسلموں پر جزیہ لگایا اسپر لوگون نے بغاوت کی اور رؤساے عرب نے انکی حمایت کی اس واقعہ مین بھی مصنف نے اہل عرب کے حمایت کا مطلق ذکر نہین کیا۔

واقعات مذکورہ بالا کی نسبت امور ذیل پر لحاظ کرو۔

بنو امیہ کی صدسالہ حکومت مین چند دفعہ یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ مین اس کارروائی کو روکا۔ یزید بن عبدالملک کے زمانہ مین جب یزید بن ابی مسلم نے ایسا کرنا چاہا تو بغاوت ہوئی اور اہل عرب نے باغیون کا ساتھ دیا۔ غرض خلفاے بنو امیہ مین سے کسی نے اس فعل کو جائز نہین رکھا۔ عمال نے ایسا کیا تو یا خود خلیفہ وقت نے روکدیا یا اہل عرب نے عمالون کی مخالفت کی اور لڑے ۔

مصنف نے ... تک ... دیکھے یا عام مسلمانون کی ناراضی اور ان لوگون کی حمایت کا مطلق ذکر نہین کیا۔ اور ان چند واقعات کو اسطرح ادا کیا کہ بنو امیہ کے زمانہ سلطنت مین یہ عام رواج تھا۔

مصنف نے لکھا ہے کہ جزیہ قومون پر چونکہ بنو امیہ ظلم کرتے تھے اسلئے جب کوئی بغاوت

ایک تو خاندان نبوت کے ممبر۔ اور دوسرے خارجی۔ جنکا سرے سے نابود کر ڈالنا یا صلح و آشتی سے سلطنت کا ہوا خواہ بنالینا سلطنت مین امن و امان قایم کرنیکی غرض سے ازبس ضروری تہا۔ مگر عمر بن عبد العزیز کا دماغ ایسا صحبت یافتہ و تربیت یافتہ نہ تہا کہ وہ قومی کشت و خون کی ناپاک چھینٹین اپنے پاک و

ماہ تی تھی تو یہہ لوگ اوسمین شریک ہوجاتے تھے، اسکے بعد لکھتا ہے،

"کہ عرب کے ذہن مین یہہ بات قایم ہوگئی کہ خلافت کے لئے قریشی ہونا ضروری نہین"

اس موقع پر مصنف نے سخت خباثت اور علانیہ دروغگوئی کی ہے، اس عبارت کے ثبوت مین کتاب الاستقصا کی جلد اول صفحہ ۶۰ کا حوالہ دیا ہے، اسکی کیفیت یہہ ہے کہ مصنف استقصا نے اہل بربر اور مغرب (ٹونس) وغیرہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ پہلے مذہب حق پر تھے، پھر اہل بدعت نے انکو گمراہ کیا، اسکے بعد لکھا ہے کہ بس انکو اہل بدعت نے سکھلایا کہ خلافت مین قریشی ہونا مشروط نہین ہے،

مصنف کتاب مذکور کے حوالہ سے لکھتا ہے، کہ اہل عرب کے دل مین یہہ اعتقاد قایم ہوگیا، لیکن اس کتاب مین عرب نہین بلکہ اہل مغرب کے متعلق یہہ واقعہ مذکور ہے وہ بھی اس حیثیت سے کہ بدعتیون نے انکو گمراہ کر کے یہہ خیال انکے دل مین ڈالا تہا،

مصنف نے لکھا ہے کہ جزیہ چونکہ غیر مذہب والون کو سخت عذاب دیتے تھے

اور ان لوگون نے دیکھا کہ مسلمان ہوکر بھی جزیہ سے نجات نہین ملتی، اسلئے بعضون نے رابہ گی رہنا اختیار کیا، عمال نے جب یہہ دیکھا تو راہبون پر بھی جزیہ لگایا (حصہ دوم صفحہ ۲۰)۔

شکستہ دامن پر پڑسنے دیتا۔ اور اپنے آبا و اجداد کی پالسی کے نقش قدم پر چلکر بدنام کنندہ نکونامی چند کے دفتر میں اپنا نام لکہواتا۔ روزمرہ کے مشاہدات اور تجربات نے بڑے العین اونکو یہ سبق پڑہا دیا تہا کہ اس پالسی کے اختیار کرنے

اس واقعہ کے لئے مصنف نے مقریزی (صفحہ ۴۹۲) کا حوالہ دیا ہے لیکن عنت خیانت کی ہے مقریزی مین ایک حرف بہی اسکے متعلق مذکور نہین کہ لوگون نے جزیہ کے ڈرسے راہب ہونا اختیار کیا صرف یہ لکہا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے راہبون کا خون کروایا اور انپر جزیہ لگایا۔

ناظرین اخود فیصلہ کرلین کہ مصنف کسقدر دروغگو جزئی واقعہ کو عام کردینے والا تاریخی واقعات مین تحریف اور ردوبدل کرنے والا اور غلط استنباط و استدلال سے کام لینے والا اور مسلمانون کا ظاہر بنا دوست ۔ مگر کسقدر اونکے خون کا چوسنے والا اور اونکے نیکنامیون پر داغ لگانیوالا شخص ہے خدا کرے مسلمان ایسے منافق گندم نما جوفروش دشمنون سے ہمیشہ محفوظ رہین آمین ثم آمین۔

ان مذکورہ بالا بیسیون واقعہ اخلاق کے مقابلہ مین سلطنت روس کی مذہبی مداخلت، تعصب، اور تخفیف المسکانی ناظرین ملاحظہ کرین ۔ ۔ ۔ سال مین المؤید نے لکہا ہے کہ سلطنت روس وہان ۔ ۔ ناظرین کو ۔ ۔ ان ۔ ۔ کاتب مین قیصر روس اور قیصرہ کی تصویر آویزان کرنے پر مجبور کرتی ہے ۔ بعدازان الحقیقت ۔ ۔ روس کی یہ دست اندازی کوئی نئی چیز نہین ہے ۔ ۔ نکو تمام دنیا سے اسلام نے اونسے ۔ ۔ کے ساتہ ۔ ۔ بلکہ اسکے پہلے اونہین اس سے بہی زیادہ سخت مذہبی مظالم ہو چکے ہین ۔ ۔ ۔ اونکے مظالم کے نصب

سے بجز قومی کشت و خون اور قومی بربادی اور قوت کے انحطاط اور ضعف کے کوئی نتیجہ نہین - قطع نظر اس سے مجاہدین کا جہاد سے ہاتھہ رک جانا اور قومی قوت کو قومی ہنگامون مین منتشر کر دینا اور غیر قومون کی پوزیشن کو مضبوط کرنیکا کافی موقع دینا اسکا لازمی نتیجہ ہوگا - مگر اس پالسی کے اختیار کرنے اور اوسکی اصلاح کرنے مین جو سب سے بڑی آہنی دیوار حایل تھی وہ قومی عناد کے ساتھہ جلطی

اور ظلم و ستم سے تنگ آکر گذشتہ زمانے مین سات ہزار مسلمان عیسائی ہوگئے تھے لیکن چونکہ یہ مذہبی انقلاب بالکل ایک آخری انقلاب تہا - اس بنا پر یہ گروہ عقیدۃً اسلام پر قایم تہا - اور آجتک اونکی عورتون مین پردہ کی رسم عام طور پر جاری ہے - اس گروہ کو عیسائی مذہب کے اصول و فروع کا مطلق علم نہ تہا - صرف اسقدر تغیر ہوگیا تہا کہ ان لوگون نے اسلامی نام محمدؐ علیؓ عثمانؓ وغیرہ کو چھوڑ کر عیسائی نام مثلاً حنا پطرس پولوس وغیرہ اختیار کرلیے تھے حکام کے علاوہ دوسری طرف مشنری عیسائیون کی ریشہ دوانیان جاری تہین یہ لوگ مسلمانون کو طرح طرح کے فریب دیکر عیسائی مذہب مین داخل کرنا چاہتے تھے - اسلام پر نہایت شرمناک حملے کرتے تھے، نہایت متعصبانہ کتابین شایع کرکے مسلمانون کی مذہبی جذبات کو صدمہ پہونچاتے تھے - لیکن انکے مقابل مین سلطنت کیطرف سے مسلمانون کو مدافعت مناظرہ اعتراض و جواب کی بالکل اجازت نہ تہی - اس بنا پر مشنری پادریون کو زباندرازی کا اور بھی موقع ملتا تہا چنانچہ گذشتہ سال ڈوما کے مسلمان ممبرون نے نہایت زور و شور کیساتھہ جب اس مسئلہ کو پیش کیا - تو اس تجویز کو نہایت حقارت کے ساتھہ رد کیا گیا۔[سلہ]

اور خلقی عادت بھی تھی جو بڑہتے بڑہتے بنی امیہ کی طبیعت ثانیہ اور مایہ خمیر بنچکی تھی جسکا سنگ بنیاد رکھا ہوا وہ ایک دن کا نہ تھا بلکہ امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی جنگ صفین سے کے زمانہ کا تھا پس ایسے عناد عادیہ کا قلع قمع اور اوسکا آن واحد مین اصلاح کرنا قلب ماہیت کا مرادف تھا۔ یہ ضرور سچ ہے کہ جنگ صفین اور امام مظلوم کی شہادت سکے واقعات پر بنی امیہ کی عصبیت کے جوش خروش اور سلطنت کے شاہانہ عظمت و جبروت سنے وہ ایک تہ چڑھا دیا تھا اور زمانہ اوسکو کسیقدر فراموش بھی کرچکا تھا اور عامی اوسکو نوشتہ تقدیر سمجھکر صبر و سکون بھی اختیار کرچکے ستے مگر اس پرانی دیوار پر جو روزمرہ قلعی کیجاتی تھی اور فتنہ ہاسے خوابیدہ کو بیدار اور زخمہاسے کہن پر جو نشتر لگائے جاتے تھے وہ تازگی و شگفتگی کے لئے کیا کم تھے ۔ چنانچہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے پہلے اسی مرض کی تشخیص کرکے اسیکا علاج اور اسی کی مرہم پٹی شروع کی اور ایسی حسن لیاقت اور دانائی سے اسکو انجام دیا کہ مرض بھی جاتا رہا اور مریض کو تکلیف بھی نہوئی۔ آپنے اپنے ایک مقرب خاص یہودی طبیب سے بخیال اسکے کہ غیر قومون کے چند مختصر ہی طعن آمیز کلمات و مضحکہ خیز چند فقرات جسقدر دلون مین غیرت ۔ غیرت ۔ جوش و حرارت پیدا کرنیوالے ہوتے ہین اوسقدر اپنے ہمچشمون اور ہم قومون کی دہوان دہار فصیح و بلیغ اسپیچین و وعظ نہین کام دیسکتے اپنا دلی خیال ظاہر کیا اور اوسکو چند باتین فہمایش کرکے دربار کے

وقت حاضری کا حکم دیا۔ چنانچہ دربار مین وہ اوسوقت حاضر ہوا جبکہ اکابر و عمایدِ
دولت و معارف و مشاہیر ممبران خاندان بنی امیہ درجہ بدرجہ اپنے موقع پر کرسیون
پر نشست کیے ہوئے تھے۔ اوسنے یکایک سرِ دربار حاضر ہوکر خلیفہ کی لڑکی
سے اپنی شادی کی درخواست کی۔ خلیفہ نے تو تصنع آمیز شرم سے اپنا سر جھکالیا
مگر خاندان بنی امیہ کے ہر ممبر کے چہرے سُرخ ہو گئے آستینین چڑھ گئین اور برافروختہ
ہو ہو کر کہنے لگے کہ شاہی دربار کا نمکخوار ہو کر کیسا گستاخانہ کلام کرتا ہے۔ خلیفہ نے
اونکی ترشروئی و برہمی دیکھکر سر اوٹھا کر نرمی سے جواب دیا کہ تو یہودی اور ہم مسلمان
میرا مذہب تیرے مذہب سے جدا پھر مین کسطرح اپنی لڑکی کی شادی تیرے
ساتھ کر سکتا ہون" یہودی نے کہا کہ "پیغمبر صاحب نے کیون اپنی صاحبزادی
فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کردی تھی" امیر المومنین نے کہا کہ "وہ عظماے
مذہب محمدی اور جان نثار ملت احمدی سے تھے اونھون نے بڑے بڑے
نمایان کام اسلام کی ترقی و بہبودی کے لئے کئے ہین اونکے لیے جنت کی
بشارت ہو چکی ہے" یہودی نے کہا پھر ایسے جلیل القدر شخص کے نسبت خطبہ
مین غیر مہذب و ناشایستہ الفاظ کیون استعمال کیے جاتے ہین اور مجلسون
اور محفلون مین کیون اونپر سب و شتم کیا جاتا ہے" امیر المومنین نے روساے
بنی امیہ و آل بنی مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ اسکا معقول جواب
دیجیے۔ ان لوگون کی مہر خموشی تک ٹوٹی نہین جواب کون کہے آخر سبھون

نے نادم ہوکر سر نیچا کرلیا اوسیوقت امیر المومنین نے قطعی حکم صادر کیا کہ خطبہ سے
وہ ناملایم وناشایستہ کلمات جو حضرت علی کی شان مین کہے جاتے ہین خارج
کردیئے جاوین اور بجاے اونکے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ یا ربنا
اغفر لنا ولاخوانناالخ داخل کئے جاوین - یہ ہماری بڑی غلطی وناانصافی
ہوگی اگر ہم اس نیکنامی کی فہرست مین عبید اللہ بن عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود مشہور
تابعی اور فقیہ کا نام نہ داخل کرین یہ اوسی فقیہ کی صحبت وتعلیم کا اثر اور اوسی کا یہ
عقیدہ خلیفہ کے دلمین راسخ کیا ہوا تہا جسکا وقوع عمر بن عبد العزیز نے اپنے
بااختیار زمانہ مین کیا - مورخین کا عام اتفاق ہے کہ عمر بن عبد العزیز فرماتے ہین کہ
مین جس زمانہ مین مدینہ منورہ مین تحصیل علم کررہا تہا تو میری عادت تہی کہ مین ہمیشہ
اپنے شفیق اوستاد کی خدمت مین حاضر ہوا کرتا تہا اتفاقاً ایک روز جب مین گیا تو
آپ نماز پڑہ رہے تہے جب نماز سے فارغ ہوے تو مجہسے کہنے لگے" دوستی کیونکر
معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اصحاب بدر سے بیعت رضوان پر راضی ہونے کے بعد
غضبناک ہوا" مین نے کہا مجہے خبر نہین - فرمایا" مین نے سنا ہے کہ تم حضرت
علی کی شان مین گستاخانہ کلام اور ناملایم الفاظ استعمال کرتے ہو" مین نے کہا
آج کی تاریخ سے مین توبہ کرتا ہون اور آپ سے معذرت چاہتا ہون" یہ سخت
تعجب ہے کہ عبد العزیز اپنے شخص کہ جو علم وفضیلت کے خزانہ اور عقل وحکمت کے

لہ سیرۃ العمریہ وابن اثیر وغیرہ

اعلیٰ نمونہ تھے وہ بھی اس گناہ کے شریک حال تھے اور اس معصیت کو مصالح ملکی
پر قربان کرنا اپنا فخر اور فرض سمجھتے تھے - عمر بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میرے
باپ عبدالعزیز خطبہ پڑہتے وقت جبکہ اوس مقام پر پہونچتے تھے کہ جس مقام پر
حضرت علی کی شان مین کلمات ناشایستہ درج تھے تو وہان پر اونکی زبان مین
لکنت پیدا ہو جاتی تھی - مین نے اونسے دریافت کیا اسکی کیا وجہ ہے آپ
کہنے لگے "اے میرے لخت جگر اسوقت جو لوگ ہماری خدمت گذاری مین
حاضر ہین اگر حضرت علی کے مراتب و مناقب سے واقف ہو جاوین تو ہمسے بدظن
ہو کر حضرت علی کی اولاد کی تبعیت مین کمربستہ ہو جاوینگے" خلاصہ یہ کہ آپنے اس
رسم قبیح کے انقطاع تک بس نہین کیا بلکہ آپنے اہلبیت کے روزینے بھی
بیت المال سے مقرر کئے اور اونکی تعظیم و تکریم و حفظ مراتب کا پورا پورا مرتے دم
تک لحاظ رکھا - بلکہ اونکے غلامون تک کا اعزاز مقدم رکھا - ایکبار عبداللہ بن حسن
کسی ضرورت سے تشریف لائے آپنے فرمایا جب کوئی کام ہوا کرے تو بلا دیتے
کسی آدمی کو بھیجکر یا رقعہ لکھکر مجھکو طلب کر لیا کیجئے آپکے کام کے سرانجام مین کسیطرح
پہلو تہی نکرونگا - مجھے اللہ کیطرف سے شرم آتی ہے کہ وہ آپکو میرے دروازہ پر
دیکھے - ایسا ہی ایک مرتبہ اسامہ بن زید کی بیٹی تشریف لائین آپنے فوراً اپنی
جگہ چھوڑ دی اور خود مسند خلافت کے آگے اونکے روبرو بیٹھ گئے - یہ تھے
اسلامی غلام جنکے نسبت معاندین موتہم آتے ہین اونکوان واقعات پر منصفانہ

نظر ڈالنی چاہیئے، فاطمہ بنت حسین عمر بن عبدالعزیز کی فیاضی کی تعریف اپنے الفاظ مین اسطرح بیان کرتی ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب تک زندہ رہتے ہم اہلبیت کو کسیکی احتیاج نہوتی۔ امام محمد باقرؓ کہتے ہین کہ ہر قوم مین ایک مرد صالح و نیکو کردار ہوتا ہے چنانچہ بنی امیہ مین عمر بن عبدالعزیز ہین۔ محمد بن علی بن حسین کہتے ہین کہ بنی امیہ مین عمر بن عبدالعزیز نجیب ہین جو قیامت کے روز ایک امت کے برابر اوٹھائے جاوینگے۔

باغ فدک کی واپسی اولاد فاطمہ کو

بنی امیہ نے یہ غضب کر رکھا تھا کہ باغ فدک کو جسکو حضرت فاطمہ زہرا کے تقاضے پر بھی شیخین نے اس بنا پر کہ وہ عام مسلمانون کا حق شرعی ہے واپس نہین کیا تھا اپنا خاص حصہ بنا رکھا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اسکو خاندان رسالت مین اوسی حیثیت سے دیدیا۔ بنی امیہ مین اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی سب نے متفق ہوکر ہشام بن عبدالملک کو خلیفہ کے پاس بھیجا کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کرین۔ اور قدما جو فیصلہ کر گئے ہین اوسکو بحال رکھین۔ عمر نے کہا کہ اگر میرے سامنے ایک فرمان اللہ تعالے کا پیش کیا جاوے اور ایک عبدالملک کا تو مجھکو کسپر عمل کرنا چاہیئے۔ ہشام نے کہا کہ جو مقدم ہو۔ خلیفہ نے کہا تو خدا کا کلام سب پر مقدم ہے۔ قطع نظر اسکے ایسے تمول اور مقتدر حالت مین جبکہ مسلمانونکا ستارہ اقبال فلک الافلاک پر لمعہ افگن تھا اور دولت اونکی خاکپا بنی ہوئی تھی

ملہ الندوہ (مضمون نوشتہ علامہ شبلی)۔

اور اونکے چشمۂ فیض و برکت و بحر جود و سخا سے عام قومین سیراب و فیضیاب ہو رہی
تہین۔ ایسے درماندہ شکستہ حال۔ افلاس زدہ آل نبی کو ایک باغ فدک
بخشدیا کونسی خطا و ناانصافی تہی۔ اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ شیخین کے فیصلہ
کے خلاف عمر بن عبدالعزیز نے فیصلہ کیا۔ تو آل مروان ہی کو اوس سے غصباً
متمتع و مستفید ہونیکا کونسا حق تہا۔ درانحالیکہ وہ متمول اہل زر۔ مقتدر۔ صاحب
مال تہے۔ اور باغ فدک پر بلا کسی حق کے اوسکو خالصہ قرار دیکر قابض تہے اور
عام مسلمین اوس سے محروم تہے۔ پس باغ فدک کو بجاے دوسرے مستحقین
کے اگر خلیفہ نے انہین مصیبت زدہ۔ نکبت زدہ۔ تنگدست۔ آل نبی کو دیکر
اونکے ساتھہ یہ سلوک کیا تو یہ کوئی جرم اور حق تلفی نہین ہے بلکہ حق بحقدار رسید کا
مصداق ہے جسکے وہ ہر طرح اہل تہے کیونکہ بیت المال کا مال خدا و رسول کے
حکم کے مطابق اونہین لوگون کا حق ہے جو بیدست و پا۔ مفلوج۔ مفلوک۔
مظلوم وغیرہ وغیرہ ہون شیخین نے جو باغ فدک ضبط کیا تہا تو اولاً اوسکو
مسلمانونکا حق سمجھکر ضبط کیا تہا لیکن ساتہی اسکے خاندان نبوت کا وقار اعلی درجہ
پر قایم رکہا۔ اور اونکے دلون پر ذرہ بہی میل نہ آنے دیا۔ اور طرح طرح کے
مراعات اونکے ساتہہ جاری و مرعی رکھین یہانتک کہ جو نعم البدل اہلبیت کو
اونکے مبارک ہاتہون سے علاوہ اس سے کہین بدرجہا افضل و برتر تہا۔
اگر ان مراعات کی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو علامہ شبلی کی الفاروق ملاحظہ ہو۔

جسمین علامہ نے اہلبیت اطہار کے روزینوں کی تعداد و تفصیل جو بیت المال سے اونکا مقرر تھا نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی ہے۔ الغرض خلیفہ کے اس مخلصانہ رویہ کا نتیجہ ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز کی دو ڈہائی سال حکومت کے زمانہ مین خاندان نبوت سے کوئی مخالف صدا بلند نہوئی بلکہ سب کے سب سلطنت کے پشت و پناہ و بہی خواہ بنے رہے۔ حتی کہ چارون طرف سے امیرالمومنین کی مدح سرائی ہونے لگی اور روزمرہ مسجدونمین دعا کے لیے ہاتھ اوٹھنے لگے چنانچہ کثیر عزہ شاعر نے جو چند مدحیہ اشعار خلیفہ کی شان مین کہے ہین مسطور ذیل ہین جنکو حکام امیرالمومنین کہتے لگے مین سے اب فلاں پائی۔

وليت فلم تشتم عليًا و لم تخف بريًّا و لم تتبع مقالة مجرم

کاش تو نہ گالی دیتا حضرت علی کو اور نہ ڈرتا تو بری کو اور نہ اتباع کرتا مقولہ مجرم کا

تكلمت بالحق المبين و انما تبين آيات الهدى بالتكلم

تو نے حق کہا اور بیشک علامات ہدایت کلام سے ظاہر ہوتے ہین

وصدقت معروف الذي قلت بالذي فعلت فاضحى راضيًا كل مسلم

جو تو نے حق کہا اوسین تو سچا ہے پس جو تو نے کہا اوس سے سب مسلمان راضی ہوے

الا انما يكفي الفتى بعد زيغه من الاود البادي ثقاف المقوم

ضرور کافی ہے جوان کو دیکھنے بعد اوسکے کجروی کے ایسی کجی جو ظاہر ہو سیدہا کرنیوالے جنتر سے

۱؎ سیرۃ العمر ابن اثیر روضۃ الصفا۔

شریف رضی شیعی نے بھی اس مضمون کو بہت عمدہ طور سے ادا کیا ہے۔

انت نزھتنا عن السب والقذف ۔ فلو امکن الجزاء جزیتک

تو نے ہمکو گالی اور بہتان سے پاک کیا ۔ پس اگر بدلا ممکن ہوتا تو مین تجھکو بدلا دیتا

اس قومی اتفاق کی اصلی وپہلی منزل سطے کرنے کے بعد آپنے دوسری منزل مین قدم رکھا۔ ناعاقبت اندیش جاہل فرقہ خارجی جو اپنے کو بزعم خود فرقہ ناجیہ خیال کرتا تہا وہ اپنی ڈیڑہ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانا چاہتا تہا اوسکے دماغ مین مدتون سے یہ خبط سمایا ہوا تہا اور یہ خواب پریشان یہ لوگ دیکھتے چلے آتے تہے کہ جتنے خلفا گذرے ہین باستثنا ے شیخین کے سب ناحق پر تہے بربنا ے اسکے ہر عہد خلافت مین وہ حشرات الارض کیطرح کسی نہ کسی طرف سے نکل پڑتے تہے اور خود بھی کتنے مرتے معدوم وفنا ہوتے تہے اور بہتیرون کو گزند پہونچا کر پھر نیست ونابود ہوجاتے تہے ۔ یہہ طرز عمل اونکا خلیفہ چہارم کے زمانہ سے شروع ہوا اور ہر خلافت کے عہد مین بدستور قایم رہا۔ مگر عمر بن عبد العزیز کے دوسالہ زمانہ حکومت مین وہ لوگ سکون پذیر وخاموش رہے۔ اونکے خیالات وعقائد کی اصلاح اسطرح ہوئی کہ سرحدی پر شوذب خارجی نے دوسو آدمیون کی جمعیت سے سرزمین خوخی مین خروج کیا یہہ قبیلہ بنو لشکر سے تہا اور اسکا اصلی نام بسطام تہا۔ ان دنون عبد الحمید بن عبد الرحمن بن زید بن خطاب کوفہ کا گورنر تہا عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورنر کے نام اس مضمون کا فرمان بہیجا کہ ایک ہوشیار

خارجیون ... کا استیصال

تجربہ کار افسر اس فرقہ کے تدارک کے لئے بھیجدیا جاوے مگر وہ برہم نہ کئے جاوین یعنی اونسے چھیڑ چھاڑ نہ کیجاوے کہ مسلمانون مین خونریزی و آبروریزی ہو۔ عبد الحمید نے بموجب اس فرمان کے محمد بن جریر بن عبد اللہ بجلی کو بسرافسری دو ہزار فوج کے شوذب کے طوفان بے تمیزی کی روک تھام کیواسطے روانہ کیا۔ چنانچہ محمد نے مقابلہ پر پہونچکر بلا تحریک و اشتعال جنگ کے ڈیرے ڈالدیئے[1]۔ ایدہر عمر بن عبد العزیز نے مسلمانون کے درمیان خونریزی کے خوف سے ایک خط شوذب کے نام خود بھی تحریر کیا جسکا مضمون یہہ تھا "مجھے خبر ملی ہے کہ تمنے اللہ اور اوسکی خوشنودی کے خلاف خروج کیا ہے حالانکہ تم اوسکے مستحق نہ تھے آؤ ہم تمسے مناظرہ کرین اگر ہم حق پر ہون تو تم ہمارے گروہ مین داخل ہو جاؤ جس مین کل لوگ داخل ہین اور اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہارے بابت غور کرینگے" بسطام نے خط پڑہ کے عاصم حبشی (بنی شیبان کا آزاد غلام) اور بنو لشکر کے ایک شخص کو عمر بن عبد العزیز کے پاس مباحثہ کرنیکو روانہ کیا[2]۔ یہہ دونون جب دربار خلافت مین حاضر ہوے تو انکی غیر معمولی تعظیم و توقیر کی گئی اور نہایت عزت و وقار سے ٹہرائے گئے اور میدان مناظرہ گرم ہوا ہم اس مناظرہ کو تفصیل کے ساتھ اسوجہ سے کہ اس سے خلیفہ کی مزید معلومات کا کافی پتہ چلتا ہے تاریخ کی کتابون سے اقتباس کرکے پیش کرتے ہین۔ (خلیفہ) تملوگون کو کس امر نے خروج اور انتقام پر مجبور کیا ہے (عاصم) ہمکو تمہاری سیرت سے

---

[1] ابن خلدون [2] ابن خلدون [3] ابن اثیر وغیرہ۔

کسی قسم کا اشتعال یا خیال انتقام نہین پیدا ہوا تم بیشک عدل و انصاف کے پتلے ہو لیکن تم یہ بتلاؤ کہ کرسی خلافت پر تم کسطرح متمکن ہوئے مشورہ و رضامندی سے یا بزور غلبہ (خلیفہ) نہ تو مین نے اسکی خواہش کی اور نہ مین نے بزور غلبہ اسکو حاصل کیا مجھسے پیشتر خلیفہ سابق نے میری ولیعہدی کی لوگون سے بیعت لی تھی اس بنا پر مین نے زمام خلافت اپنے ہاتھ مین لی اور کسی نے اس سے اختلاف و انکار نہین کیا اور تمہارا بھی مذہب یہی ہے کہ امیر المومنین وہی ہے جو لوگونکی رضامندی سے امیر بنایا جاوے اور عادل ہو اگر مین حق کا مخالف ہون تو میری اطاعت تمپر فرض نہین ہے۔ (عاصم اور اوسکا ہمراہی) لیکن ایک بات باقی رہگئی وہ یہہ ہے کہ تمنے اپنے خاندان والون کے افعال و حرکات سے مخالفت کی اور اوسکو مظالم کے نام سے موسوم کرتے ہو پس اگر تم ہدایت پر ہو اور وہ ضلالت و گمراہی پر رہے ہون تو اونسے بیزاری ظاہر کرو اور اونپر لعنت بھیجو (خلیفہ) ہم کہہ سکتے ہین کہ تم لوگون نے بقصد آخرت خروج کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اوسکا راستہ بھول گئے۔ ہرگز اللہ تعالے نے کسی پر لعنت کرنا مشروع نہین کیا ہے اور نہ رسول اللہ کو لعان (لعنت کرنیوالا) مبعوث کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہے ومن عصانی فانک غفور الرحیم (اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو بیشک غفور و رحیم ہے) اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اولئک الذی ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ (یہی لوگ ایسے ہین جنکو اللہ تعالے نے ہدایت کی ہے انہی لوگون کے طریقہ کی پیروی کر)

مین سے اوسکے اعمال کو جو مظالم سے تعبیر کیا پس اسیقدر اونکی مذمت کافی ہے اور
اگر گنہگارون پر لعن کرنا واجب ہے تو بیشک تمپر بھی یہہ واجب ہے کہ فرعون پر
لعنت کیا کرو لیکن تم اوسپر لعن نہین کرتے ہو حالانکہ وہ بدترین خلایق تھا پس مین
کیسے اپنے خاندان پر لعن کرون جبکہ وہ نمازین پڑہتے اور روزے رکہتے تہے بیشک
وہ ظلم کرنے سے کافر نہین ہو سکتے ہین - کیونکہ رسول اللہ لوگون کو ایمان و شریعت
کیطرف بلاتے ہین جو اوسپر عمل کریگا اوس سے وہ فعل قبول کیا جائیگا اور جو شخص اوس سے
انحراف و احداث کریگا اوسپر حد جاری ہوگی - (عاصم اور اوسکا ہمراہی) رسول اللہ نے
لوگون کو توحید لا اقرار بما نزل علیہ کی بہی تو دعوت دی ہے (خلیفہ) تو اون لوگون
مین سے کوئی شخص ایسا نہین ہے جو اوسکا منکر ہو اور یہہ کہتا ہو کہ مین سنت رسول اللہ
پر عمل نکرونگا بلکہ اصل یہ ہے کہ اون لوگون سے بیان ہوکر اپنے آپ کو ورطہ گمراہی
مین ڈالدیا ہے (عاصم) تو تم اوسنے بیزاری کرو اور اوسکے احکام کو رد کردو (خلیفہ)
تملوگ یہ جانتے ہو کہ ابوبکر نے اہل ردت سے جسوقت جنگ کی تھی اونکی خونریزیان
کی تھی اور اونکی عورتون بچون کو ذوی نامحرم بنالیا تہا اور عمر نے اونسے فدیہ لیکر
اونکو واپس کر دیا تہا اور ابوبکر سے بیزاری نہین ظاہر کی تہی اور تملوگ بہی ان دونون
مین سے کسی ایک سے بہی بیزاری نہین ظاہر کرتے ہو - اچہا اہل نہروان کے بابت
کیا جواب دوگے تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ ان لوگون کے گروہ سے نکل آئے تہے

ہلہ جو لوگ اسر سید وغیرہ کو کافر - زندیق - ملعون کہا کرتے ہین اونکو خلیفہ کے اس قول پر نظر ڈالنی چاہئے۔

اور پھر نہ وہ لڑے اور نہ اونسے متعرض ہوئے۔ اور جو اہل بصرہ نے خروج کیا تھا تو
ان لوگون نے عبداللہ بن حیات اور اونکی بی بی کو مار ڈالا تھا جو حاملہ تھین ان
گروہون مین جو تمہین لڑا تھا اونہون نے قاتلین اور معترضین سے بیزاری نہین
ظاہر کی تھی اور نہ تم انہین سے کسی سے بیزاری ظاہر کرتے ہو۔ تملوگون کو یہ
امر کیون نفع بخش ہوگا جبکہ تم جانتے ہو کہ انکے اعمال مین اختلاف تھا اور تم مجھے
میرے خاندان والون سے بیزاری ظاہر کرنے پر مجبور کرتے ہو حالانکہ مذہب
و دین ایک ہی ہے اللہ تعالے سے ڈرو اور مردود کو مقبول اور مقبول کو مردود
نکرو بیشک رسول اللہ نے ایسے شخص کو امن دیا ہے جسنے کلمہ توحید کی شہادت
دی ہے اور اوسکا مال وخون حرام فرمایا ہے۔ تملوگ اوسکو قتل کرتے ہو
اور باقی مذہب والون کو امن دیتے ہو اور اونکے مال وخون کو روا سمجھتے ہو
(عاصم کا ہمراہی) اس شخص کے نسبت کیا کہوگے جو ایک قوم کی جان ومال کا
متولی بنایا گیا ہو اور اونمین اوسنے عدل وانصاف سے کام لیا ہو مگر بعد اپنے
ایسے شخص کو مقرر کر گیا ہو جو غیر صالحون سے ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اوس شخص نے اوس
فرض کو ادا کر دیا جو اوسپر جانب اللہ فرض کیا گیا تھا۔ پھر تم کیون اس خلافت کو
اپنے بعد یزید[1] کے سپرد کرتے ہو باوجود اس علم کے کہ یزید عدل وانصاف سے

---

[1] یہ یزید ثانی عبد الملک کا بیٹا ہے۔ اور یزید اول امیر معاویہ کا لڑکا تھا جسکے وقت مین امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے (من مولف)۔

کام نہ لیگا۔ (خلیفہ) یزید کو مین نے ولیعہد نہین بنایا بلکہ میرے سوا دوسرے نے اوسکو متولی کیا ہے اور مسلمانون کو میرے بعد اسکا حق حاصل ہوگا (عاصم کا ہمراہی) تو کیا جسنے یزید کو ولیعہد بنایا ہے وہ حق پر تہا (خلیفہ) یہہ سنکر رو پڑا اور تین دن تک اون دونون سے قیام کرنیکو کہا۔ عاصم اور اوسکا لشکری ہمراہی عمر بن عبدالعزیز کے دربار خلافت سے اوٹھکر اپنی فرودگاہ پر آئے۔ بعدہ عاصم نے پہر خلیفہ کے خدمت مین واپس آکر خوارج کے عقاید سے توبہ کر لی۔ لشکری نے عاصم سے کہا جو ابھی مین نے کہا ہے اوسکو ان لوگون کے اوپر پیش کرو اور اونکی حجت و دلایل پر غور کرو۔ عاصم نے کچھہ جواب نہ دیا بلکہ لشکری سے علیحدہ ہوکر عمر بن عبدالعزیز کے خدمت مین قیام پذیر ہوگیا۔ چنانچہ خلیفہ نے اسکا وظیفہ مقرر کردیا۔ جب یہہ خبر خلیفہ کے اہلبیت کو پہونچی تو اونہون نے یہہ بدگمانی کی کہ کہین ہملوگون کے بقیہ اموال و املاک بھی ضبطی مین نہ آجاوین اور یزید بن عبدالملک کی ولیعہدی بھی برقرار نہ رہے اس خیال فاسد کے زعم مین خلیفہ کو زہر دلوادیا[1] ایدہر تو یہہ خون ناحق ہو رہا تہا۔ اور ایک عادل شریف النفس کرم گستر خلیفہ کی گردن پر کند چہری پہیر کر ایک عظیم انقلاب کی بنا ڈالی جا رہی تھی اور اودہر محمد ابن جریر بن عبداللہ اور شوذب خارجی عاصم و لشکری کا انتظار کر رہے تہے کہ یکایک گورنر عبدالحمید کی تحریر محمد ابن جریر کے نام بہ حکم و بہ اشارہ خلیفہ جدید یعنی یزید ثانی

---

[1] کامل ابن اثیر۔

یہہ پہونچی کہ خارجیون کا استیصال کردیا جاوے۔ شوذب کو اس معاہدہ شکنی اور دغا پر سخت افسوس ہوا اور خلیفہ کے بیوقت انتقال کی خبر سنکر افسوس کرکے کہنے لگا کہ اگر وہ مردِ صالح زندہ ہوتا تو ہمسے کبھی عہد شکنی نہوتی۔ آخر کار میدان کارزار گرم ہوا اور میدان محمدؐ ابن جریر کے ہاتھ رہا۔

اخلاقی و ملکی اصلاح و نظام حکومت

قبل اسکے کہ ہم حکومت کے دستور و آئین کی تفصیل بتائین۔ پہلے یہہ بتانا چاہتے ہین کہ اس حکومت کی ترکیب و ساخت شخصی یا جمہوری کس طریق پر تھی۔ امیر معاویہ کے زمانہ سے اگرچہ جمہوریت کا نام مِٹ چکا تہا اور شخصی سلطنت نیا جنم لیکر اوسکے قایم مقام بن چکی تھی لیکن تاہم بہت سی روحون اور قالبون مین اوسکی یاد ابھی تازہ تھی اور اوسکا ہیولےٰ و مادہ ابھی تک باقی تہا۔ جو خلیفہ کی پُر فکر و پُر جوش متلاشی طبیعت کے لئے صدائے جرس و راہنما تھی۔ اور جس مین خود خلیفہ کی ذات بابرکت مقدمہ اور فوج اولین تھی۔ گو کہ تمام و کمال عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر جمہوری اور شخصی دونون مین سے کسی کا اطلاق نہین ہوسکتا۔ لیکن ایسے موقع پر صرف اسبات کا پتہ لگانا کافی ہے کہ حکومت کا جو انداز تہا اوسمین کونسا پہلو غالب تر تہا۔ یعنی سلطنت کا میلان ذاتی اختیارات پر تہا یا عام رایے پر۔

علامہ شبلی نے الفاروق مین جمہوری اور شخصی حکومتون کا اختلاف و فرق

جمہوری و شخصی سلطنتون کا موازنہ

بیان کرتے وقت جو چند اصول موضوعہ قایم کئے ہین اونکو ہم بلفظہ ناظرین کے اطلاع کے لئے نقل کرتے ہین۔ وہ لکھتے ہین کہ شخصی و جمہوری طریق حکومت مین جو چیز سب سے بڑھکر مابہ الامتیاز ہے وہ عوام کی مداخلت و عدم مداخلت ہے۔ یعنی جس حکومت مین رعایا کو زیادہ دخل دینے کا حق حاصل ہوگا اوسیقدر اوسمین جمہوریت کا عنصر زیادہ ہوگا۔ یہانتک کہ سلطنت جمہوری کی آخری حد یہہ ہے کہ مسند نشین حکومت کی ذاتی اختیارات بالکل فنا ہوجاوین۔ اور بادشاہ جماعت کا رکن کا ایک ممبر رہجاوے۔ برخلاف اسکے شخصی سلطنت مین تمام دارمدار ایک شخص پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر شخصی حکومت سے خواہ مخواہ نتایج ذیل پیدا ہوتے ہین۔

(۱) بجاے اسکے کہ ملک کی عام قابل شخصون کی قابلیتین کام آوین صرف چند ارکان سلطنت کی عقل و تدبیر پر کام چلتا ہے۔

(۲) چونکہ بجز چند عہدہ دارون کے اور لوگون کو ملکی انتظامات سے کچھ سروکار نہین ہوتا اسلئے قوم کے اکثر افراد سے انتظامی قوت و قابلیت رفتہ رفتہ معدوم و سلب ہوجاتی ہے۔

(۳) مختلف فرقون اور جماعتون کے خاص خاص حقوق کی اچھی طرح حفاظت نہین ہوتی۔ کیونکہ جن لوگون کو اون حقوق سے غرض ہے اونکو انتظام مین دخل نہین دیا جاتا۔ اور جن لوگون کو دخل ہوتا ہے اونکو غیر دنکے

حقوق سے اسقدر ہمدردی نہین ہوتی جتنی خود ارباب حقوق کو ہوسکتی ہے۔ یہہ نتایج شخصی سلطنت کے لوازم ہین جو کبھی اوس سے جدا نہین ہوسکتے۔ برخلاف اسکے جمہوری سلطنت کے نتایج اسکے برعکس ہین ان بنا پر جس سلطنت کے نسبت جمہوری و شخصی کی بحث ہو اوسکی نوعیت کا اندازہ نتایج سے بھی ہوسکتا ہے''

ان نتایج لازمہ کے علاوہ چند اور نتایج وعلامات مختصہ ہین۔

(۱) چند ارکان کے امور سلطنت مین دخیل ہونے سے ملک کی دولت کا کثیر حصہ سمٹ کر اونکے گھرون کا گنجینہ مدفونہ وخزینہ عامرہ بنجاتا ہے جسکے سبب سے اکثر رعایا مفلس وتنگدست ہوجاتی ہے۔

(۲) سلطنت کے تشخص وزور تحکم کیوجہ سے آزادی راے کا خون ہوجاتا ہے اور دم زدن کا یارا نہین ہوتا۔ اور خود غرضی کی بلا عام ہوجاتی ہے اسلئے رفتہ رفتہ قوم مین ذاتی اغراض کے سوا قومی کامون کا مذاق معدوم ہوجاتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے گرد وپیش جو حالات تھے یا جس تخت پر اونہون نے قدم رکھا تھا اوسکی صورت نوعیہ پر تمام شخصی وذاتی اغراض کی وارنش کی ہوئی تھی۔ اور تمام بنوامیہ کو اپنے ذاتی وقار وجاہ وجلال پر وہ غرہ وناز تھا کہ عبدالملک بن مروان نے

نتائج سلطنت کے اعدا اور شخصی و جمہوری میں

۱؎ علامہ ابن خلدون نے صیغہ حجابت کے قیام کی دو غرض بیان کی ہے۔ ایک تو دشمنون کے حملون سے حفاظت اور دوسرے شاہی دربار مین عوام کی عدم مداخلت۔ اسلئے ہمنے ان ہر دو وجوہ کو اپنے اپنے موقع سے اس کتاب مین دکھلایا ہے۔

اپنے حاجب کو یہہ حکم دے رکہا تہا کہ بجز قاصد و موذن و صاحب طعام کے کوئی شخص
ایوان سلطنت کے اندر داخل نہ ہونے پاوے۔ پس اس طبعی اقتضا کے لحاظ
سے کون کہہ سکتا ہے کہ بنی امیہ یا ملک اور قوم کی دولت کے خائنین و خاطئین
ایسی عامی سلطنت کے آگے سر تسلیم خم کرینگے یا اوسکا جوا اپنے کندہون پر رکہین
گے۔ لیکن پہر بہی عمر بن عبد العزیز نے ان تمام گرد و غبار و خس و خاشاک کو جمہوریت
کے مطلع سے صاف کرکے اوسکو روز روشن کیطرح منور بنا دیا اور مشاہیر و
اکابر علما کے ایک گروہ کو اپنا مشیر و ہمنشین بنا کر سلطنت کا پولٹیکل رازدار بنا دیا۔

سب سے مقدم اور اصل الاصول اس طریق سلطنت مین ممبرون کا طریق
انتخاب ہے یعنی یہہ کہ ممبران کس طبقہ و حیثیت کے جوہر فرد۔ اور کس تہذیب کے گل مراد
اور کس قابلیت و دل و دماغ اور ذوق سلیم کے مبرہن و متصف ہین۔ چنانچہ اسکا
اسنے یہہ طریقہ اختیار کر رکہا تہا کہ مشاہیر و معارف علما سے ممبرون کے انتخاب
و انتخاب کے بابت دریافت کرتے بعد ازان اوسپر عمل پیرا ہوتے۔ جیسا کہ
حضرت امام حسن بصری کو لکہا کہ آپ مجہکو ایسے صائب الرائے و مدبر بتلائے کہ
جنسے مین مدد لیا کرون۔ اونہون نے لکہا کہ اہل دین تو تمہارے پاس آنیکو نہین
رہے دنیادار اوسکے لائق نہین۔ تاہم شرفا کو اپنے ساتہہ رکہو کہ وہ لوگ
اپنے دامن شرافت کو آلودگی نجاست سے پاک رکہتے ہین "۔ آپنے مشورہ

۱۔ گورنمنٹ کو اس اصول کو مد نظر رکہنا بہت ضروری ہے۔

لینے کے دو طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ ایک تو یہہ تہا کہ جب کوئی اہم ملکی یا مذہبی معاملہ پیش آتا تہا تو ایک مجلس منعقد کر کے موجودہ حاضرین علما سے اوسکے بابت راے لیا کرتے تہے۔ جیسا کہ آل مروان کے جاگیرونکی ضبطی کے وقت آپنے ابو قلابہ۔ میمون بن مہران۔ عبد الملک اپنے فرزند رشید۔ و مکحول وغیرہم ائمہ کو طلب کر کے اونسے مشورہ لیا۔ یا حضرت علی کے سب و شتم کے ترک کیوقت ایک اپنے مصاحب خاص اور راز دار ملکی یہودی سے افشاے راز و مافی الضمیر ظاہر کر کے اس رسم بد کی بیخکنی کی تہی۔

دوسرا طریقہ یہہ تہا کہ جو ائمہ فن اور علماے دین دار السلطنت سے دور مقیم و متوطن تہے اونسے بذریعہ مراسلات و مکتوبات مشورہ لیا کرتے تہے۔ یا شکوک و سوالات مشکلہ کو حل کیا کرتے تہے۔ جیسا کہ امیر المومنین نے حضرت سالم کو لکھا تہا کہ ”صدقات مین جو طریقہ فاروق اعظم کا رہا ہوا وسکو ہمارے پاس لکھ بہیجیے“ چنانچہ اونہون نے لکھا کہ ”اگر آپ اپنے زمانہ مین حضرت عمر کے طریقہ پر عمل کرین تو اس بارہ مین آپ حضرت عمر سے بھی گو قبیت لیجا سکتے ہین کیونکہ اوس زمانہ کے لوگ نہایت سادہ اور شریف النفس تہے برخلاف اسکے یہ زمانہ نہایت فاتن اور تاریک ہے۔ لوگ علی العموم خبیث النفس ہو رہے ہین۔ تو ایسے پرآشوب زمانہ مین عمل کرنا اور کرانا بڑے قوی دل والے کا کام ہے“

اسیطرح آپنے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ طلاق بتہ مین علما کی کیا راے ہے۔

اونہون نے لکھا حبان بن عثمان اسکو طلاق واحد سمجھتے ہین۔ آپنے فرمایا کہ اگر طلاق ایکہزار ہوتی تو بہتہ اوسمین کچھہ نہ باقی رہتا حالانکہ جسنے یہہ کہا وہ انتہا کو پہونچ گیا۔

خلیفہ کے پاس ایکروز یزید رقاشی آئے آپنے کہا مجھے کچھہ نصیحت کیجیے اونہون نے کہا کہ آپ اول خلیفہ نہین ہین کہ آپکو موت نہ آویگی۔ اور آپکے اور آدم علیہ السلام کے درمیان بہت لوگون کو باپ ہونے کا اتفاق ہوا اور کوئی نہ باقی رہا۔ پہر کہا جنت و دوزخ کے سوا تیسرا امکان نہین ہے یہہ نہین معلوم آپکا ٹہکانا کہان ہے۔ یہہ سنکر امیر المومنین بہت روئے حتیٰ کہ بیہوش ہوگئے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے ائمہ فن ایسے تہے کہ جنسے امیر المومنین ملکی و مذہبی معاملات مین وقتاً فوقتاً راے لیکر مستفید ہوا کرتے تہے جنکا ذکر اپنے اپنے موقع پر آویگا۔

([illegible])

تاریخون کے جستہ جستہ مقامات سے یہہ پتہ چلتا ہے کہ سلطنت کے اکثر مہتم بالشان امور مین ذیل کے نامور اصحاب و مستند علما کافی حصہ لیتے تہے اور بڑے بڑے ملکی و مذہبی کامون مین خلیفہ اونکی راے و مشورہ پر کاربند ہوتا تہا اور اپنی سلطنت کا مشیر و رکن اعظم اونکو خیال کرتا تہا۔ چنانچہ رجا بن حیاۃ۔ میمون بن مہران۔ مکحول۔ ابو قلابہ۔ محمد بن شہاب زہری۔ ہشام بن عبد اللہ۔ لیث ابن رقیہ۔ مزاحم۔ تمیم۔ عبد الملک خلیفہ کا لایق جگر گوشہ۔ حکیم ماسرجویہ۔

عبداللہ بن اسعد الاربلی ۔ اور ایک مقرب خاص یہودی وغیرہم اس پارلیمنٹ
کے ممبران منتخب تھے ۔ امام حسن بصری ۔ بزید رقاشی ۔ محدث ابن حزم حضرت
سالم وہ بلند پایہ اصحاب وذیعلم اہل الراے تھے کہ جو خلیفہ کی راے پر مزید روشنی
ڈالا کرتے تھے ۔ رجا بن حیاۃ کا تو وہ پایہ تھا کہ وہ وزیر اعظم و کاتب و شیخ الاسلام
ہونے کے علاوہ مصاحب خاص بھی تھے جیسا کہ اونکی نسبت مین صاحب
تاریخ الخلفاء رقام فرماتے ہین "وھو جلیس عمر بن عبد العزیز"

حکومت مین عام رعایا کی مداخلت کا یہ عالم تھا کہ ذمی بھی بیباکانہ خلیفہ سے
یہ کہنے کو تیار رہا کرتے تھے کہ ہم اپنا فیصلہ قرآن و حدیث کے مطابق چاہتے
ہین ۔ اور عام طور پر خاندان خلافت کے ممبرون پر مقدمات دایر کرکے اپنی اپنی جایدادین
نکالے لئے جارہے تھے ۔ عبد الملک آپکے فرزند رشید کا تو یہ عالم تھا کہ خلیفہ کی
بات بات مین باریک بینی و نکتہ چینی کیا کرتا تھا حتی کہ خلیفہ کو بغیر اوسکی اصلاح
و تنقید کے کسی دوسرے کام کی انجام دہی کی جسارت نہین ہوتی تھی ۔ عمال
و اراکین سلطنت کی یہ کیفیت تھی کہ اگر خلیفہ کا کوئی حکم قبل از وقت، یا بے موقع،
خلاف شرع سہواً صادر ہوجاتا تھا تو وہ لوگ علانیہ اوسکی وجہ ظاہر کرکے اوسکی تعمیل سے
معذوری ظاہر کرتے تھے جسکو خلیفہ نہایت خندہ پیشانی سے سنکر قبول کرلیتا تھا ۔
کیونکہ اوسنے اپنے ابتدائی خطبہ (لکچر) مین عام طور سے پانچ باتون کی ہدایت کردی
تھی (۱) یہ کہ غیر مستطیع کی حاجت ہر شخص ہمارے سامنے پیش کرے (۲) اپنے مساعی

چھپایے ہمارے بھلائی کی مدد کرے (۳) ہمکو نیکی کا راستہ دکھلاوے کہ ہم ہدایت یاب ہون (۴) کسی کی چغلی نکرے (۵) اور غیر مفید اعتراض ہماری باتون مین نکرے بلکہ مفید اعتراض کرے اسکے جملی الفاظ کا ناظرین کو خطبہ کے بیان تک انتظار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ خلیفہ کی اس پر اثر خطبہ نے تمام لوگوں کو ہلا دیا اور عوام وخواص سبکو حکومت مین مداخلت کی آزادی اور جرأت عام نصیب ہو گئی۔

خلیفہ کی سلطنت مین جمہوریت ومساوات کا عنصر غالب تھا

حقوق مین سب سے مقدم قصاص کا حق ہے یعنی یہ کہ قتل وخون کے معاملہ مین فاتح ومفتوح کے حقوق برابر سمجھے جاوین۔ آج جن ملکون مین تہذیب وتمدن کی حکومت ہے اونکا یہ دعوی ہے کہ اونھون نے مساوات کو قایم رکھا لیکن اونکی یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ صادق الاقرار اور صاف باطن وہ شخص ہوتا ہے کہ جسکا قول وفعل یکسان ہو جیسا کہ عمر بن عبد العزیز تھے جنکی نظیر شاید ہی یہ مدعیان تہذیب پیش کر سکین۔

عمر بن عبد العزیز جو خلیفہ ثانی کے نقش قدم پر چلنے والے شخص تھے اونکے عہد مین ایک عیسائی کو کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا مقدمہ ثابت

عمر ثانی کے عہد مین قصاص مین مساوات

ہونے پر آپنے قاتل کو مقتول کے وارثون کے سپرد کردیا۔ چنانچہ مقتول کے وارثون نے اوسکو قتل کر ڈالا۔

ایسا ہی ایک مرتبہ اور ایک عیسائی کو کسی مسلمان نے مار ڈالا تھا چنانچہ اوسکا حشر یہہ ہوا کہ خلیفہ نے قاتل کو مقتول کے ورثا جب قاتل سے دیت لینے پر رضامند ہوگئے تو قاتل کی جان بچی۔

بنوامیہ کے سلاطین ماسبق نے ایک بدعت یہ ایجاد کر رکھی تھی۔ کہ دربار مین خلیفہ کے سامنے کسی دوسرے شخص کو سلام نہ کیا جاوے۔ اور نہ خود خلیفہ کو کوئی سلام کرے کیونکہ جواب مین خلیفہ کو زبان ہلانیکی تکلیف گوارا کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے کلمات دعائیہ و مدحیہ اوسکی جگہہ پر استعمال ہونے لگے۔ سب سے پہلے یہہ حکم زیاد ابن ابیہ گورنر فارس نے دیا تھا بعد ازان ولید بن عبدالملک نے اس متن پر یہہ حاشیہ چڑہایا۔ کہ خلیفہ کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہ کیجاوے اور جو شخص اسکی خلاف ورزی کرتا اوسکو سزائے موت دیجاتی تاکہ قیامت تک پھر وہ بھول سکے۔ مگر ابھی تک عربون مین آزادی کا خون موجود تھا۔ فوراً ایک نوجوان جو قبیلہ بنی مرہ کا ایک معزز ممبر تھا ؟ بول اوٹھا اتق اللہ یا ولید فان الکبریاٗ للہ (ولید خدا سے ڈر تکبر خدا کے سوا کسیکو زیبا نہین) یہ خلفاے راشدین کا مبارک عہد تو تھا نہین جو اس حریت کے

---

۱ الندوہ ۲ سیرۃ العمر و تاریخ الخلفا اردو

گرانبہا جوہر کی قدر کیجاتی - ولید نے حکم دیا کہ پاؤن سے روند ڈالا جاوے اس ظالمانہ حکم کی فوراً تعمیل کی گئی - اور اسطرح یہہ شہید آزادی قید حیات سے آزاد ہوگیا - اس ظالمانہ حکم اور جانکاہ واقعہ کے بعد پہر کسیکو بادشاہ سے تخاطب و تکلم کی ہمت نہ پڑی - برخلاف اسکے عمر بن عبد العزیز نے یہ دستور قایم کیا کہ وہ عام مسلمانون کا سلام لیتے اور اونکا جواب دیتے - یہانتک کہ عید الفطر کے دن ہر ادنیٰ و اعلیٰ عام و خاص بلا تامل خلیفہ کی زیارت کو آستان خلافت پر حاضر ہوکر آپکو ان الفاظ سے جب سلام کرتے تقبل الله منا ومنك یا امیر المومنین - تو آپ بہی نہایت خندہ پیشانی سے اونکا جواب دیتے اور اونسے مصافحہ کرتے[1]

بنو امیہ کے شاہی دربار مین ہیبت شاہی اور شوکت پادشاہی کے سبب دم زدن و مداخلت کا یارا نہ تہا حتیٰ کہ خلیفہ کے سوا کوئی کسیکو کچھہ حکم نہ دیسکتا تہا - اور نہ بات چیت اشارتاً و کنایتاً کر سکتا تہا - اسکے علاوہ تعظیم و تہذیب شاہی کا یہ عالم تہا کہ خلیفہ جب کسی ضرورت سے اوٹھتا تو سارے درباریون کو سروقد اوٹھہ کھڑا ہونا بہی فرض تہا - کمال ادب یہ تہا کہ خواہ متکلم کے سر پر بلا سے ناگہانی اور آفت آسمانی بہت پڑے مگر خلیفہ سے گفتگو کرتے وقت اوسکی مجال نہ تہی کہ ذرہ بہی جنبش کر سکے یا زبان کو حرکت دیسکے چنانچہ یہ نقل مشہور ہے کہ یزید بن عمرہ

---

[1] الندوہ زیر مضمون [illegible] مولوی محمد سلیمان [illegible]

(ایک شخص) امیر معاویہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو مین ابن سحرہ کی پیشانی پر ایک پتھر آلگا جس سے اوسکا چہرہ لہو لہان ہو گیا۔ مگر ابن سحرہ نے گفتگو کرنا یا کراہنا شاہی ادب کے خلاف سمجھکر نہ ایک لفظ موہنہ سے نکالا۔ اور نہ آہ کی۔ اور نہ چہرہ پر شکن آنے دیا۔ اخیر مین ابن سحرہ کو امیر معاویہ نے ٹوکا یہ خون کیسا۔ تب اوسنے چونک کر کہا۔ خلیفہ کی باتون کیطرف مین ملتفت تھا سو جہہ سے مجھے اسکی خبر تک نہوئی۔ امیر معاویہ نے اس کمال ادب و توغل کے بدلے لعل و جواہر سے اوسکا دامن بھر دیا۔ اور اوسکے حسن ادب کی تعریف کر کے اوسکی تہنیت پر دوسرون کو برانگیختہ کیا۔ اسکے علاوہ خلیفہ کی مزاج پرسی کرنا سوء ادب سمجھا جاتا تھا۔ نہ خلیفہ سے اعادہ کلام کی فرمائش کیجا سکتی تھی۔ نہ اوس سے طول طویل گفتگو کیجا سکتی تھی۔ اور نہ خلیفہ کے کلام کی تردید کی کسیکو تاب و طاقت تھی۔ مگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان سب باتون کو حرف غلط کیطرح لوح سلطنت سے مٹا کر دربار مین بار عام کی اجازت عام دیدی اور ہر شخص کو اپنی اپنی معروضات اور استغاثے پیش کرنیکا اذن عام دیدیا چنانچہ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام رعایا و خلق اللہ و عمائد و حکام آزادی رائے و حقگوئی پر تل گئے اور مستغیثین کو کافی موقع اپنی اپنی معروضات پیش کرنیکا حاصل ہو گیا۔ یہانتک کہ وہ لوگ آستان خلافت پر حاضر ہو ہو کر اپنے اپنے استغاثے

ا؎ الندوہ

شاہی خاندان کے ممبر وہ بیپروائی کرنے لگے۔ قطع نظر اسکے تمام ارکین و عمایدو منصبداران سلطنت کو یہ حکم دیا کہ اگر مین تملوگون پر کسیوقت غصہ ہون۔ تو تملوگ میرے غصہ کی کچھہ نہ پروا کرنا اور اپنا کام برابر کرتے جانا اور بغیر اوس کام کو پورا کئے اوس سے علحدہ و مستعفی نہ ہونا۔ چنانچہ اس منصفانہ حکم کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر شخص کو خلیفہ کے روبرو اظہار خیالات و تشریح حالات کی پوری جرأت ہو گئی

ایرانی تمدن کے خلط ملط سے جب خلفا کے رگ و ریشہ مین ایرانی نازک مزاجیان غایت درجہ سرایت کر گئین تو خلفا کو دعا دیتے وقت سر کو جھکا دینا ایک عمدہ تہذیب اور اعلی اداب مجلس خیال کیا جانے لگا۔ اکثر لوگ بادشاہ کے ہاتھ کو بھی بوسہ دیتے تھے۔ حالانکہ اسلام کے شروع زندگی مین صرف بیعت کے وقت ہاتھہ کو بوسہ دیا جاتا تھا۔ اسکے بعد ہاتھون کے بدلے خلفا کی آستینین چومی جانے لگین۔ اور رفتہ رفتہ آستان بوسی دوگانہ خلایق قرار پایا حتی کہ تمام رعایا اور سلطنت کے عمائد و حکام و اکابر آستان بوس ہو کر جب شاہی دربار مین باریاب ہوتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز کی ذات بابرکات مین چونکہ مساوات و جمہوریت کا عنصر غالب تھا آپنے آستان بوسی قطعًا بند کر دی اور دنیا کو ایک بڑی شرک سے نجات بخشی۔ اور دربار مین تخت و کرسی نشینی کی عادت ترک کرکے بوریا و مسند پر عام ملازمین و عمال کے ساتھہ بیٹھکر کاروبار سلطنت انجام دینے لگا

[illegible]

آستان بوسی کی ممانعت

۱؎ سیرۃ العمر بروایت صالح بن جبیر ۲؎ سیرۃ ...

شعار قرار دیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ خلیفہ کے مزاج مین قومیت و مساوات کا پہلو
اسقدر رجہ غالب تھا کہ جسکی انتہا یہین تک نہ تھی بلکہ آپ بیت المال سے صرف ایک
درہم (۵ر) روزینہ لینے پر قانع تھے۔ اور اوسکا یہ طرز عمل اختیار کر رکھا تھا کہ عام
مسلمانون کا جو لنگر خانہ تھا اوسی مین اوسکو بھیجدیا کرتے تھے۔ اور وہین جا کر مسلمانون
کے ساتھ کھالیا کرتے تھے۔[۱]

ذمیون کے حقوق

بنو امیہ نے بہت سی رعایا کے مفرور و مستعفی اور قتل ہوجانے کے سبب
اونکی جائدادون اور املاک کو خالصہ بنا کر قبضہ کر رکھا تھا اور بہت سی موروثی جائدادون پر
بھی بلا وجہہ غاصبانہ قابض تھے جنکے اصلی مالکون کو سلطنت کی شوکت و جبروت
کے سبب زبان کشائی اور دعوی کرنیکی ہمت و جرأت نہین پڑتی تھی۔ مگر جب
اونلوگون نے خلیفہ کے عدل و داد اور اوسکی شرعی و مذہبی پابندی کی تعریف
سُنی تو وہ بیلا دریغ جوق جوق آستان خلافت پر حاضر ہوکر اپنی معروضات پیش
کرنے لگے اور اپنی دادرسی کے خواہان ہوئے۔

ایک دن عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر متمکن تھے کہ ایک عیسائی حمص
کے رہنے والے نے دربار مین آکر یہ شکایت کی کہ خلیفہ ولید کے بیٹے عباس
نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے عمر بن عبد العزیز نے عباس کیطرف دیکھا۔

---

۱ سیرۃ العمر ۲ الندوہ (مضمون نوشتہ علامہ شبلی)۔

عباس نے کہا یہ زمین مجھکو خلیفہ ولید نے بطور جاگیر کے عطا کی تھی۔ چنانچہ اوسکی تحریری سند میرے پاس موجود ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے عیسائی کیطرف مخاطب ہوکر کہا تم کیا جواب دیتے ہو۔ اوسنے کہا کہ امیرالمومنین مین خدا کی تحریر یعنی قرآن شریف کے موافق فیصلہ چاہتا ہون۔ عمر بن عبدالعزیز نے عباس کیطرف مخاطب ہوکر کہا۔ عباس! خدا کی تحریر سے تیرے باپ کی تحریر مقدم نہین ہے۔ یہ کہکر وہ زمین عباس کے قبضہ سے نکلوا کر عیسائی کو دلا دی۔[1]

ایک عیسائی نے ہشام بن عبدالملک پر جو بڑی عظمت و اقتدار کا خلیفہ گذرا ہے ایک جائداد کا دعوی کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دربار مین مقدمہ پیش ہوا تو خلیفہ نے ہشام کو عدالت مین طلب کیا اور کہا مدعی کے برابر کھڑے ہوکر جوابدہی کرو۔ ہشام نے عیسائی کے ساتھ سخت کلامی شروع کی۔ حضرت عمر نے نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹا اور سزا دینے کی دہمکی دی چونکہ روداد سے عیسائی کا حق ثابت ہوا اوسکو ڈگری دی اور حکم دیا کہ ہشام نے جو دستاویز پیدا کی تھی وہ چاک کر کے پہینکدے۔[2]

یہ سلوک و مراعات کچھ ذمیون کی ذاتی اغراض و املاک تک ختم نہین ہوتے تھے بلکہ اونکے معابد کے ساتھ بھی یہی عام رعایتین تھین۔ ذیل کے واقعات ثابت کرینگے کہ اس مقدس و غیر متعصب خلیفہ کو غیر قومون کی مذہبی عبادتگاہون کا

---

[1] الندوہ [2] الندوہ

کسقدر پاس ولحاظ تہا۔ محدث ابن جوزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسلمہ نے ایک گرجا کے متولیون کے مقابلہ مین دعوی دایر کیا۔ فریق مقدمہ جو عیسائی تہا اجلاس مین حسب قاعدہ کہڑا تہا لیکن چونکہ مسلمہ کو خاندانی اعزاز تہا اسلیے بیٹھکر گفتگو کرنا چاہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تمہارا فریق مقدمہ کہڑا ہے اسلیے تم بیٹھ نہین سکتے ہو کہڑے ہو جاؤ یا کوئی وکیل مقرر کرو جو تمہارے جانب سے پیروی کرے۔ مقدمہ کا فیصلہ بہی مسلمہ کے خلاف کیا یعنی زمین متنازعہ گرجا کے متولیون کو دلادی[۱]۔۔

اسیطرح دمشق کا ایک گرجا ایک رئیس کی جاگیر تہا جس سے خاندان بنی نصر کے قبضہ مین آگیا تہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت مین اوسکو بنی نصر کے قبضہ سے نکالکر عیسائیون کو دیدیا۔

دمشق کی جامع مسجد ایک گرجا کے متصل تہی جسکا نام[۱] یوحنا کا گرجا تہا۔ امیر معاویہ نے اپنے عہد خلافت مین عیسائیون سے اوسکو مسجد مین شامل کرنیکی خواہش ظاہر کی مگر عیسائیوان کے انکار کرنے سے مجبور رہے۔ پہر عبدالملک نے خواہش ظاہر کی اور معاوضہ تک پیش کیا مگر وہ کوشش بہی ناکام ثابت ہوئی۔ بعدہ ولید نے اپنے عہد حکومت مین ایک بڑی رقم پیش کی مگر عیسائی برابر انکار کرتے رہے۔ ولید نے

۱؎ الندوہ [illegible] الندوہ [illegible] و مورخین اس گرجا کا نام اصطفیہ لکہتے ہین لیکن یہ خیال اونکا غلط ہے۔ اصطفیہ قسطنطنیہ کے گرجے کا نام تہا جو شامل مسجد کرلیا گیا تہا اور اب تک ہے (مولف)

کہا اگر تم رضامندی سے نہین دیتے ہو تو مین جبراً اسکو لونگا۔ عیسائیون سے کہا کہ جو شخص اسکو کہودوائیگا وہ کوڑہی ہوجاویگا۔ ولید کو اسپر زیادہ غصہ آیا اور اوسنے اپنے ہاتھ سے کدال لیکر گرجا کی دیوار ڈہانی شروع کردی اور بالآخر گرجا مسجد مین شامل کردیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سلطنت کا عادلانہ رنگ دیکھکر عیسائیون نے اس تعدی کی شکایت کی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دمشق کے عامل کو لکھ بہیجا کہ گرجا کے اوس حصہ کو جو مسجد مین شامل ہوگیا ہے واپس کردو۔

اسپر مسلمانون کو نہایت رنج ہوا کہ ہم جس مسجد مین نماز پڑہ چکے اوسکو کیونکر ڈہائین۔ تو عیسائیون کے پاس جاکر خوشامد کی اور کہا کہ آغاز فتح دمشق سے جسقدر گرجے مسلمانون کے قبضہ مین رہ گئے تھے واپس کردیئے جاوینگے اگر تم مسجد کے ڈہانے سے باز آؤ۔ عیسائیون نے اسکو منظور کرلیا چنانچہ خلیفہ کو اسکی اطلاع دیگئی اور اونہون نے عیسائیون کی خواہش کے موافق مسجد کا انہدام موقوف کردیا اور عیسائیون کو غوطہ دمشق کے تمام گرجے دیدیئے۔

بیماری کی حالت مین اپنے غلام کو اکہتر روپیہ دیکر دیر سمعان کے عیسائیون کے پاس بہیجا اور کہا کہ اگر وہ لوگ میری قبر کے لئے وہان جگہ دین تو فبہا ورنہ واپس لاؤ

۱؎ ابن خلدون والتدوہ۔

ورنہ مجبوراً دوسری جگہ تلاش کرکے مجھکو دفن کرنا۔ عیسائیون نے اسکو خوشی سے منظور کیا اور کہا اس مقام کا ایسے متبرک خلیفہ کے وجود پاک سے مشرف ہونا عین ہماری سعادت وخوش نصیبی اور اس زمین کی برکت ہے۔[1]

اس مساوات وجمہوریت کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائیون اور یہودیون نے بہت سی مسلمانون کی خصوصیتین اور طرز معاشرت اختیار کرلین یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز کو اپنے ایک عامل کو تعجب سے لکھنا پڑا۔ وقد ذکر لی ان کثیرا من قبلک من النصاری قد راجعوا لبس العمائم وترکوا المناطق یعنی مجھکو معلوم ہوا ہے کہ اکثر عیسائی عمامہ باندھنے لگے ہین اور پٹیان چھوڑدی ہین۔[2]

جراح بن عبداللہ حکمی کو لکھا کہ جو شخص نماز پڑہتا ہو اوسکا جزیہ موقوف کردو اور عبدالحمید گورنر کوفہ کو لکھا کہ خراج کی وصول تحصیل مین نرمی کرو اور جسقدر ٹکس از قسم گھرواری وفتوح وقیمت صحف ونکاحانہ وغیرہ لئے جاتے ہین سب بند کردو۔ اور جو شخص نماز ادا کرتا ہو اوسکا جزیہ معاف کردو۔ زریق بن حیان عامل مصر کو لکھا کہ ذمیون سے اگر دس دینار کا مال تجارت ہو تو کچھ نہ لو اور جیسے محصول لیا جاوے اونکو سال تمام کی رسید لکھدیجاوے۔[3]

اس رعایت کا یہ نتیجہ ہوا کہ طرز معاشرت کے اختیار کرنیکو کون کہے

---

۱ سیرۃ العمرین [illegible] ۹۵ ۲ تاریخ الخلفاء [illegible]

نہین معلوم کتنے عیسائی مسلمان ہوگئے۔

خودسر گورنرونکا عزل و نصب

یزید بن مہلب کے خیالات عرصہ سے باغیانہ ہورہے تھے اور وہ اپنے عروج اور اقتدار کو معراج کمال پر پہونچا ہوا سمجھکر کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتا تھا حتی کہ شہزادون سے بھی بسا اوقات مڈھ بھیڑ کر اوٹھتا تھا۔ اپنے زیر انتظام ممالک کا حساب کتاب سمجھانا تو درکنار نو مفتوحہ ممالک کا خمس تک دینا اوسکو شاق و عار تھا۔ جرجان کی فتح کے بعد جب سلیمان بن عبد الملک نے اوس سے اوسکا خمس طلب کیا تھا تو اوسکو لیت و لعل مین ڈالدیا تھا۔ ایسا ہی جب اوسی خلیفہ کے عہد مین ایک مرتبہ قیدیون کو گرفتار کر کے لایا تھا جس زمرہ مین یزید بن عبد الملک کی بی بی بھی تھی جو حجاج کی بھتیجی تھی تو باوجود اسکے کہ یزید نے بیحد خوشامد و لجاجت بھی کی۔ اور رشوت و زر فدیہ کے ادا کرنیکا وعدہ و اقرار بھی کیا۔ لیکن پھر بھی یزید بن مہلب برابر اوس سے انکار ہی کرتا رہا۔ حتی کہ یزید نے اپنی سلطنت کی دھمکی بھی اوسکو دی تو بھی اوسکا کچھ خیال نہ بدلا اور نہ اوسکے دل پر کچھ اثر ہوا۔ بلکہ بجواب اوسکے غرا کر اور تیور بدلکر کہنے لگا کہ جس زمانہ مین تو خلیفہ ہوگا یاد رکھنا ایک لاکھ خون آشام تلوارین نیام سے باہر کردونگا۔ قطع نظر اس سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ جس زمانہ مین اسنے جرجان فتح کیا تھا اوس وقت جرجان سے کچھ آگے اورونکو

بعد قتل کرنیکے دو فرسنگ تک داہنین بائین دو رویہ صلیب پر چڑھادیا تھا۔ بہر حال یہ واقعات ایسے تھے جو یزید کے باغیانہ خودسری و تمردانہ خیالات کے شاہد حال تھے، پس اگر اسکا فوری تدارک و انسداد نہ عمل مین لایا جاتا تو ضرور یہ خودسر و متکبر افسر و طامع و خودغرض اہلکار ایک نہ ایک روز باغی ہوکر علم بغاوت بلند کرنے مین کوئی کسر باقی نہ رکھتا۔ جیسا کہ یزید کے زمانہ مین آخر اوسنے کرکے چھوڑا۔ اور ایک بڑی خونریز جنگ اعلی پیمانہ پر مسلمانون مین ہوئی خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیز جو قومی کشت و خون سے کمال متنفر اور مسلمانون کے حقوق عامہ کا دل سے خیال رکھنے والا خلیفہ تھا۔ ایسے غاصب۔ جابر خودسر گورنر کی فراج پرسی و خبرگیری سے کب باز آسکتا تھا۔ اوسنے سنہ ۱۰۱ھ مین بقول ابن خلدون یزید ابن مہلب کو لکھا کہ تم کسیکو اپنی گورنری پر مامور کرکے چلے آؤ، یزید بن مہلب اس حکم کے مطابق اپنے لڑکے مخلد کو نائب بناکے خراسان سے واسط آیا اور واسط سے کشتی پر سوار ہوکر بصرہ کیطرف روانہ ہوا۔ ادہر اسکا روانہ ہونا تھا کہ بذریعہ صیغہ بریدہ عمر بن عبدالعزیز کو یزید بن مہلب کی روانگی و عزیمت کی خبر پہونچگئی۔ تو آپنے اوسکو گرفتار کرکے دارالخلافت بھیجنے کا ایک فرمان بنام عدی بن ارطاط روانہ کیا۔

عدی بن ارطاط نے اس حکم کی تعمیل پر موسی بن وجیہ حمیری کو مامور کیا۔

ملہ تاریخ الخلفا۔

تھر مستقل پر پل کے قریب یزید سے ملاقات ہوئی۔موسی بن وجیہ نے گرفتار
کر کے پابزنجیر دار الخلافت روانہ کر دیا۔

اسکے بعد علامہ لکھتے ہین کہ خلیفہ وقت کو اس سے کوئی ذاتی کاوش نہ تھی
بلکہ اسکے ظلم و تعدی سے وہ بیزار تھے اور اوسکو اور اوسکے خاندان والون کو وہ
ظالم کہا کرتے تھے۔چنانچہ اوسکی حاضری پر آپنے اوس سے جرجان کے مال
غنیمت کا خمس طلب کیا۔جسکی اطلاع یزید نے سلیمان بن عبدالملک کو دے
رکہی تھی۔تو یزید نے بے تامل متمردانہ لہجے مین کہا۔"مین نے لوگون کے سنانے
کے غرض سے لکہا تہا اور مین جانتا تہا کہ اس مال کو سلیمان مجھسے نہ لیگا"۔عمر بن
عبدالعزیز نے چین بجبین ہوکر ارشاد کیا۔"اللہ تعالے سے ڈر یہہ مسلمانون کے
حقوق ہین میری مجال نہین ہے کہ مین اس سے درگذر کرون"۔پھر جب اوسنے
مال مطلوبہ و مغصوبہ دینے کا اقرار نہ کیا تو قلعہ حلب مین قید کر دیا گیا۔اور جراح بن
عبداللہ حکمی کو بجاے اوسکے خراسان کی گورنری پر بہیجدیا۔بعد ازان اوسکے بیٹے
مخلد نے حاضر دربار ہوکر بہت منت و سماجت کی لیکن ایک بہی پایۂ اجابت کو
نہ پہونچی۔بعد انتظار چندے جب یزید نے خمس جرجان ادا نہ کیا اور اوسکو لیت و لعل
مین ڈال رکہا تو اونی جبہ پہنا کر اور اونٹ پر بٹہا کر دہلک کیطرف روانہ کیا گیا۔
مگر ابن نعیم خولانی نے بروقت حاضر ہوکر عرض کیا کہ یزید کی قوم نہایت برہم و برانگیختہ
ہے بہتر ہے کہ آپ بدستور اوسے قید خانہ مین رکہیے۔چنانچہ آپنے ابن نعیم کی

یزید بن مہلب کا خراسان کی گورنری سے معزول ہونا اور جرجان کی خمس کا مطالبہ اور اوسکی قید

راے پر عمل کرکے پھر اوسکو اوسی قید خانہ مین بھیجدیا۔ جسوقت یزید گورنری خراسان سے معزول کیا گیا تہا اوس زمانہ مین جہم بن ذخر جعفی جرجان کا والی تہا گورنر عراق نے بعد معزولی یزید ایک شخص کو جرجان کا والی بناکر کے بھیجا۔ جہم بن ذخر نے اوسکو گرفتار کرکے قید کردیا۔ پس جب جراح بن عبد اللہ حکمی گورنر خراسان ہوکر آیا تو اوسنے عامل جرجان کو رہا کردیا اور جہم کی اس حرکت سے ناراض ہوکر کہنے لگا کہ اگر میری قرابت تجھسے نہ ہوتی تو مین تیرے ساتھہ بھی یہی برتاؤ وسلوک کرتا۔ بعد ازان جہم کو لڑائی پر بھیجدیا۔ اور ایک وفد خلیفہ کی خدمت مین روانہ کیا۔ کسی شخص نے آکر اسمین سے جڑ دیا کہ جراح موالی کو بلا وظیفہ ورسد جہاد پر بھیجدیتا ہے۔ اور ذمیون سے جو لوگ مسلمان ہوجاتے ہین اونسے بھی خراج (جزیہ) لیتا ہے اور وہ درحقیقت ظلم وتعدی مین حجاج کا پیرو ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے جراح کو لکھہ بھیجا کہ جو شخص نماز ادا کرتا ہو اوسکا جزیہ معاف کردو۔ لوگ نماز کی ادائیگی کی شرط اور جزیہ کی موقوفی کی خبر سُنکر جوق جوق اسلام مین داخل ہونے لگے۔ جراح نے ان لوگون کا ختنہ سے امتحان لینا چاہا اور عمر بن عبد العزیز کو اس سے مطلع کیا۔ آپنے تحریر فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے رسول اللہ کو داعی مبعوث کیا ہے نہ کہ خاتن۔"

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین نے جراح کو طلب کرلیا اور یہ بھی حکم صادر کیا کہ اپنے ہمراہ ابو مجلز کو لیتے آنا۔ پس جراح عبد الرحمن بن نعیم قشیری کو حرب خراسان پر

(۱) تمدن اسلام کے مصنف کا بیان ہے کہ شکایت خلیفہ کے استفسار پر موالی نے کی تھی جو ڈیپوٹیشن مین شریک تہا۔ تاریخ خلفاء الیماء

عبدالرحمن کی خراسان کی گورنری پر تقرری خالد کوتوال کی معزولی

اپنا نائب بناکے دربار خلافت مین چلا آیا۔ حضوری کے وقت عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا کہ "کس وقت تو خراسان سے روانہ ہوا ہے" عرض کیا ماہ رمضان مین"، ارشاد کیا جسنے تجھے ظالم بتایا ہے وہ سچا ہے تو نے قیام کیون نہ کردیا بعد انقضاے ماہ صیام سفر کرتا" پھر ابو مخلد سے مخاطب ہوکر عبدالرحمن بن عبداللہ کا حال دریافت کیا اوسنے کہا "اپنے ہمجنسون کے ساتھہ رعایت کرتا ہے اور دشمنون کے ساتھہ عداوت اور جو شخص اوسکے موافق ہوتا ہے اوسکو اورونپر مقدم کرتا ہے" پھر عبدالرحمن بن نعیم کا حال پوچھا اوسنے کہا "وہ عافیت کو دوست رکہتا ہے اور عافیت اوسکو ملجاتی ہے" فرمایا "وہ مجھے زیادہ محبوب ہے" اسقدر ارشاد کرکے عبدالرحمن بن نعیم قشیری کو نماز وحرب (محکمہ جنگ واوقاف وامامت) اور عبدالرحمن کو خراج (عہدہ کلکٹری) پر مامور فرمایا۔

خالد کوتوال سے آپ جور وظلم کے سبب ناخوش تھے چنانچہ اوسکو معزول کرکے بجاے اوسکے عمر بن مہاجر انصاری کو مقرر فرمایا۔ بعض لوگ شاید یہہ خیال کرین کہ امیر المومنین اوس سے سلیمان ہی کے زمانہ سے کشیدہ اور برافروختہ تھے جبکہ اوسنے خلیفہ کے اس سوال کے جواب مین (کہ اگر سلیمان تجھے حکم دیتا کہ تو عمر کو قتل کرڈال تو تو مجھے قتل کرڈالتا) کہا تہا کہ ضرور ایسا کرتا" تو یہ خیال غلط اور سراسر غلط ہے۔ خالد کے افعال واقوال تمام ولمیاں (

۱ ابن خلدون

بنی مروان کی اعلیٰ افسری وملکی اختیارات کی تفویض سے قطعی انکار

شاہد ہین کہ وہ ظلم وجبر کا پتلا تھا اور مطلقاً حقیقت کا طالب نہ تھا۔ جو لوگ صاحب بصیرت ہین خود اسی واقعہ سے فیصلہ کر سکتے ہین کہ عمر کا جواب کسقدر حقیقت سے لبریز و ملایم تھا اور سلیمان وخالد کا جواب وفعل کسقدر ریا منصفانہ وقہرآلود تھا۔ پس خلیفہ نے بیک نظر اوسکو تاڑ لیا تھا کہ یہہ بھی اوسی طوق ضلالت وجہالت کی ایک کڑی ہے اور اوسی آتش کدہ ظلم کی ایک لپکتی ہوئی چنگاری ہے۔

امام اوزاعی فرماتے ہین کہ ایک روز خواب غفلت کے متوالے اور بادہ نخوت کے مست وسرشار حمایدِ بنی امیہ وآل مروان سب کے سب آستان خلافت پر حاضر ہوئے۔ آپنے اونکی حاضری کی علت غائی وما فی الضمیر معلوم کرلی اور کہنے لگے۔ "کیا تم لوگون کی یہ خواہش ہے کہ معزز عہدے پر تملوگون کو عطا کئے جاوین" اسقدر کہنے پائے تھے کہ حاضرین مین سے ایک شخص نے کہا۔ "جسکام کا ارادہ نہو اوسکے نسبت رائے دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہے۔" آپنے فرمایا "یہہ بستر جسکو تم لوگ دیکھ رہے ہو پارہ پارہ ہوکر بوسیدہ و فنا ہوجاویگا مگرمین نہین پسند کرتا کہ تمہارے ناپاک قدمون سے میلا و گندہ ہو۔ جب میرا یہہ خیال ہے تو مین اپنے دین کا اور مسلمانون کا تمکو کیونکر والی بنا سکتا ہون" اونہون نے کہا "کیا حق قرابت ہمکو حاصل نہین ہے" فرمایا "تملوگ اور ایک مسلمان میرے نزدیک انتظام مین مساوی حق رکھتے ہو۔"[1]

[1] تاریخ الخلفاء وسیرۃ العمر۔

ملک کی تقسیم

(صوبہ جات وضلاع وعہدہ داران ملکی)

قدرت کا یہ ایک اصول متعارفہ ہے کہ اجزاے منفردہ وبسیطہ سے ایک مرکب عنصر نبتا ہے اور وہ اجزاے بسیطہ مین حیث الافراد ایک دوسرے جزو سے بالافتراق منفرد ہوتا ہے۔ علی ہذاالقیاس ملک بحیثیت سلطنت گو کہ ایک اجتماعی حالت رکھتا ہے لیکن اوسکے پارہاے منفردہ واجزاے بسیطہ وہ حصے واجزا ہوتے ہین کہ جو ہر صوبون و اضلاع و پرگنجات کی صورت مین تقسیم ہوکر زیر حکومت ایک حاکم مستقل کے رہتے ہین۔ یورپ نے اس اصول کو آج سمجھکر تقسیم کام وعمل (ڈویزن آف لیبر) کا فن ایجاد کیا ہے لیکن قدرت کی لازوال صناعیان اور نظام حکومت کا ابتدائی سلسلہ ہمیشہ سے اسکا محتاج رہا ہے اور اپتک ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کو اگرچہ اسکی وضع وایجاد کا فخر حاصل نہین ہے لیکن اونکے آبا واجداد اور نیز اسلامی خلفاے ماسبق کے وقت سے یہ قطعے وضع ہوچکے تھے۔ اور اونکے وقت کے مفتوحہ ممالک کے مختلف حصے قرار پاکر اونکے صوبے مقرر ہوچکے تہے اور وہ صوبے مختلف اضلاع اور وہ اضلاع مختلف پرگنجات مین منقسم ہوچکے تہے لیکن چونکہ وہ تقسیم بزمانہ عمر بن عبدالعزیز بحال خود قایم وبحال رہی اسلئے ہم اوسکا اندراج اس موقع پر غیر مناسب نہین خیال کرتے۔

اس سے پہلے ہم یہہ بتا دینا چاہتے ہین کہ صوبون مین مفصلہ ذیل بڑے بڑے عہدہ دار رہتے تہے - والی یعنی حاکم ملک - کاتب یعنی میر منشی - کاتب دیوان یعنی دفتر فوج کا میر منشی - صاحب الخراج یعنی کلکٹر - صاحب احداث یعنی افسر پولیس (سپرنٹنڈنٹ) صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ قاضی یعنی صدر الصدور و جج معدل یعنی گواہونکی جانچ پرتال کرنیوالا حاکم (رجسٹرار) مفتی یعنی صاحب فتویٰ -

ہر صوبہ مین ایک فوجی افسر بہی ہوتا تہا - اور بسا اوقات قابلیت کے لحاظ سے بعض عامل یا والی ہی اکثر صیغون کا مہتمم و نگران رہتا تہا - یا فوجی افسر ہی یا قاضی ہی ملکی و مذہبی خدمتین انجام دیتا رہتا تہا - یہہ اوس زمانہ کے مسلمانون مین خاص خوبی تہی کہ اونمین سیف و قلم کی دونون صفتین توام موجود تہین - اسیوجہہ سے جو قاضی ہوتا تہا وہ مجاہد - غازی - اور مدبر بہی ہوا کرتا تہا - اور جو غازی ہوتا تہا وہ قاضی - عالم - اور قلم کا مالک بہی ہوا کرتا تہا -

افسرون اور عہدہ دارون کے تقرر کے وقت جو پانچ اصول خلیفہ کو مد نظر رہتا تہا وہ حسب ذیل ہے (۱) عمال و حکام کی علمی و عملی قابلیت (۲) عمال کے بزرگون کی کارکردگی و نمک حلالی و خیرخواہی (۳) خلیفہ وقت کے بزرگون کے ہاتھ سے اگر کسی عامل کے بزرگ کو نقصان پہونچا ہو تو اوسکی تلافی - (۴) ان لوگونکے

۱ الفاروق ۲ تمدن اسلام -

سوا ایک خاص اصول یہہ تہا کہ جو رعایت خاندانی پر محمول ہوا کرتا تہا اور خلیفہ وقت اپنے خاندان سے کسی منتخب فرد کو کسی ولایت پر مامور کر کے اوس اقلیم کے باشندون کی جان و مال کا حاکم مطلق مقرر کر دیا کرتا تہا جسکو امارت استکفا سے تعبیر کرتے تہے۔ ایسے حاکم کے اختیارات اوس مُلک مین بطور خود سر حکمران کے نافذ ہوتے تہے۔ اور وہ امور ذیل کا نگران رہا کرتا تہا (۱) فوجی تنظم و ترتیب اور فوجی ملازمین کو سرحدونپر مناسب طریقہ سے رکہنا اور اگر خلیفہ سے نہ کی ہون تو اونکی تنخواہین مقرر کرنا۔ (۲) کاربار حکومت کی نگرانی۔ ماتحت حاکمون اور قاضیون کا تقرر (۳) وصول خراج۔ فراہمی صدقات اور ان دونون صیغون کے عاملون کو مقرر کرنا اور اوسکو مستحق لوگون پر تقسیم کرنا (۴) دین کی حمایت کرنا اور خلافت کی عزت عظمت کو قایم رکہنا۔ (۵) شرعی سزائین جاری کرنا۔ (۶) نماز کی امامت۔ (۷) حاجیون کی روانگی کا اہتمام اور اونکے سفر مین سہولیت و حفاظت کا بندوبست کرنا یہہ عہدہ دار[1] ایسے ممالک اور اقلیمون پر بہیجے جاتے تہے جو دارالسلطنت سے دور واقع ہوتے تہے جیسا کہ بنوامیہ کے عہد مین عراق کا ملک تہا اور بنو عباس کے زمانہ مین ملک شام اور ان دونون حکومتون کے زمانہ مین خراسان و یورپ کے اقالیم۔

بنوامیہ کے عہد مین عراق کے گورنر اولی الامر اور امارت استکفا

بنوامیہ کے عہد مین مُلک عراق کے زیادہ تر مشہور عمال استکفا نوبت بنوبت

[1] تمدن اسلام

حسب ذیل ہے۔

زیاد بن ابیہ۔ عبید اللہ بن زیاد۔ بشر بن مروان۔ حجاج بن یوسف۔ یزید بن مہلب۔ مسلمہ بن عبد الملک۔ عمرو بن ہبیرہ فزاری۔ خالد بن قسیری۔ یوسف بن عمرو ثقفی۔ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز۔ یزید بن عمرو۔ اس زمانہ مین سب سے بڑا صوبہ ملک شام تہا جسکے ماتحت حمص۔ قنسرین۔ اردن۔ فلسطین۔ اور سرحدون کے اجناد تھے

[illegible]

اسکے بعد عراق کا ملک تہا جسکا سب سے بڑا صوبہ سواد کا علاقہ تہا یعنی وہ خطہ جو دجلہ و فرات کے مابین واقع ہے اور اوسکا پایہ تخت کوفہ تہا جو نہر فرات کے کنارہ پر ایک عظیم الشان شہر ہے۔ سواد کے علاوہ۔ بصرہ۔ قرقیسیا۔ رے۔ اصفہان۔ نہاوند۔ آذربایجان۔ حلوان۔ ہمدان۔ اور مازوان وغیرہ علحدہ علحدہ صوبے تھے۔ عرب کے صوبے مکہ۔ طایف۔ بحرین۔ عمان۔ اور صنعا تھے۔

افریقہ کا صوبہ

اور براعظم افریقہ مین مصر اپنے ماتحت مقامات افریقہ کے مثلاً بلاد مغرب اور نوبہ جو وادی نیل کی بلندی مین واقع ہین۔ ایک جداگانہ ملک تہا۔ خلفا کا قاعدہ تہا کہ صدر مقامات پر اپنی طرف سے براہ راست عامل مقرر کرکے بہیجا کرتے تہے اور وہ عامل اپنی ماتحت ولایتون اور چہاونیون مین اپنی طرف سے عاملون کا تقرر کرتا تہا۔ چنانچہ ملک شام کا عامل دمشق مین

رہتا تہا اور اپنی ماتحت ولایتون مین عامل مقرر کرتا تہا اور ایسے ہی مصر کے عامل کا بھی دستور تہا کہ اکثر حالتون مین وہ اپنے حکم سے افریقیہ اور نوبہ کے عاملونکا تقرر کرتا تہا اور علی ہذا القیاس قیروان افریقیہ کے صوبہ سے عامل مقرر ہو کر بلاد مغرب کیطرف بہیجے جاتے تہے اور کبہی ایسا بہی ہوتا تہا کہ براہ راست دار الخلافت سے اونکی تقرری عمل مین آتی تہی۔

ہمنے بنظر اختصار ذیل کی اجمالی فہرست مین صرف والیون اور قاضیون اور ولایتون کا نام اور بعض بعض مشہور صوبہ دارون اور صوبون کے نام لکہنے پر اکتفا کیا ہے۔

فہرست صوبجات وولایات ونام عہدہ داران ملکی

نام عہدہ دار	ملک و مقام ماموریت	عہدہ	کیفیت
عمر بن ہبیرہ فزاری	عراق وجزیرہ آرمینیہ وایشیاے کوچک	والی وسپہ سالار	نہایت ہوشیار وتجربکار افسر تہے چند دنون عراق مین رہے بعدہ جزیرہ وآرمینیہ مین بہیجے گئے اور روم پر حملہ آور ہوئے۔
میمون بن مہران	ایضاً	قاضی	بہت بڑے فقیہ ومستند عالم تہے جنکا ذکر کتاب مین جا بجا آیا ہے
اسمعیل بن عبد اللہ بن مہاجر	قیروان دار افریقیہ	والی	نہایت نیکدل وعادات حسنہ کے مخزن تہے اکثر بربری انکے زمانہ گورنری مین مشرف باسلام ہوئے

فہرست صوبجات وولایات ونام عہدہ داران ملکی

نام عہدہ دار	ملک مقام ماموریت	عہدہ	کیفیت
السمح (الشمس بن مالک خولانی)	اندلس (یورپ)	والی و فوجی افسر و مالی افسر	نہایت قابل و متدین و شجاع تھے۔ ولیہ نہایت عزت سے پیش آتا تھا۔
ایضاً	صقالیہ (سسلی)	ایضاً	ایضاً
〃	فرانس کے بعض ملکی حصے ساراگوسہ وغیرہ	〃	〃
عدی بن ارطات	بصرہ (صوبہ)	والی	مطیع و فرمانبردار و خیرخواہ سلطنت تھے
ابو الزناد	(ایضاً)	کاتب	عالم
حضرت امام بصری	ایضاً	قاضی	سلطان المشائخ و قطب الاقطاب تھے۔
عبد الحمید بن عبد الرحمن بن زید بن خطاب	کوفہ (صوبہ) (ایشیا)	والی	یہ جس آفتاب کے ذرہ تھے اوسکی عدالت آفتاب نصف النہار کیطرح دنیا پر درخشاں ہے۔ خلیفہ کے نہایت ہی شیفتہ دار تھے
محدث ابن حزم	مدینہ (ایشیا)	والی	یہ بڑے محدث و عالم مشہور ہیں خلیفہ سلیمان کے زمانہ میں آپ یہاں کے قاضی تھے اور خلیفہ کے زمانہ میں تو ان خدمتیں سپرد ہو گئیں
عبد الرحمن بن نعیم قشیری	خراسان (ایشیا)	والی	دیانت دار و حق پسند شخص تھے۔
عمرو بن مسلم باہلی	سندھ و ہند (ایشیا)	والی	شجاعت خاندانی میں ممتاز اور سلطانی خاندان کے نمک خوار قدیم تھے قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان اونکے بھائی تھے جو خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں مبتلائے مصیبت رہ چکے تھے

نام عہدہ دار	ملک و مقام ماموریت	عہدہ	کیفیت
زریق بن حبان	مصر و افریقیہ	صاحب الخراج	خیرخواہ و منتظم شخص تھے
ایوب بن حبیب لخمی	ایضاً	والی	موسیٰ بن نصیر کے بھانجہ تھے جو خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو کر قید کیا گیا تھا۔
یزید بن حبیب	"	قاضی	جید عالم تھے۔
محدث نافع	مصر و افریقیہ	معلم مذہبی یا درای مولفتہ القلوب	بہت بڑے محدث اور امام مالک کے استاد تھے اور جنکی روایتوں کو محدثین نے سلسلۃ الذہب یعنی سونے کی زنجیر سے تعبیر کیا ہے۔ آپ عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے جو مصریوں کے شفیق استاد اور ملک حدیث کے تاجدار بنے (ایسے تھے اسلامی عہد کے غلام)
حاکم بن نعمان باہلی	ترکستان	جنرل فوجی افسر	بہت بڑے شجاع اور شاہی خاندان کے نمک خوار خاندانی تھے۔
عبدالرحمن بن ضحاک	حجاز	والی	بزمانہ یزید ثانی خاندان نبوت میں کسی بی بی سے شادی کرنے کی خواہش پر معزول کئے گئے۔
یحییٰ غسانی	موصل و سمرقند	والی	صوفی منش اور نیک آدمی تھے۔
سلیمان ابی السری سقطی	ترکستان	والی	نیک خصلت اور درویشانہ زندگی بسر کرنیوالے شخص تھے
سلیمان بن حبیب	دمشق	قاضی	عمر بن عبدالعزیز و یزید و ہشام کے زمانہ میں قاضی رہے۔ صاحب علم و کریم النفس بزرگ تھے
ابوبکر ابوثابت ابو ایوب			

عاملین کے فرایض

جس خلیفہ یا سلطان وقت کی نظر اپنے عاملون اور افسرون اور کارکنون پر خیر اندیشی و مصلحِ ملکی کے لحاظ سے پڑتی ہے اور وہ وقتاً فوقتاً اونکے اچھے برے حالات سے باخبر و آگاہ ہوتا رہتا ہے درحقیقت اوس خلیفہ کو بلند نظر اور اوس سلطنت کو زرین حکومت کہنا ہر حال مین زیبا ہے کیونکہ سلطنت کے کل چلانیوالے یہی پرزے ہوتے ہین کہ جنکی رفتار کے سریع و بطی ہونے پر سلطنت کی رفتار بھی سست و تیز ہوتی رہتی ہے اور اوسکے قویٰ مضمحل قوی ہوتے رہتے ہین۔ چنانچہ عمر بن عبد العزیز کا زرین عہد اسی خوش نظمی۔ انسداد و استیصال قطع برید۔ نظم و نسق۔ عزل و نصب کیوجہ سے ایک مبارک و ممتاز عہد شمار ہوتا ہے جنکا اپنے عاملون کو حدود و قصاص۔ مسایل شرعیہ۔ احکام فقہیہ۔ رعایا کی دلجوئی کی ہدایت۔ جبر و تحکم و ظلم و بیجا ستانی و رشوت کی ممانعت۔ اور سلطنت کے مالہ و ما علیہ سے واقف کرنا۔ اور ہر ایک کل کے مناسب اوسمین پرزہ لگانا۔ اور ہر ملک کے باشندون کے متضاد و مختلف طبایع کے لحاظ سے اوسکے حسب حال گورنرون۔ قاضیون۔ اور عاملون کو منتخب کر کے مقرر کرنا طبعی خاصہ اور اعلی جوہر تہا۔ اعلی عہدہ دارون اور افسرون کا ضرورتاً رد و بدل اور اونکا عزل و نصب اگرچہ ہمیشہ سے ایک عام قاعدہ تہا لیکن اسمین آپکی خاص خصوصیت یہہ تہی کہ

جب تک کسی افسر کے حالات کی جانچ اور پڑتال اور اوسکے مقدمہ کی تحقیق و تفتیش اصلی و اعلی معیار پر بلا خیال خصومت و عناد ذاتی نہین کر لیتے تھے اور مقدمہ کماحقہ گواہ و شاہد اور بالمشافہہ فریقین و عدالت کے روبرو مکمل نہین ہو لیتا تہا اوسوقت تک آپ کسی افسر کے بابتہ موقوفی و بحالی کا حکم صادر نہین کرتے تھے۔ چنانچہ ابی مخلد سے جراح و عبد الرحمن بن عبد اللہ و عبد الرحمن بن نعیم قشیری کا جراح کے روبرو خلیفہ نے جب تک من و عن حال نہ سن لیا اوسوقت تک آپنے ہر ایک کے مناسب حال نہ اسامیان عطا فرمائین اور نہ عہدے عنایت کئے۔ امیر المومنین نے سلیمان بن ابی السری والی سمرقند کو لکھا کہ مہانسرا سے تعمیر کرو۔ اور مسافرون کی ضیافت کرو۔ اور اونکے مال و جانورون کی نگہداشت کرو۔ اور بیمار مسافرون کو دو روز تک ٹھہرا رکھو۔ اور جسکے پاس سواری نہو اوسکو منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے سواری کا انتظام کردو۔ کیا مہذب گورنمنٹین اسکی نظیرین پیش کر سکتی ہین؟ جب یہ حکمنامہ سلیمان کے پاس پہونچا تو سمرقند کی رعایا نے اسکو اپنے حق کا کفیل سمجھکر ساری اپنی مظلومیت اور تباہی کی پر الم و جگر سوز داستانین سلیمان سے کہہ سنائین اور اون سے اجازت لیکر دربار خلافت مین حاضر ہوئے اور خلیفہ کے روبرو اپنی اپنی خانہ بربادی اور اپنی دولت و جائداد و املاک کی دست برد و تلف ہو جانیکا ایسا پورا پورا نقشہ کھینچکر پیش کیا جسکو سنکر رحمدل خلیفہ نے اوسیوقت سلیمان کو یہ حکم صادر کیا

بغیر تحقیق حال دریافت کئے آپ کسی عہدہ دار کو معزول و بحال نہین فرماتے تھے

کہ قتیبہ نے ناقابل برداشت مظالم ان غریبون پر توڑے ہین اور اونکی جایداد و
اور جاگیرات کو ضبط کرلیا ہے اور اونکو گھر سے نکالکر بے خانمان بنادیا ہے
تمھین لازم ہے کہ بفور پہونچنے اس حکمنامہ کے ایک جج (قاضی) انکے مقدمات
کی تحقیقات کیواسطے مقرر کرو اگر انکا بیان صحیح ہو تو عرب لشکرگاہ سے چھاونی
کیطرف نکالدیئے جاوین اور یہ لوگ بدستور اپنے گھرون مین آباد کئے جاوین [1]
قاضی نے بعد تفتیش مقدمہ یہہ فیصلہ صادر کیا کہ عرب سمرقند چھوڑکر اپنے لشکرگاہ
مین چلے جاوین اور یہہ لوگ بدستور اپنے گھرونمین آباد کئے جاوین ۔ اور جو
مابین سمرقند و عرب معاہدہ سابق ہوا ہے وہ آجکی تاریخ سے منسوخ سمجھا جاوے
اور بجاے اوسکے جدید اقرارنامہ لکھا جاوے یا عرب لڑبھڑکر دوبارہ اوسپر
قابض ہون ۔ سمرقند والون نے اپنی بے سروسامانی و تہیدستی پر غور کرکے
لڑنے سے انکار اور جدید عہدنامہ لکھنے سے احتراز کرکے اپنی موجودہ حالت
پر قانع رہنے کی رضامندی ظاہر کی ۔ اس حکمنامہ کے ذریعہ سے خلیفہ نے تفتیش
حالات و مقدمات اور اصلی واقعات کی جانچ کا دروازہ کھولدیا ۔ جو بنوامیہ کے
زمانہ مین مفقود ہوگیا تھا ۔

امیر المومنین نے اپنے عامل عبدالحمید کو ایک فرمان اس مضمون کا بھیجا
کہ کوفہ والے ظلم کے سبب بہت تباہ حال اور خستہ ہورہے ہین ۔ اگلے وقت

---

[1] آجکل کا زمانہ ہوتا تو اسکو قومی ذلت سمجھکر کبھی ایسا نہ حکم دیا جاتا اور نہ اسپر عمل کیا جاتا ۔

کے عاملوں نے انکی تباہی مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھا طرح طرح کی بدعتین انکے ساتھہ روا رکھین اور سخت سے سخت مصیبتین انپر نازل کی ہین - اسلئے جبتک انکے ساتھہ عدل و انصاف و نرمی کا برتاؤ نہ کیا جاویگا اونکی حالت درست ہونی غیر ممکن ہے پس اونکے ساتھہ نہایت عادلانہ رویہ اختیار کرو کیونکہ دین و دنیا کا قوام و بقا عدل و احسان ہی پر موقوف ہے اور چونکہ نفس کی حفاظت میں تابہ معصیت سے زیادہ کوئی چیز اہم نہین ہے اسلئے ظلم و تعدی سے ملک کو برباد مت کرو - آبادی سے اسقدر محصول لیا جاوے کہ جسکی رعایا متحمل ہوسکے - اور یہہ بھی ہمیشہ خیال رہے کہ ملک ویران نہ ہونے پاوے - خراج کے وصول تحصیل مین نہایت ملاطفت و رفق و نرمی برتی جاوے - اور ضرابین کی اُجرت نہ لیجاوے - اور نوروز و مہرجان کا نذرانہ و ہدیہ نہ قبول کیا جاوے - صحف یعنی عرائض نویسی کا محصول اور فتوح (شادی کا ٹکس) اور گھر دواری[1] - اور نکاحانہ (جو نکاح پڑھانے والے بھی علاوہ شاہی ٹکس کے لیتے تھے) وغیرہ بند کئے جاوین اور جو شخص مسلمان ہوجاوے اوس سے جزیہ نہ لیا جاوے - سولی دینے اور دوسرے قسم کی حدود جاری کرنے مین عاجلانہ کارروائی مناسب نہین ہے -

عاملین کے فرائض کی تشریح فرامین سے

امیرالمومنین نے عدی بن ارطاۃ اپنے گورنر کو لکھا کہ دنیا خدا کے اولیا کی اور اوسکے اعداد و نون کی دشمن ہے - خدا کے اولیا کو تو وہ رنج پہونچاتی ہے

[1] پاندار ی (مکان کاٹکس) -

اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہے - انہی کو پھر مکرر لکھا کہ ایمان کے لئے فرایض - شرایع حدود - سنن - اعمال مفروضہ - عقائد دینیہ - منہیات ممنوعہ - اور مندوبات ہیں جسنے ان سب کا تکملہ کر لیا اوسنے اپنے ایمان کو کامل کر لیا - اور جسنے انکا تکملہ نہ کیا اوسنے اپنا ایمان ناقص رکھا - عبد الرحمن بن نعیم کو لکھا کہ تم اوس شخص کی تقلید کرو جو یہہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مفسدون کے عمل کی اصلاح نہین کرتا ہے یعنی اعمال فاسدہ سے پرہیز کرے -

صیغہ محاصل بندوبست

(خراج و عشر)

خراج کی تعریف

خراج اوسکو کہتے ہین کہ جو قابل زراعت زمین کی حیثیت پر دو قسم اجناس پر لگان مقرر کرکے رعایا سے وصول کیا جاتا ہے یا پیداوار زمین سے نصف غلہ لیا جاتا ہے -

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب مسلمانون کے فتوحات وسیع ہوئے تو اوسوقت یہہ بحث پیش آئی - کہ تمام مفتوحہ مقامات امرائے فوج کی جاگیر مین دیدیئے جاوین - اور وہان کے باشندون کو اونکی غلامی مین دیدیا جاوے یا بادشاہ کی ملک قرار دیجاوے - آخرکار بعد بحث و مباحثہ اس آیہ شریفہ

ماخوذ از سیرۃ العمر و ابن اثیر -

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم الخ کی روسے یہ فیصلہ ہوا کہ زمین بدستور باشندون کے قبضہ مین رہنے دیجاوے اور باشندونکو ہر طرح آزاد چھوڑ دیا جاوے - کیونکہ اگر زمین مفتوحہ لشکریون اور اُمراے فوج کو تقسیم کردیجاویگی تو آیندہ افواج کی تیاری بیرونی حملون کی حفاظت ملک مین امن وآمان قایم رکھنے کے مصارف عمال وافسرونکی تنخواہین اور وفاتر کے اخراجات کہان سے آوینگے - پس اوسیوقت سے اسلام مین یہ باقاعدہ انتظام تشخیص لگان اور اوسکے وصول کا شروع ہوا - اور یہی انتظام بدستور مسلمانون مین جاری وساری رہا -

اسلامی ممالک مین زمین کی چار قسمین تھین (۱) وہ زمین جسکو مسلمانون نے نئے سرے سے قابل کاشت بنایا ہو یہہ زمین عشری کی ہے - عامل اس اراضی کی پیداوار کا دسوان حصہ بطور زکواۃ اور لگان کے لیویگا - اور وہ اراضی احیاے اموات کی قسم سے شمار کیجاویگی (۲) وہ زمین جسکے باشندون نے اوسپر قابض ہونے کی حالت مین اسلام قبول کیا ہو اسلئے وہی لوگ اسکے پانے کے مستحق ہین - اور یہہ بھی عشری زمین ہے - (۳) وہ زمین جو کسی ذمی کے قبضہ سے نکلکر مسلمانون کے قبضہ مین آئی ہو مثلاً وہ لاوارث مرگیا ہو - یا مفرور ہوگیا ہو یا بغاوت کی ہو - یا استعفا دیدیا ہو - (۴) وہ زمین جسکے باشندہ اون نے مسلمانونکے

اسلامی ممالک میں زمین کی چار قسمیں

لہ مستحق اور حصہ ان لوگون کے محتاج مہاجرین کا ہے حق ہے جو اپنے گھر اور مال سے بیدخل کر دیئے گئے ہین

قابض ہونیکی حالت مین اوسنے صلح کر لی ہو- یا بزور شمشیر مغلوب ہونیکے بعد مسلمانونکے رعایا ہوگئے ہون- یہ زمینین خراج کے لیے مخصوص ہوتی ہین اور اسکا خراج کسی حالت مین باطل نہین ہوتا تھا خواہ وہان کے رہنے والے اسلام ہی کیون نہ قبول کرلین- ایسی زمینون پر اوسکے متحمل ہونے کے لحاظ سے خراج مقرر ہوتا تھا جیسا کہ عمرؓ کے زمانہ مین جب ملک عراق فتح ہوا تو آپنے سواد عراق پر وہی خراج مقرر کیا جو اوسپر اہل فارس نے لگا رکھا تھا یعنی فی جریب ایک قفیز پر ایک درم نقد- قفیز جریب کا دسوان حصہ یعنی ۳۶۰ گز مربع ہوتا تھا[۱]-

عراق کے لگان کی شرح حضرت عمرؓ کے زمانہ مین

اور دوسرے حصہ مین عراق کے آپنے دوسرے طریقہ سے خراج مقرر کیا یعنی آپنے خراج کی مقدار کو پیداوار کی قسم کے تابع کردیا اور عثمان بن حنیفؓ کو وہان کی پیمایش کا حکم دیا جنہون نے اون اراضیات کی پیمایش کرکے انگور کی ٹٹیون پر ایک جریب پر دس درم اور کھجور کے درختون پر ایک جریب رقبہ پر آٹھ درم اور جو کے ایک جریب رقبہ پر دو درم لگان مقرر کیا- اسطرح کل عراق کا خراج آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ درہم[۲] ٹھہرا-

حضرت عمرؓ زمانہ مین عراق کی مالگذاری

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ مین بھی قریب قریب اسیقدر وصول ہوا جیسا کہ آپ حجاج کے مظالم بیان کرتے وقت فخریہ و طنزیہ لہجہ مین کہا کرتے تھے کہ کمبخت کو نہ دین کی صلاحیت کا مادہ تھا اور نہ دنیا کی لیاقت- کیونکہ

۱ تمدن اسلام ۲ الفاروق و تمدن اسلام

حضرت عمرؓ نے اوسی عراق سے مالگذاری آٹھ کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کی اور اس کمبخت نے باوجود اسکے کہ عراق پہلے سے زیادہ سرسبز و شاداب تھا جبرًا و ظلمًا دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم مالگذاری وصول کی[1] اور بقول ابن عربی عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین آپ کے عامل نے آٹھ کروڑ وصول کی۔ اور آپ یہہ بہی فرماتے تہے کہ "اگر مین آیندہ سال زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالے جسقدر عمرؓ نے خراج وصول کیا ہے مین بھی اوسیقدر وصول کرونگا[2]

عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین عراق کی مالگذاری

خلفاے بنوامیہ کو چھوڑ کر مامون الرشید کے زمانہ مین بھی جسکا زمانہ عدل و انصاف کے لئے مشہور ہے عراق کے خراج کی تعداد پانچ کروڑ اڑتالیس لاکھ درہم سے کبھی نہین بڑھی[3]۔

عراق کی مالگذاری مامون کے زمانہ مین

علامہ شبلی نے الفاروق مین جو تفصیل ملک مصر کے محاصل کی علامہ مقریزی اور ابو حوقل بغدادی کے حوالہ و شہادت سے خلفاے راشدین کے زمانہ کی درج کی ہے اوسکو ہم بلفظہ نقل کرتے ہین۔

وہ لکھتے ہین کہ جو خراج حضرت عمر کے زمانہ مین مصر سے وصول ہوتا تھا اوسکی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تھی جسکے تقریبًا پانچ کروڑ چھ لاکھ روپئے ہوتے ہین۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ یہہ صرف جزیہ کی رقم تھی خراج اسکے علاوہ تھا۔

---

[1] ابن خلدون [2] سیرۃ العمر بحوالہ ابن اثیر [3] الفاروق

ملک مصر کی مالگذاری حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اور اوسکا فیصلہ علامہ شبلی کے قلم سے

ابو حوقل بغدادی نے بھی اپنے جغرافیہ مین قاضی ابو حاذم کا جو قول نقل کیا ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے۔ اسکے بعد علامہ لکھتے ہین کہ میرے نزدیک دونون نے غلطی کی ہے۔ خود علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے پہلے سال ایک کرور دینار وصول کیے تو حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ مقوقس نے ابھی پچھلے سال بیس کروڑ وصول کیے تھے عمرو بن العاص سے بازپرس کی۔ یہ مسلم ہے کہ مقوقس کے عہد مین جزیہ کا دستور نہ تھا۔ اسلئے عمرو بن العاص کی رقم سے اسکا مقابلہ بالکل بے معنی تھا۔ اسکے علاوہ تمام مورخین نے اور خود مقریزی نے جہان خراج کی حیثیت سے اسلام کے ماقبل اور مابعد زمانون کا مقابلہ کیا ہے وہان جزیہ کی تعداد کا نام لیا ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ کے عہد مین خراج کی مقدار جہانتک پہونچی زمانہ مابعد مین کبھی اوس حد تک نہین پہونچی۔

خلفاے بنوامیہ و بنو عباسیہ کے زمانہ مین مصر کی مالگذاری

بنوامیہ اور بنو عباس کے زمانہ مین تیس لاکھ دینار سے زیادہ نہین وصول ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک نے جب بڑے اہتمام سے تمام ملک کی اراضیات کی پیمایش کرائی جو تین کروڑ فدان ٹھہری۔ تو تیس لاکھ سے چالیس لاکھ ہوگئے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین عبداللہ بن سعد گورنر مصر نے ایک کروڑ تیس لاکھ دینار وصول کیے تھے۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ نے فخریہ عمرو بن العاص سے کہا کہ ابتو اونٹنی نے دودہ زیادہ دیا تو عمرو بن العاص نے

آزاد اُس کہا کہ "ہاں لیکن بچہ بہو کہار ہا" اُسکے بعد علامہ لکھتے ہین کہ امیر معاویہ کا زمانہ ہر قسم کی دنیاوی ترقی مین یادگار ہے۔ آپکے عہد مین مصر کے خراج کی تعداد نوے لاکھ دینار تہی۔ فاطمین کے عہد مین خلیفہ المعزالدین اللہ کے گورنر نے باوجودیکہ لگان کی شرح دونی کر دی تاہم بتیس لاکھ دینار سے زیادہ نہ وصول ہوسکے" ان حکمرانوں اور خلفا کے علاوہ دو ایک خلفا اور بادشاہون کے زمانہ کے خراج کی تفصیل اڈیٹر الہلال نے اپنی کتاب تمدن عرب مین درج کی ہے چونکہ وہ ہمارے مفید مطلب ہے اسلئے ہم اوسکو بھی درج کرتے ہین وہ لکھتا ہے کہ "ابن طولون والی مصر نے تیتالیس لاکھ دینار وصول کیا اسکے بعد بنی عباس کے تمام عہد کا خراج اسیقدر رہا۔ اور سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ خلافت مین اسامہ بن زید نے ملک مصر کا لگان ایک کروڑ بیس لاکھ درہم وصول کیا تہا۔ اسی خراج کو عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ کا بھی خراج سمجھنا چاہیے کیونکہ آپنے بعد خلیفہ سلیمان کے صرف دو ڈہائی برس سلطنت کی تہی۔ اور ملک شام کی مالگذاری ستر لاکھ دینار بنو امیہ کے زمانہ مین آتی تہی[1]۔

[حاشیہ: خراج ... زمانہ میں]

ان ممالک کے سوا دوسرے مفتوحہ ممالک افریقہ۔ اندلس۔ ترکستان مغربی و مشرقی۔ فارس۔ جزیرہ و آرمینیہ۔ و بلاد مفتوحہ واقع یورپ وغیرہ کے حالات ہمکو نہین معلوم ہوسکے اسلئے ہم اونکے خراجون کو نظر انداز کرتے ہین۔

---

[1] تمدن اسلام

اس خراج کی آمدنی کے سوا ایک آمدنی عشر کی تھی۔ اور عشری زمینین وہ تھین
کہ جنپر بجاے خراج کے زکواۃ و عشر مقرر تھے کیونکہ مسلمانون سے جو رقم وصول
کیجاتی تھی وہ سب زکواۃ کی مدین داخل تھی۔ جسکی مقدار درصل پیداوار کا دسوان
حصہ ہوتا تھا۔ بظاہر مسلمانون کے ساتھہ عشر کی تخصیص ایک قسم کی ناانصافی یا قومی
ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن فی الواقع ایسا نہین ہے جیسا کہ علامہ شبلی لکھتے ہین۔
اولاً تو مسلمانون کو بمقابلہ ذمیون کے بہت سی زاید رقمین ادا کرنی پڑتی تھین
مثلاً مویشی پر زکواۃ۔ گھوڑون پر زکواۃ۔ دبیہ پر زکواۃ حالانکہ ذمی ان محصولون سے بالکل
مستثنی تھے۔ اس بنا پر خاص زمین کے معاملہ مین جو نہایت اقل قلیل مسلمانون
کے قبضہ مین (بعد ضبطی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے (بزمن دولت) رہ گئی تھی اس
قسم کی رعایت بالکل مقتضاے انصاف تھی۔ دوسرے یہ کہ عشر ایک ایسی
رقم تھی جو کسی حالت مین کم یا معاف نہین ہوسکتی تھی۔ یہانتک کہ خود خلیفہ یا بادشاہ
وقت معاف کرنا چاہے تو معاف نہین کرسکتا تھا۔ برخلاف اسکے خراج مین
تخفیف اور معافی دونون جائز تھین۔ اور وقتاً فوقتاً اسپر عملدرآمد بھی ہوتا تھا
اسکے علاوہ خراج سال مین ایک دفعہ لیا جاتا تھا۔ برخلاف اسکے عشر کا یہ
حال تھا کہ سال مین جتنی فصلین ہوتی تھین سب کے پیداوار سے عشر الگ
الگ وصول کیا جاتا تھا۔ خراج کی موقوفی اور اوسین تخفیف علاوہ آفات
ارضی و سماوی کے بعض اوقات بادشاہ وقت اپنی رحمدلی اور خوشدلی در مشایخ

کی عقیدت مندی اور رعایا کی ناداری کے سبب کر دیتا تھا جسکی نظیرین مسلمانونکی تاریخون مین بکثرت موجود ہین - بخلاف اسکے آجکل کے زمانہ مین اسکا وجود بہت کم ہے - اسکے علاوہ ایک آمدنی جزیہ کی تھی جو ذمیون سے وصول کیجاتی تھی، اسکی مقدار صرف چار دینار سالانہ تھی - جزیہ کا مقصد اور موضوع اگرچہ پیشتر شرع اسلام ہی مین ظاہر ہوچکا تھا کہ وہ حفاظت جان و مال کا معاوضہ ہے، مگر بغرض وضاحت چند اور مستند و معتبر اقوال ہم مزید درج کئے دیتے ہین -

جزیہ کا مقصد اور موضوع

فقہ حنفی کے معتبر و مستند کتاب ہدایہ مین لکھا ہے کہ جزیہ لگانے کی یہ وجہ ہے کہ یہہ ٹکس بجائے اوس امداد کے عاید کیا جاتا ہے جو جان و مال کے ساتھہ کیجاتی ہے"

مذہب شافعی مین جزیہ کی نسبت یہہ کہا گیا ہے کہ جزیہ یا تو جان و مال کی حفاظت کے بدلے مین واجب الادا ہے یا اسلامی حدود مین رہنے کے معاوضہ مین ہے"

علاوہ اسکے فقہ مین یہ بھی حکم دیا گیا ہے اور یہان تک ذمیون کے ساتھہ نرمی برتی گئی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ دو سال کا جزیہ باقی ہو تو صرف ایکسال کا وصول کیا جاوے - چنانچہ ہدایہ مین بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی ذمی پر دو سال کا جزیہ چڑھ جاوے تو یہہ دونون سال ملا دیئے جاوینگے یعنے صرف ایکسال کا جزیہ لیا جاویگا، کتاب جامع الصغیر سے بھی اسکی موید ہے، چنانچہ اوسمین یہ درج ہے

فقہ کی رو سے جزیہ مین نرمی

کہ "اگر کسی ذمی سے سال کے گذر جانے تک جزیہ نہین وصول کیا گیا، اور دوسرا سال آپہونچا، تو پچھلے سال کا ٹکس نہین لیا جاویگا۔ یہ امام ابو حنیفہ کی راے ہے۔

اور بہ ٹکس ضمانت الحیواۃ بہی نہین ہے (جیسا کہ بعض کوتہ اندیش عیسائیونکا خیال ہے) اور نہ اسکے ادائیگی کے انکار سے سر قلم کرنا مشروط ہے، بلکہ بصورت انکار ادائیگی جزیہ صرف یہ ہوتا ہے کہ معاہدہ اطاعت ہے فسخ نہین ہوتا، جیسا کہ ہدایہ کے (جلد ۲- صفحہ ۱۴۴) مین مرقوم ہے "کہ اگر کوئی ذمی جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے، یا کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے، یا سب نبی کرے، یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس سے معاہدہ اطاعت ہے فسخ نہین ہوتا، کیونکہ ذمیون کا قتل کرنا جس بنا پر ملتوی کیا گیا ہے، وہ جزیہ کا (صرف) تسلیم کر لینا ہے، نہ کہ حقیقی طور پر اوسکا ادا کرنا، اور جزیہ تسلیم کر لینے کا ابھی تک معاہدہ باقی ہے"

ہمارے حنفی فقہا کے نزدیک "سب نبی" صرف ایک کلمہ کفر ہے۔ جو ایک کافر سے سرزد ہوا ہے، اور جبکہ اوسکا کفر معاہدہ اطاعت کیوقت مانع معاہدہ نہین ہوا، تو یہہ کفر اوس معاہدہ اطاعت کو ساقط نہین کرتا۔

لیکن باین ہمہ مختلف صورتون مین معافی کا بھی حکم تہا، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ۲۰ھ مین عراق کے افسرون کو لکھ بھیجا تہا "کہ فوجی سوارون سے

جیسے بعض مخالفین اسلام کا خیال ہے

جس سے مدد لینے کی حاجت ہو اوس سے مدد لو اور اوسکا جزیہ معاف کردو، یہانتک کہ اگر کسی قوم نے صرف ایک دفعہ مسلمانون کے ساتھہ حالت جنگ مین شرکت کی تو اوس سال کا جزیہ اوسکے لئے معاف کردیا گیا۔

سنہ ۲۲ھ مین جب آذربائیجان فتح ہوا تو اہل شہر کو حضرت عمرؓ نے یہہ فرمان لکھکر بھیجا یعنے جو لوگ کسی سال فوج کا ساتھہ دینگے، اوس سال اونسے جزیہ نہ لیا جاویگا" اسی سنہ مین جرجان فتح ہوا تو فرمان مین یہ لکھا ہمپر تمہاری حفاظت ہے اس شرط پر کہ تمکو ہر سال بقدر استطاعت جزیہ ادا کرنا ہوگا، اور اگر تم سے اعانت لینگے تو اس اعانت کے بدلے جزیہ معاف ہو جاویگا۔[1]

جزیہ کی موقوفی کے شرائط اور جراح اور زید بن حبان کے فرمانون کی تشریح و توضیح

عمر بن عبدالعزیزؒ کے اوس فرمان کا جو آپنے جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان کے نام بھیجا تھا، یہی مقصد ہے۔ جراح کی جب آپکے پاس شکایتین گذرین کہ وہ موالی کو بلا وظیفہ ورسد کے جہاد پر بھیجدیتا ہے، اور ذمیون مین سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہین، اون سے بھی جزیہ لیتا ہے، تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے جراح کو تحریر فرمایا "کہ جو شخص نماز ادا کرتا ہو اوسکا جزیہ معاف کردو" لوگ یہ سنتے ہی جزیہ کے خوف سے جوق جوق اسلام لانے لگے،[2] چنانچہ جراح نے کمی آمدنی کا احساس کرکے ان لوگون کا ختنہ سے امتحان لینا چاہا، اور خلیفہ کو اس مطلع کیا، تو آپنے تحریر فرمایا "اللہ تعالے نے رسول اللہ کو داعی مبعوث کیا ہے

[1] الفاروق علامہ شبلی۔ [2] تاریخ ابن خلدون

نہ کہ خاتن"۔

اس شکایت مین دو لفظ آیا ہے' ایک موالی اور دوسرا ذمی۔ عرب کے اصطلاح مین موالی کا لفظ نومسلمون پر اطلاق ہوتا ہے' اور ذمی اون لوگون پر جو اپنے مذہب پر قایم رہین۔ مگر جراح گورنر خراسان کے خیال مین یہ دونون لفظ ہم معنی اسوجہہ سے تھے' کہ وہ موالی (نومسلمون) کے تبدیل مذہب (یعنے اسلام لانیکو) منافقانہ خیال کرتا تہا' اور اسی کے ساتھہ وہ یہ بہی سمجھتا تہا' کہ محض جزیہ کے خوف سے یہ لوگ ظاہری طور پر اسلام لارہے ہین' ورنہ دراصل یہ لوگ اپنے مذہب پر قایم ہین۔ پس بربناے اس کے جزیہ کی کمی کا احساس کرکے اونکی اسلام کا ختنہ سے امتحان لینا چاہا' لیکن اوسکو یہ نہین معلوم تہا کہ خلیفہ وقت کی تیز نگاہین مذہب کے آسمانی بلند ترین اصولونسے لیکر اوسکے جزوی مسائیل کے سطح زیرین تک پہونچی ہوئی ہین' پس وہ کیسے اوس سچے حامی مذہب' وجان نثار ملت' اپنے ناناکے اصول منضبطہ کو ترک کرسکتا تہا' جو یہہ تہا' کہ جزیہ حفاظت اور فوجی شرکت دونون کا معاوضہ ہے اگر انمین سے ایک شرط بہی پائی جاوے تو جزیہ قابل معافی ہے' اسلئے آپکو جب جراح نے اپنے خیال کے مطابق دوبارہ موالیون کے ختنہ سے جانچ کرنیکے بارےمین لکھا تو آپنے جواب مین تحریر فرمایا "کہ رسول اللہ داعی مبعوث ہوئے تھے' نہ کہ خاتن"' کیونکہ آپ سمجھے ہوئے تھے کہ صرف

تبدیل مذہب ہی جزیہ کے واگذاشت کی شرط نہین ہے، بلکہ فوجی شرکت (خواہ وہ موالی اصل مین ذمی اور منافق مسلمان ہی کیون نہ ہون) اسکے لئے اور بہی بڑی کافی سند ہے، جو موالی اور ذمی، بلا راشن یعنے بلا سفر خرچ کے برابر کرتے رہتے تہے۔ اسی مقصد پر آپکا وہ فرمان بہی مبنی ہے، جو آپنے ملک مصر کے عامل حیان بن شریح یا زریق بن حیان کے نام بہیجا تہا، جس نے خلیفہ کے خدمت مین ایک درخواست اس مضمون کی بہیجی تہی کہ اسلام نے جزیہ کی آمدنی مین بڑا نقصان پہونچایا ہے، مجہکو ملازمین کی تنخواہین ادا کرنیکے لئے حارث بن ثابت سے بیس ہزار دینار قرض لینے پڑے ہین، اگر امیر المومنین کا حکم ہو تو مین آمدنی بڑہا کر اوسکو ادا کردون"۔

خلیفہ نے جزیہ کے وصول کرنے، اور خراج مین اضافہ ہونے کے ذکر کو سنتے ہی غضبناک ہو کر اوس کے جواب مین لکہا "مین نے تجہکو مصر کا حاکم تو ضرور مقرر کیا، لیکن مین یہ بہی جانتا تہا کہ تو ناقص العقل، اور کمزور طبیعت کا آدمی ہے، اسے بیوقوف، غور تو کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے راہ حق دکہلانے کے واسطے مبعوث کیا تہا، یا خراج وصول کرنے کے لئے، مین نے اپنے برندہ فرمان کو یہہ حکم دیا ہے "کہ پچہلے وہ تیرے سر پر سو کوڑے لگائے، بعد ازان گفتگو کرے، مین اپنی جان کی قسم کہا کر لکہتا ہون، کہ مین ہرگز اسقدر بدبخت نہین ہونگا کہ لوگ میرے ہاتہون پر اسلام قبول کرین"،

یہان بہی وہی بات تہی، اور یہان کے موالی اور ذمی افریقہ کے لڑائیون مین
برابر شریک ہوتے رہتے تہے، اسی سے خلیفہ نے یہان پربھی یہی حکم دیا۔

جزیہ کا مصرف بھی چونکہ فوجی مصارف پر محدود تہا، یعنے اوس رقم سے
صرف اہل فوج کے لئے خوراک، لباس اور دیگر ضروریات مہیا کیجاتی تھین،
جیسا کہ بعض اوقات حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جزیہ مین صرف دو دینار جزیہ لیا
جاتا تہا، اور دو دینار کے عوض مین زیتون، شہد، سرکہ وغیرہ لیا جایا کرتا تہا، جو
اہل فوج کی خوراک تھی، بربنائے اسکے اسبات کی یہ قوی دلیل ہے، کہ
جزیہ فوجی شرکت کا بھی معاوضہ تہا، اور جبکہ اہل جزیہ یعنے جزیہ دینے والے
ذمی اور موالی خود فوج مین شریک اور مسلمانون کے برابر کے حصہ دار
ہوتے تہے، تو انسے جزیہ لینے کی کونسی ضرورت تھی، اذا فات الشرط
فات المشروط (یعنے جب شرط باطل ہوئی تو مشروط بھی باطل ہوا)۔

اس مدلل مضمون کے بعد ہم مستشرقین یورپ کے حال کے تحقیقات
کو جو شروع صدی ہجری کے تاجدارونکے خطوط، مکاتیب اور فرامین کے
متعلق ہوئی ہے، درج کرتے ہین۔

یہ ایک خط ہے، جو قرہ بن شریک نے بنام بسیل کے لکھا ہے، قرہ خلیفہ
ولید کے عہد مین مصر کا عامل یعنے افسر جبغہ مال تہا۔ بسیل (بدلیل قراین)
ایک قبطی رئیس یا زمیندار کا نام ہے، جو اشقوہ کی ریاست کا مالک تہا، قرہ نے

اس خط مین تبسیل سے زرجزیہ طلب کیا ہے۔ اتنا کہکر ہم خاموش ہوجاتے ہین، اب یہ سوال کہ کیون زرجزیہ طلب کیا ہے، اور یہ زرجزیہ کس مصرف مین آئیگا، اسکا جواب خود خط کی خاموش زبان دیگی۔

نقل خط

جزیہ مذہبی ٹکس نہین تھا بلکہ فوجی ٹکس تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من قرہ بن شریک الے بسیل صاحب شقوہ فانی احمد الذی

ازجانب قرہ بن شریک بنام سیل رئیس شقوۃ مین حمد کرتا ہون اوس خدا کی

لا الہ الا ہو اما بعد فانہ قد ذہب من الزمن ما قد علمت و قد

جسکے سوا کوئی معبود نہین بعد ازین اتنا زمانہ گذر گیا جو تم جانتے ہو کہ فوجیون

استاخرت الجزیۃ وحضر عطاء الجند وعطاء عیالہم

کی تنخواہ مین تاخیر ہوگئی اور فوج کی تنخواہ اور فوج کے اہل وعیال کی

وخروج الجیوش ان شاء اللہ فاذا جاءک کتابی ہذا فخذ

تنخواہ اور لشکر کے نکلنے کا خدا نے چاہا تو زمانہ آگیا جب تمکو میرا یہ خط پہونچے جسقدر جزیہ ہو

فیما علے ارضک من الجزیہ وعجل بالاول فالاول

وصول کرو اور پہلی پھر دوسری قسط جمع کرو جزیہ مین سے اور بہت جلد بھیجو۔

۱؎ الندوہ مضمون نوشتہ محمد سلیمان صاحب نائب اڈیٹر بابت ماہ اگست سنہ ۱۱ء

مما جمعت ولا اعرفن على ما اخرت وما قبلك ولا كان له
مین نہین معلوم کرونگا کہ تمنے دیر کیون کی اور تمکو کیا پیش آیا۔ اور نہ جسنے یہ کی
حبس فان اهل ارضك قد فرغوا من زرع عتهم (ثم ان)
منتظر رہو کیونکہ تمہاری رعایا کاشتکاری سے فراغت کر چکی ہے پھر بیشک
الله معينهم على ما كان عليهم من حق الامير المومنين فلا تكون
خدا اونکا امیر المومنین کا حق ادا کرنے مین مددگار ہے اسلئے
في امرك عجز ولا تاخير ولا تحبس ما قبلك فانه لو قد اجتمع
تمہارے حکام مین عذر و تاخیر نہ ہو اور نہ تمہارے پاس جو جمع ہو جاوے اوسکی روکو کیونکہ اگر میرے
عندي مال قد اعطيت الجند عطاءهم ان شاء الله
پاس کچھ روپیہ جمع ہو جاتا تو مین فوج کی تنخواہ انشاء اللہ دیدیتا۔
فاكتب الي بما اجتمع عندك مما جبيت من الجزية وكيف
مجھکو لکھو کہ جزیہ جو تمنے وصول کیا ہے انمین کیا تمہارے پاس جمع ہوا اور تمنے اسبارے مین کیا کیا جو
فعلت في ذلك والسلام على من اتبع الهدى
جو لوگ اسکی پیروی کرین اونپر سلام

اس خط سے بالکل روشن ہو جاتا ہے کہ اسلام مین جزیہ کوئی مذہبی ٹکس نہین بلکہ فوجی ٹکس تھا

اور قسم کی آمدنیان

خراج اور عشر کے سوا آمدنی کے جو اور اقسام تھے وہ حسب ذیل ہین۔

ذکواۃ عشور مال غنیمت کا خمس اسلاب۔ ذکواۃ مسلمانون کے ساتھ مخصوص تھی مسلمانون کی کسی قسم کی جائداد یا آمدنی اس سے مستثنیٰ نہ تھی یہانتک کہ بہیڑ۔ بکری۔ اونٹ۔ سونا۔ چاندی۔ پھل اور میوے۔ کہیتی۔ سبھی پر ذکواۃ تھی۔ ذکواۃ کے متعلق تمام احکام خود جناب رسول اللہ کے عہد مین مرتب ہو چکے تھے۔

ذکواۃ

صدقہ کا ایک صدر دفتر بنی امیہ کے زمانہ مین مرکز خلافت مین رہتا تھا۔ اور ماتحت ولایتون مین یا شہرون مین اوسکی شاخین ہوتی تھین۔ ہر ایک مقام پر صدقہ کا والی (حاکم و محصل) مستقل طور پر وہان کے مالدارون سے صدقہ کو وصول کر کے وہین کے غربا پر تقسیم کرنیکا مجاز ہوتا تھا۔

ذکواۃ کے دفترون کا طرز

ذکواۃ کے مصادر اسلام مین چار تھے یعنی چوپائے۔ سونا۔ چاندی۔ پھل اور میوے۔ کہیتی کے غلے جنکی علحدہ علحدہ شرحین مقرر تھین۔ چوپایونکی یہ شرح تھی کہ ایک سے چوبیس اونٹون تک ہر پنجہ مین ایک بکری اور جب چوبیس سے زیادہ پینتیس تک ہون تو ایک مادہ بنت مخاض (ایک برس کی اونٹنی) اگر ایک برس کی اونٹنی نہو تو دو برس کا ایک اونٹ۔ ۳۵۔ سے ۴۵ تک ایک مادہ بنت لبون (دو برس کی اونٹنی) ۴۶ سے ۶۰ اونٹون تک ایک حقہ (پورے تین سال کی اونٹنی جو بلوغ کو پہونچگئی ہو)۔

ذکواۃ کے مصادر اور ادائی کی شرح

ملہ تمدن اسلام

۶۱ سے ۷۵ تک ایک مادہ جذعہ (چار برس کی پوری اونٹنی)، ۷۶ سے ۹۰ تک دو بنت لبون (دو دو برس کی اونٹنیاں) ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو حقہ (تین تین برس کی دو اونٹنیاں) قس علے ھذا اس سے زیادہ میں ہر چالیس اونٹ میں دو برس کی اونٹنی ہے اور ہر پچاس اونٹ میں تین برس کی اونٹنی ہے[1]۔

بکریاں جو جنگل میں چرتی ہوں جبکہ وہ ۴۰ سے یا اوس سے اوپر ہوں ۱۲۰ تک ایک بکری ۱۲۰ سے ۲۰۰ بکریوں تک دو بکریاں اور ۲۰۰ سے ۳۰۰ تک تین بکریاں نکالی جاوینگی۔ بعد اسکے ہر سیکڑے میں ایک بکری دینا ہوگی اور بکرا نہ لیا جاویگا[2]۔

مسکوک چاندی (روپیہ درہم وغیرہ) پر بہ لیکن اگر ۱۹۹ درہم سے زاید نہوں تو زکواۃ واجب نہوگی۔

البتہ ۲۰۰ درہم والے پر زکواۃ واجب ہے ۲۰۰ درہم والے پر سالانہ ۵ درہم زکواۃ ہے۔ اسی حساب سے سونے کی بھی زکواۃ لیجاتی ہے[3]۔

پھلونکی زکواۃ دو قسم پر ہوتی تھی۔ اگر پھلونکی آب رسانی میں محنت و وقت اور صرف کم ہوتا تو دسواں حصہ اور اگر محنت اور صرفہ زیادہ ہوتا تو بیسواں حصہ نکالنا پڑتا تھا۔ اور جب تک پانچ وسق بہہ نہیں ہو لیتے تھے تب تک

---

۱ موطا امام مالک ۲ موطا امام مالک ۳ موطا

زکواۃ واجب نہین ہوتی تھی۔ انگور وغیرہ سب اسی قسم مین داخل تہے۔ کاشت کی اجناس کا بھی یہی حکم تہا۔

زکواۃ کے مصارف

صدقہ کے مصارف کے متعلق جو قران پاک مین صاف وصریح حکم ہے وہ یہ ہے۔ "انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین فی سبیل اللہ وابن السبیل" اسی بنیاد پر زکواۃ کی آمدنی آٹھہ برابر حصون پر تقسیم ہوا کرتی تھی ایک حصہ فقیرون کو دیدیتے تہے۔ دوسرا حصہ مسکینون کو دیاجاتا تہا یہہ ایسے لوگ ہوتے تھے جنکے پاس تہوڑا بہت مال ہوتا تہا۔ مگر اسمین یہ شرط تھی کہ کسی ایک شخص کو اتنا مال نہ دیاجاوے کہ جو دوسو درم سے زایدہو۔ کیونکہ جب اوسکو اسقدر مال ملجاویگا تو اوسپر خود بھی زکواۃ واجب ہوجاویگی۔ قاضی ابویوسف نے جو روایت باب الخراج مین لکھی ہے اوسکے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسبارہ مین یہ حکم صادر فرمایا تہا کہ مساکین کا لفظ اہل ذمہ یہود و نصاریٰ کے فقرا کو بھی شامل ہے۔ تیسرا حصہ زکواۃ کے وصول کرنیوالون اور تقسیم کرنیوالون کو ملتا تہا۔ چونہا حصہ مولفۃ القلوب

ہا خیرات کا مال تو بس فقیرون کا حق ہے اور محتاجون کا اور اون کارکنون کا جو مال (خیرات) کے وصول کرنے) تعینات ہین اور اون لوگون کا جنکے دلونکا رجھانا منظور ہے اور نیز قید غلامی سے غلامونکی اگردنون (کے چھوڑانے) مین اور قرضدارون کے قرضہ مین اور نیز) خدا کی راہ (یعنی مجاہدین کے سازوسامان) مین اور مسافرون (کے زادراہ) مین (یہ حقوق) اللہ کے ٹہرے ہوئے ہین۔

یعنی اسلام کے واعظین و مشنریون پر خرچ ہوتا تہا - پانچوان حصہ غلامون کو خرید خرید کر کے آزاد کرنے مین صرف کیا جاتا تھا - چھٹا حصہ قرضدارون کو دیا جاتا کہ وہ بار قرض سے سبکدوش ہون - ساتوان حصہ راہ خدا مین جہاد کرنیوالون کیلیئے سامان جنگ بہم پہونچانے پر خرچ ہوتا تہا - اور آٹھوان حصہ اون مسافرونکو ملتا جنکے پاس سفرخرچ نہین ہوتا تہا -

غنیمت اوس آمدنی کا نام ہے جسکو مسلمان جنگ کرکے حاصل کرین - اسکی چار قسمین ہین - جنگی قیدی (لونڈی غلام) اراضیات نقد مال و دولت

اس بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جو قوم ہمیشہ کے لئے اپنی آمدنی کا ایک حصہ آزادی غلامان کیلئے خاص کئے ہوئے ہے اوس سے بڑہکر غلامی کے رسم کی دشمن اور کون دوسری قوم ہو سکتی ہے دنیا کے عظیم الشان کارخانہ کے بہترین و اعلی مصارف - اور قومی زندگی کے بقا اور قیام کا سارٹیفکیٹ و بیمہ انہی آٹھون قسمون کے دائرہ کے اندر محصور و محدود ہے جنپر متمدن قومون کا پورا پورا عمل ہے اور جسکے بدولت اونکو اپنی قومی ہمدردی پر بڑا ناز ہے لیکن درحقیقت وہ اسلام اور قران کے پورے منت کش ہین - کاش مسلمان اپنے اس مالی فنڈ کی حقیقت اور مقاصد سے واقف ہوتے اور اوسکو بھول نہ جاتے تو آج کے روز اونکو دوسری قومونکا دریوزہ گر و دست نگر ہونا پڑتا اور دینی و دنیوی ترقیان دونون اونکی مساعدت کرنیکو تیار رہتین جیساکہ مولانا حالی ارشاد فرماتے ہین -

عمل جنکا ہے اس کلام متین پر — وہ سرسبز ہین آج روے زمین
اونہین برتری ہے کہین وہین پر — شرف آدمیت کا ہے بس اونہین پر
شریعت کے جو عہد و پیمان توڑے
وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

چنانچہ احکام قرانی و شریعت ربانی کے تتبع کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مین بدہمی مصارف کے لیے پندرہ لاکھ چوسٹھ ہزار روپیہ نکالا جاتا ہے -

اسکے علاوہ زرفدیہ بھی جو قیدی اپنے معاوضہ مین دیتے تھے غنیمت متصور ہوتی تھی۔

زمین جو حالت جنگ مین لیجاتی تھی اوسکی یا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ وہ زمین لاوارث ہوتی تھی، یا مالک زمین استعفا دیدیتا تہا، یا ترک وطن کرکے دوسرے مقام پر ماندو بود اختیار کرلیتا تہا، اور یا یہ صورت ہوتی تھی کہ وہ زمین چند شرطون کے ساتھ مسلمانون کی صلح مین داخل ہوجاتی تھی۔ یہہ آخری شق فے کی ہے انہی حالات و اختلافات کیوجہسے ان اراضیون پر مختلف قسم کے لگان مقرر ہوتے تھے۔ مثلاً عشر وغیرہ منقولہ جائدادون کو جنکا منتقل کرنا آسان ہوتا تہا مثلاً چوپایے و مال وغیرہ۔ وہ لڑنیوالون پر تقسیم کردییے جاتے تھے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل۔ تو اموال غنیمت پانچ برابر حصون پر تقسیم ہونا مقرر ہوا جسمین سے چار حصے لڑنیوالون کو دییے جاتے تھے اور پانچوان حصہ آنحضرت کو آنحضرت کا حصہ پانچ حصون پر بانٹا جاتا تہا۔ پہلا حصہ تو آنحضرت اپنی ذات خاص اور ازواج مطہرات پر خرچ کرتے تھے۔ اور اوسمین سے مسلمانونکی ضرورتون کو بھی

ؔ اور جان رکھو کہ جو چیز لوٹ کر لاؤ اوسکا پانچوان حصہ خدا کا اور رسول کا اور قرابتدارون کا اور یتیمون کا اور محتاجون کا اور مسافرونکا۔

پورا کرتے تھے۔ دوسرا حصہ قرابت مندون پر صرف فرماتے تھے۔ جو خاصکر بنو ہاشم اور بنو مطلب ہوتے تھے۔ تیسرا حصہ حاجت مستند یتیمون پر خرچ کیا جاتا تھا۔ بلا استثنا۔ لڑکی اور لڑکا کے۔ چوتھا حصہ مسکینون پر۔ پانچوان حصہ مسافرون پر جنکے پاس سفر خرچ نہین ہوتا تھا۔ چار حصے جو اہل فوج مین تقسیم کئے جاتے تھے اوسمین عمر بن عبد العزیز سوارون کو تین حصے دلاتے تھے ایک اوسکا اور دو اوسکے گھوڑے کا۔ اور پیدل کا ایک حصہ۔

(۱) اسلاب یعنی مقتولون کے کپڑے و ہتھیار بھی اسی قسم سے شمار ہوتے تھے اور اونکو قاتلون پر تقسیم کر دیتے تھے۔

(۲) بیت المال کے اموال مین سے باقی تمام حصون کا نام فے ہے شرع مین فے ہر ایسے مال کو کہتے ہین جو مشرک لوگون سے بغیر جنگ و فوج کشی کے مسلمانون کے ہاتھ صلح و آشتی سے آیا ہو۔ اسمین جزیہ۔ خراج۔ اور عشر وغیرہ سب داخل ہین۔

حضرت عمر رض نے جب دفتر قایم کیا تو جنگی سپاہیونکی تنخواہین اسمین مقرر کین۔ لیکن جب خلفاے راشدین کا زمانہ گذر گیا تو تاجداران بنی امیہ

۱؎ موطا امام مالک۔ ائمہ ثلثہ کا بھی مذہب ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیدل کا ایک حصہ اور سوار کا دو حصہ ہے (موطا)۔

سے نے دونون قسم کی آمدنیون یعنی زکواۃ اور صدقے کو حسب ضرورت وقت اور مناسب حال صرف کرنا اور انعامات بانٹنا شروع کیا۔

جون جون اسلامی مملکت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اوسیقدر آمدنی بڑہتی گئی۔ آخرکار۔ زکواۃ۔ جزیہ۔ عشر۔ جہازونکی آمدنی کا دسوان حصہ۔ کانون اور چراگاہون کا خمس۔ ٹکسال کی آمدنی۔ رسد خانون جاگیرون اور ذخایر غلہ وغیرہ وغیرہ کی آمدنیان سب صدقے مین شمار ہونے لگین۔

ان آمدنیون کے علاوہ ایک آمدنی عشور کی تھی جسکو فی زمانا چنگی یا راہداری کا ٹکس کہتے ہین۔ جو مال تجارت پر لیا جاتا تہا جسکی توضیح خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے ذیل کے فرمان سے بخوبی ہوتی ہے کہ فیصدی کس حساب سے یہہ ٹکس لیا جاتا تہا یعنے ذمیون سے کسقدر۔ اور مسلمانون سے کسقدر۔ یہ فرمان آپنے اپنے صاحب الخراج متعینہ مصر زریق بن حیان کے نام تحریر فرمایا تہا جس کا مضمون یہ ہے کہ مسلمانون کے مال کو جانچکر جو مال تجارت ہو تو اوسمین سے ہر چالیس دینار مین سے ایک دینار لو یعنی چالیسوان حصہ۔ اور جو چالیس دینار سے کم ہو تو اوسی حساب سے بیس دینار تک۔ اگر بیس دینار سے ایک تہائی دینار بہی کم ہو تو اوس مال کو چھوڑ دو۔ اور کچھ نہ لو۔ اور ذمی کے مال تجارت مین سے ہر بیس دینار مین سے ایک دینار اور اسی حساب سے

دس دینار تک لو - اور اگر دس دینار سے ایک تہائی کم ہو تو کچھ نہ لو - اور جو کچھ تم لو اوسکی ایک رسید سال تمام کی لکھدو ۔[1]

اور یہ بھی تاکید تھی کہ صرف کھلی چیزون سے یہ ٹکس لیا جاوے اور کسی کے اسباب و مال کی تلاشی نہ لیجاوے۔ مسلمان خلفا کے احکام و حالات کا اگر موجود سلطنتون کے نظام سلطنت سے مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلفا کی فیاضی کی شان بدرجہا انسے ارفع و اعلیٰ ہے ۔

خلفا نو دینار کے قیمتی مال پر ایک حبہ ٹکس لینا خلاف شان و نارو اخیال کرتے تھے - اور اوسپر مزید رعایت یہ تھی کہ سال تمام کی رسید مالک مال کو دیدیجاتی تھی تاکہ سال بھر پورے ممالک مفتوحہ کے کسی مقام کا محرر چنگی اوسسے باز پرس نکرے - یا دوبارہ نہ وصول کرے ۔

برخلاف اسکے آجکل کے موجودہ دول یورپ و ایشیا کے وقت مین جنکا دنیا کے اعلیٰ ترین سلطنتون مین شمار ہے یہہ صیغہ بہت بڑی اصلاح کا محتاج ہے ۔

ان شرعی آمدنیون کے سوا جسقدر اور آمدنیان اور ٹکس وقتی ضرورتون اور ملکی مصلحتون کے لحاظ سے یا جابرانہ حیثیت سے رعایا پر قایم ہو چکے تھے اوسکو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے یک قلم موقوف کر دیا - اہل یمن پر خراج کے

[1] موطا امام مالک

کے بہائی محمد بن یوسف نے ایک جدید ٹکس لگا دیا تہا جسکو عمر بن عبد العزیز نے
اپنے زمانہ خلافت مین معاف کرکے خمس لینے پر اکتفا کیا - اور یہ ارشاد کیا کہ مجھے
اس جدید ٹکس کی وصولیابی سے یہہ کہین زیادہ پسند ہے کہ مین سے ایک ذرہ
خراج آوے ؑ

آپنے اپنے عامل عبد الحمید کو جو فرمان بہیجا تہا اوسکے چند فقرات یہ ہین
ظلم و تعدی سے ملک کو برباد مت کرو - رعایا سے محصول اسقدر نہ لیا جاوے
کہ جو ناقابل برداشت ہو - ملک کو آباد رکہو ویران نہ ہونے پاوے -

خراج کے وصول تحصیل مین نہایت سہولیت اختیار کیجاوے سختی
نہ کیجاوے - ضرابین کی اجرت[1] نہ لیجاوے - نوروز و مہرجان کا نذرانہ (جو پارسیون کا تہوار
ہے) ہدیہ نہ قبول کیا جاوے - صحیفونکی قیمت[2] اور فتوح[3] اور گہرونکا ٹکس (گہروای)
اونکا جانہ وغیرہ سب بند کردیئے جاوین اور جو شخص مسلمان ہو جاوے اوس سے
جزیہ نہ لیا جاوے - سولی دینے اور دوسرے قسم کے حدود جاری کرنے مین
عجلت مناسب نہین - کوئی سلطنت جسکو آج اپنی تہذیب و شایستگی علم و دولت
پر ناز ہے کیا ایسی رعایت عام کی نظیر پیش کرسکتی ہے اور ایسا دعوی کرسکتی ہے
کہ محض رعایا کی فلاح و بہبودی کے خاطر ایسے گرانمایہ اور وزندار ٹکسونکو سرے
سے موقوف کردیا ہو یا اونمین تخفیف کردی ہو -

[illegible]

---

[1] ابن خلدون [2] ٹکسال کی آمدنی [3] عرایض نویسی [4] شادی -

بندوبست و پیمایش کا محکمہ بہی اعلی پیمانہ پر قایم تہا۔ اور کوئی مقام ایسا نہین ہوتا تہا
کہ جو پیمایش سے محفوظ رہے بلکہ دریا۔ پہاڑ۔ اوسر۔ بنجر۔ مزروعہ۔ وغیر مزروعہ۔
جنگل سب پیمایش کیے جاتے تہے۔ جیساکہ اسحٰ نے ملک اندلس مین چپا
چپا بہر زمین اسی خلیفہ کے حکم سے پیمایش کراکے اور قابل کاشت زمین پر خمس
لگان قایم کرکے وہان کی رعایا سے وصول کیا۔ لیکن ہم تشریح نہین کرسکتے
کہ تمام ممالک مین ہر قسم کی پیداوار اور ہر قسم کے اجناس پر کیا شرح لگان قایم تہی
اور فی جریب کیا شرح تہی۔

مقدمہ ابن خلدون کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خراج و عدالت دیوانی
کے دفتر اوسوقت موجود تہے۔ جو دیوان کہے جاتے تہے۔ اور اوسمین خراج
و محاصل ملکی اور داخلی و خارجی حقوق سلطنت کی حفاظت کے سارے کاغذات
مرتب رہا کرتے تہے۔ اور ملازمان فوجی کے اسما بہی اسی دفتر مین درج رہا
کرتے تہے۔ اور وہین سے انکی تنخواہین مقرر و تقسیم ہوتی تہین۔ اور یہ سارے
کام اوسی قانون کے موافق کیے جاتے تہے کہ جو ارکان دولت منصبداران
صیغہ خراج باہم مل جل کر تجویز کرتے اور قرار دیتے تہے۔ اور یہ بتفصیل ایک کتاب
مین درج ہوتے تہے۔ جنمین ادنی ادنی جزئیات آمد و دخل و خرچ بہی نظرانداز
نہین کیا جاسکتا تہا۔ اور وہی لوگ اوسکے موافق عملدرآمد بہی کرتے تہے

ا ے تاریخ الاسلام مولوی امیر علی۔

جو حساب و فن سیاق مین کامل مہارت رکھتے تھے۔ اور جہان متصدیان مال بیٹھکر کام کیا کرتے تھے۔ وہ بھی دیوان ہی کہلاتا تھا[۱]۔

دفتر حساب مالی کا آغاز

کاغذات مال اور دیوانی کی ترتیب اور اوسکی حفاظت کا ابتدائی زمانہ تو نوشیروان کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے لیکن اسلامی دنیا مین اسکی ابتدا عمر فاروق کے زمانہ سے ہوئی ہے۔ اور عبد الملک کے زمانہ مین دیوان یعنی دفتر کو فارسی زبان سے عربی زبان مین منتقل کرنا حجاج کے زور لیاقت کا نتیجہ[۲] تھا اور رومی زبان سے سلیمان بن سعید والی اردن کی حسن کارگذاری تھی۔ جسنے سال بھر کے اندر سلسلۂ دفتر عربی زبان مین بدل دیا۔ اور سرجون عبد الملک کا کاتب اس کام کو اچھی طرح سمجھ گیا اور رومیون سے مخاطب ہو کر کہا کہ "یہہ کام تم سے چھن گیا جاؤ دوسری جگہہ رزق تلاش کرو[۳]"

عربی زبان مین دفتر کا منتقل ہونا۔

بیت المال

(مالی اصلاح)

عمر بن عبد العزیز کا طرز عمل بیت المال کے متعلق

ہم اوپر بیت المال کی آمدنیون کے مصارف شرعی بالتفصیل بیان کر آئے ہین۔ اب یہہ دکھلانا چاہتے ہین کہ یہہ خلیفہ اس میزان مین کہانتک ٹہیک اوترا اور اس شرعی آسمان پر کیسا ستارہ بنکر چمکا۔ جسوقت عمر بن عبد العزیز

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون [۲] مقدمہ ابن خلدون [۳] مقدمہ ابن خلدون

سے عثمان حکومت اپنے ہاتھہ مین لی تہی اوسوقت بیت المال کی یہ حالت تھی
کہ (۱) خلیفہ وقت اوسکو بجاے مسلمانون کے حق تصور کرنے کے اپنا ذاتی حق
تصور کرکے بجاے حقدارون کے اوسکو اپنی اولاد اور دوست واحباب
اور خیرخواہان وطرفداران سلطنت اور مداح شاعرون اور بزم طرب مین بدمستی
پیدا کرنیوالون کے لئے وقف عام کئے ہوئے تہا۔ اور عامی مسلمانون او
دوسری قومون کو اپنے قبضہ مین لانے اور اپنا طرفدار بنانے مین صرف
کیا کرتا تہا۔ (۲) اسکے علاوہ رعایا کے اموال واملاک منقولہ وغیر منقولہ کو غصبًا
کسی نکسی مفروضہ جرم مین ضبط کرکے اور اوسکو خالصہ قرار دیکر اپنے قبضہ مین
لئے ہوئے تہا یا اپنے عمال وحکام اور خاندان والون کو جاگیر و تمغ مین دیئے
ہوئے تہا۔ (۳) وہ تحایف ومال ومتاع اور وہ رقوم جو غیر ممالک کے
تاجداران کیجانب سے یا رعایا سے ہدیتًا یا بطور نذرانہ کے وصول ہوتے
تہے سب داخل خزانہ ہوکر خلیفہ وقت اور بیت المال کا حق متصور ہوتا تہا
خلاصہ یہ کہ بیت المال کے محاصل اور مخارج مین کوئی خیال تحریم وتکریہ
کا نہ تہا۔ جسطرح تحصیل ووصول دولت مین وہ سفاک تھی۔ اوسیطرح خرچ
کرنے مین بیباک۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے زینہ خلافت پر قدم رکھتے
ہی اپنی بی بی فاطمہ کے کل زیورات واموال واسباب کو جو اونکو ترکہ پدری
سے ملا تہا لیکر بیت المال مین داخل کرا دیا۔ اور علی ہذا القیاس دمشق کے

[illegible] خلیفہ عمر بن عبدالعزیز [illegible]
اموال [illegible] بیت المال [illegible]

سلہ تاریخ الخلفاء عربی۔ منہ

جامع مسجد سے چھ سو طلائی زنجیرین منگوا کر بیت المال مین بھیجدیا۔[1] اور شاہی اصطبل کے کل گھوڑون کو شام مین فروخت کراکے اوسکی قیمت بیت المال مین جمع کرادی۔[2] جسکی یہہ وجہہ تہی کہ خلیفہ ان سب کو اموال مغصوبہ کا ذرہ غلیظ و ریزہ کثیف سمجہتا تہا۔

سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضہ مین تہا اپنے خاندان والون کو جاگیر مین دیدیا تہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے جب اسکے قلع قمع کا ارادہ کیا تو خاندانی دشمنی کی ایک مستحکم دیوار حائل نظر آئی مگر اسکی اونہون نے کچھ پروا نہ کی۔ اس راے کا اظہار ہونا تہا کہ تمام خاندان نے ام عمر کو جو عمر بن عبدالعزیز کی پہوپہی تہین وکیل مقرر کرکے بہیجا۔ اونہون نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا۔ تمام خاندان برہم ہے مجھکو ڈر ہے کہین بغاوت عام نہو جاوے اور لوگ ہنگامہ نہ برپا کرین۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا مین قیامت کے سوا اور کسی دن سے نہین ڈرتا۔ وہ مایوس ہوکر چلی آئین۔ لیکن تاہم اس مشفقانہ نصیحت کا اونکے دلپر اثر پڑا اور جس حسن خوبی اور لیاقت سے اس کام کو انجام دیا یہہ اونہی کا حصہ تہا۔ اونہون نے اسکی قطع و برید اپنی ہی ذات سے شروع کی تاکہ اہل بیت سلطنت کو گفت و شنود کا موقع نہ باقی رہے۔ خلیفہ نے جسقدر جاگیرونکی

[1] احیاء العلوم [2] تاریخ الاسلام

ضبطی کرنی چاہی اور صلی حقدارون کو اونکا حق دینا چاہا تو بڑے بڑے مذہبی علما مثل میمون۔ مکحول ابن مھران اور ابو قلابہ کو بلاکر اسکے بارہ مین راے طلب کی۔ مکحول نے ذرہ دبکر جواب دیا۔ تب عمر بن عبد العزیز نے میمون کیطرف رُخ کیا کہ تم خدا لگتی کہو۔ اونہون نے کہا آپ صاحبزادہ عبدالملک کو بولا بھیجیے۔ وہ آئے۔ اور اونسے جب راے لی گئی تو اونہون نے کہا سب واپس کردیجیے۔ ورنہ آپکا شمار بھی ظالمون اور عاصیون مین ہوگا۔ خلیفہ نے اپنے غلام مزاحم سے بھی اسبارہ مین راے لی جسکو وہ بہت مانتے تھے اور کہا کہ لوگون نے جو زمینین ہمکو دین نہ وہ اوسکے دینے کے مجاز تھے اور نہ ہمکو اوسکے لینے کا حق تہا۔ تمہاری کیا راے ہے۔ مزاحم نے کہا آپ اپنے بال بچون پر خیال کریجیے کہ وہ کتنے ہین اور اونکی گذر اوقات کسطرح ہوگی۔ خلیفہ کے آنسو نکل آئے۔ اور یہہ کہکر کہ اونکا خدا مالک ہے گھر چلے آئے۔ مزاحم وہان سے اوٹھکر عبدالملک کے پاس گئے اور کہا بڑا غضب ہوا چاہتا ہے خلیفہ تمام خاندانی جاگیرون سے دست بردار ہوا چاہتا ہے۔ لیکن مین نے اونسے کہدیا ہے کہ اپنی اولاد کا لحاظ کریجیے۔ عبدالملک نے کہا استغفر اللہ تمنے بُری راے دی۔ یہہ کہکر عبدالملک سیدہے خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوے۔ آپ اوسوقت خواب راحت مین تھے۔ پہرہ والے نے کہا تم لوگ امیر المومنین پر رحم نہین کہاتے ہو دن بہر مین ایک لحظہ تو آرام

سے لینے دیا کرو۔ عبد الملک نے کہا تیری ماں مرے تو اوسنے جاکر کہہ تو سہی خلیفہ کے کانون مین جب یہ آواز پڑی تو اونھون نے خود طلب کر لیا۔ اور کہا جان پدر یہہ کونسا وقت آنیکا ہے۔ اونھون نے ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ خلیفہ نے کہا کہ نماز ظہر کے بعد ممبر پر چڑہ کر اسکا اعلان کرونگا۔ عبد الملک نے کہا اسکا کون ذمہ دار ہے کہ آپ اوسوقت تک زندہ رہین گے غرض اوسیوقت عمر بن عبد العزیز باہر آئے اور شہر مین منادی کردیگئی کہ لوگ مسجد مین جمع ہون۔ خلیفہ نے کہا صاحبو! ان تمام زمینون سے جو ہمارے بزرگون نے ہمارے خاندان کو دی ہین دست کش ہوتا ہون۔ کیونکہ دینے والون کو نہ دینے کا حق تہا اور نہ ہمکو لینے کا۔ یہہ کہکر جو جاگیرات کی سندین تہین صندوق سے نکلوا کر اور قینچی سے کتر کتر کر پہینک دین۔ یہہ جاگیرین کچہہ یمن مین تھین جنکا نام جبل کیدس اور درس تہا۔ اور کچھ یمامہ مین تھین[1]۔ خلیفہ کو تمام خاندان مین ابن سلیمان سے زیادہ محبت تھی وہ اپنی جاگیر کی سند لیکر جب آئے تو کہا آپ میری زمین کیون چھنتے ہین۔ فرمایا پہلے یہہ زمین کس کے قبضہ مین تھی۔ بولے حجاج کے۔ فرمایا تو یہہ حجاج کی اولاد کا حق ہے تم کون ہو۔ ابن سلیمان نے کہا اصل مین یہہ زمین تمام مسلمانون کی ہے۔ خلیفہ نے کہا تو تمام مسلمانون کو

---

[1] الندوہ مضمون نوشتہ علامہ شبلی۔

ملنی چاہیئے۔ ابن سلیمان رونے لگے۔ مزاحم نے کہا آپ ابن سلیمان کے ساتھہ یہ برتاؤ کرتے ہین۔ فرمایا ہان مین ابن سلیمان کو اپنے بیٹے کے برابر سمجھتا ہون لیکن خود اپنے نفس کے ساتھہ یہی برتاؤ کرتا ہون[۱]۔

خلیفہ کا روزانہ وظیفہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیت المال سے تخمیناً ایک لاکھہ بیس ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔ مگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین باوجود اسکے کہ فتوحات بہت وسیع ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ ایشیا کے علاوہ یورپ کے بعض ملکی حصے اسلامی حکومت کے تحت تصرف مین آ چکے تھے مگر پھر بھی آپ روزانہ دو درہم (۱۰ار) لینے پر قانع تھے[۲]۔

بیت المال مین فضول خرچی کا انسداد اور کفایت شعاری

جب کاروبار سلطنت اور ملکی انتظام سے فارغ ہو گئے تو یہہ دستور مقرر کر رکھا تھا کہ بیت المال کے چراغ کو گل کر دیتے اور اپنا ذاتی چراغ جلوا دیتے[۳]۔

ایک روز اپنی بی بی فاطمہ کے پاس گئے اور اونسے انگور خریدنے کے واسطے چند درہم مانگے۔ فاطمہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھہ نہین آپ بادشاہ ہین کیا ایک درہم کی آپکو استطاعت نہین۔ فرمایا انگور کا نہ کھانا اس سے کہین بہتر ہے کہ کل بیت المال کے حساب کا طوق میرے گردن مین پڑے۔ اپنی لونڈیون سے آپنے ارشاد فرمایا کہ اب میرے ذمہ اہم کام سلطنت

[۱] الندوہ مضمون نوشتہ علامہ شبلی از سیرۃ العمرین [۲] ابن اثیر و سیرۃ العمر [۳] ابن اثیر و سیرۃ العمر۔

گا ہے چاہے میرے پاس رہو یا آزادی حاصل کر لو۔ مگر اب میرے پاس رہنے مین تمکو انتفاع و فلاح کا موقع نہین ہے۔ لونڈیان یہہ سُنکر رونے لگین۔ فضول خرچی اور بیت المال کی ایک کوڑی تلف ہونے کے ڈر سے اوسکے لیے ایک ڈیوٹ تین لکڑیون کا سرا باندھکر تیار کر رکھا تھا اور اوسپر گیلی مٹی رکھدیا کرتے تھے۔

جریر بن خطفی شاعر نے حاضر ہو کر کچھہ اشعار سُنانا چاہا۔ آپنے روکا۔ جریر نے کہا مین آنحضرت کا تذکرہ کرونگا۔ آپنے اجازت دی۔ اوسنے چند اشعار پڑہے۔ آپنے سُنکر فرمایا کتاب اللہ مین مین تیرا حق نہین پاتا ہون؛ اوسنے کہا مین مسافر ہون میرا حق تو ضرور ہے۔ لہذا آپنے پچاس دینار اپنے جیب خاص سے اوسکو عنایت کیے مگر بیت المال سے ایک حبہ نددیا۔[۱]

بیت المال کی حفاظت کا خیال

یزید بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے دربار خلافت مین طلب کیا اور اوس سے جرجان کا خمس طلب کیا۔ یزید نے تساہلی اور دفع الوقتی کرنی چاہی اور یہہ کہکر ٹالنا چاہا کہ "مین نے لوگون کے سُنانے کی غرض سے سلیمان کو لکھا تھا اور مین یہہ جانتا تھا کہ اس مال کو سلیمان مجھسے نہ لیگا" تب عمر بن عبد العزیز نے غضبناک ہو کر ارشاد فرمایا "اللہ تعالے سے ڈر یہہ مسلمانون کے حقوق ہین میری یہہ مجال نہین کہ مین اس سے درگذر کرون"

[۱] تاریخ الخلفا و سیرۃ العمر۔

اور بعد اذان یہ حکم سُنا دیا کہ اگر شیبہ مطلوبہ و مغصوبہ رقم ادا کرے تو خیر ورنہ قلعہ حلب مین قید کر دیا جاوے۔

اسمعیل بن حکیم سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز کا ایک غلام نصرانی تھا اوسکو اونھون نے آزاد کر دیا تھا وہ مرگیا تو عمر بن عبد العزیز نے مجھسے کہا اوسکا مال بیت المال مین داخل کر دو۔

خلیفہ کی مافوق الفطرت فیاضی اپنے قاتل کے ساتھ اور بیت المال مین ایک جدید اضافہ

جب آپکو ایک غلام نے باغواے خاندان بنو امیہ زہر دیا تو آپ طرفۃ العین مین اس تہ تک پہونچگئے اور غلام سے کہنے لگے میرے قتل پر کس امر نے تجھے مجبور کیا ہے۔ غلام نے بابت شاہی مین آکر صاف کہدیا کہ روپیہ کی طمع نے۔ فرمایا کسقدر روپیہ پایا۔ جواب دیا ایکہزار۔ فرمایا اوسکو میرے پاس لاکر حاضر کر۔ چنانچہ غلام سے وہ روپیہ لیکر بیت المال مین داخل کرادیا۔ اور اوس سے کہا یہان سے کسیطرف کو بہاگ جا ورنہ تیرا قیمہ کر دیا جاویگا۔

اس روپیہ کو بیت المال کے جمع کرنے مین دو مصلحتین مضمر تھین اول یہ کہ آپکو معلوم تھا کہ یہہ میرے خاندان کی سازش ہے اور یہ روپیہ اوسی مال مغصوبہ کا ایک خذف ریزہ ہے جو بنو امیہ کو غصبًا و قہرًا حاصل ہوا ہے۔ پس اسکا جسطرح ممکن ہو بنو امیہ کے قبضہ سے نکالکر بیت المال مین جمع کرانا عین صواب ہے

سلہ موطا۔

دوسرے یہہ کہ آپ اپنے الطاف خسروانہ و مراحم شاہانہ کے لحاظ سے یہہ نہین چاہتے تھے کہ کسی شخص کو میری ذات سے گزند پہونچے خواہ وہ میرے خون کا پیاسا اور میرا قاتل ہی کیون نہو۔ اسلئے وہ روپیہ دیت کے طور پر آپنے اوس سے وصول کرکے بیت المال مین بہجوا دیا۔

ایک روز عنبسہ نے یہہ شکایت کی کہ میرے اہل وعیال کثرت سے ہین آپکے پہلے جو خلفا تھے وہ میری اولاد کی کفالت کرتے تھے مگر آپنے یہہ سب بند کردیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ "موت کا تذکرہ کیا کرو اگر تنگی ہوگی فارغ البال ہوجاوٴگے۔ بیت المال کا روپیہ تمہارے واسطے نہین ہے"۔

عید الفطر کا مبارک دن اور آپکی اولاد کی بے سروسامانی

عیدالفطر کے مبارک دن کے لئے خلیفہ کے تمام ارکین اور عمائد عزیز واقارب۔ اور رعایا زرق برق لباس کی جب تیاریان کرنے لگے تو آپکی مسکین بی بی نے اپنی غربت وافلاس کی شکایت کرکے یہہ کہا کہ کل آنے والے دن جو مسلمانون کا ایک مقدس تہوار ہے کل مسلمان کیا امیر اور کیا غریب اپنی حیثیت کے موافق صاف اور ستھرے زرین اور قیمتی لباس پہنکر نماز پڑہنے جاوینگے اور ہمارے لڑکون کے پاس کچھہ نہین ہے۔ بہتر ہے کچھہ انتظام کردیجئے یہہ سنکر آپنے بیت المال کے خزانچی کو لکھا

۱؎ سیرۃ العمر وتاریخ الخلفا۔

کہ ایک ماہ کی تنخواہ میری پیشگی بھیجدو۔ خزانچی نے جواب مین لکھا مجھے تعمیل
حکم مین کوئی عذر نہین ہے مگر آپکو کیونکر وثوق ہوا کہ آپ ایک مہینہ زندہ رہینگے
فرمایا۔ خزانچی کی راے بہت انسب ہے اور بی بی سے کہا ہمارے
لڑکون کے لئے جنت مین گرانبہا لباس موجود ہے۔ یہان انکو ضرورت
نہین ہے[1]۔

صیغۂ عدالت

تمدن کی ترقیات کا پہلا عنوان یہہ ہے کہ صیغۂ عدالت انتظامی صیغہ
سے علیحدہ قایم کیا جاوے۔ عمر بن عبدالعزیز کو اگرچہ اسکے اولیات کا فخر
حاصل نہین ہے بلکہ فاروق اعظم کمانڈر آف دی فیتھ فل کے سر اسکا سہرا
ہے اور اسلامی دنیا مین اسکا وجود قایم کرنیکے آپ ہی موجد خیال کئے جاتے
ہین۔ لیکن تاہم عمر بن عبدالعزیز جو خلیفہ ثانی کے نقش قدم پر چلنے والے شخص
تھے اونھون نے بھی اس صیغہ کو رونق دینے اور مکمل کرنے مین کمی نہین کی۔
آپکے زمانہ مین جسقدر قاضی و گورنر و مفتی تھے عام طور پر علمی دنیا مین وہ
نہایت ہی منتخب و چیدہ اصحاب تھے۔ چونکہ خلیفہ خود اعلی درجہ کی علمی قابلیت
مین ممتاز و سربرآوردہ تھا اسلئے وہ خود اپنے خویش و اقارب اپنے گورنرون

---

[1] سیرۃ العمر

آپ نے قاضیون اپنے عاملون اور عہدہ داروں کو وقتاً فوقتاً مسائل شرعیہ - حدود و قیود و قصاص
ممنوعات و منہیات - و فرائض سے واقف کیا کرتا تھا - اور قاضیوں کی ذات
مین چند ضروری صفات کا ہونا واجب بالخصوص خیال کرتا تھا - چنانچہ آپکا
مقولہ تھا - کہ جس شخص مین حسب ذیل صفات مساوات بین المخاصمین بلند طبعی - علم - مشورہ
خفگی - حلم ایسے صفات نہون وہ شخص عہدہ قضا کے لائق نہین ہے - آپکے
بیان سے یہہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قاضیون کو دوسرے علما سے کبھی اتفاق
و مشورہ کی حاجت تھی - اور بغیر مشورہ کے فیصلہ صادر نہین کر سکتے تھے - مشکل
بابت یہہ کہنا شاید غیر موزون نہو کہ اوسکا محکمہ ہائیکورٹ کا سا تھا

صیغہ عدالت مین سب سے زیادہ اہم اور ضروری قانون شہادت کا
ہے - شہادت مین اگر شرعی نقص ہے یا شاہد کے بیان مین اختلاف
بیانی ہے تو ایسے مقدمہ کا عدم و وجود دونون برابر ہے -

امام ابو حنیفہ - امام شافعی - امام مالک اور دوسرے فقہا نے اپنے اپنے
قیاس و اجتہاد سے جن شاہدون کو غیر قابل شہادت و مردود الشہادت ٹھرایا
ہے - اونکی تفصیل یہہ ہے -

(۱) اندہے، غلام، افترا پرداز (۲) پدری سلسلے کے رشتہ دار (شوہر و زوجہ)
آقا و غلام، اجیر و مستاجر (۳) شریکا ... (۴) پیشہ ور (گواہی پیشہ)
ماتم کنندگان، گوسفند (قوال و رقاص) (۵) شرابخوار، بیمار، فاسق و فاجر

عہدہ قضا کے شرائط

قانون شہادت

سنگین جرائم کے مجرم سود خوار، قمار باز، بدتہذیب و ناشایستہ فحاش یاوہ گو، کذاب نابالغ وغیرہ۔

ان مردود الشہادت اشخاص کے علاوہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز اپنے اجتہاد کے موافق اوس شخص کو بھی غیر مقبول الشہادت سمجھتے تھے کہ جو بچی کا بال اوکھاڑتا ہو۔ کیونکہ بچی کا بال اوکھاڑنا قومی نشان کے خلاف ہے، جسکا شمار داڑھیوں کے بالوں میں ہے۔

چنانچہ ایک شخص (بچی کا بال اوکھاڑنیوالا) اتفاقاً کسی مقدمہ کے گواہی میں آیا۔ آپنے اوسکی شہادت لینے سے انکار کردیا، اور فرمایا "یہہ شخص قابل شہادت نہیں ہے"[1]

ایک شخص نے آپکو فاسق کہا، آپنے ارشاد فرمایا "تیری گواہی مقبول نہیں"، اس فقرہ کے دو مطلب ہیں ایک تو یہہ کہ ایسے متشرع و متورع خلیفہ کے شان میں اوسنے ایسا لفظ استعمال کیا جو سراسر خلاف واقع تھا، پس ایک لحاظ سے تو آپنے اوسکو جھوٹا کہا، مگر بعنوان شایستہ۔ اور دوسرا امر اس سے یہہ متفرع ہوتا ہے کہ چونکہ تو جھوٹا ہے اسلیئے شرعاً تیری گواہی مقبول نہیں۔ کیونکہ شرعاً جھوٹا اور بہتان باندہنے والا شخص قابل شہادت نہیں ہوتا۔[2]

یحیی غسانی موصل کے گورنر کو جبکہ اوسنے موصل کے چوروں، اور ڈاکوؤنکی

۱؎ سیرۃ العمر ۲؎ سیرۃ العمر

شکایت لکھی اور آپ سے دریافت کیا کہ شبہ پر بیان سے چورون کی چالان کرون اور مقدمہ چلاؤن یا نہین، تو آپنے حکم دیا کہ شریعت کے طریقہ پر گواہ لیکر تب مواخذہ کر، اگر انکی حق باتون سے اصلاح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ انکی صلاح نہ کرے"

عمر بن عبد العزیز کا مذہب زیادہ تر فقہاے مدینہ کے فتوون پر تھا، اسلئے آپنے عبد الحمید اپنے گورنر کوفہ کو یہہ حکم دیا تھا، کہ ایک گواہ اور مدعی کے قسم پر فیصلہ کیا کرو" برخلاف اسکے قاضی ابو یوسف صاحب شاہدون مین دو عادل مسلمانون کی قید لگاتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی سے جو روایت مروی ہے، اوس سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

امام شافعی کا بیان ہے کہ ایک رات اہل مدینہ مدعی کے قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کرنے کے باب مین قاضی ابو یوسف کے پیچھے پڑگئے۔ قاضی صاحب نے بیان کیا "کہ مین مدعی کے قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کرنا اسلئے ناجائز سمجھتا ہون، کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے" واستشهدوا شهيدين من رجالكم" یعنے اپنے لوگون مین سے دو گواہ لاؤ" حاضرین مین سے ایک شخص نے کہا "کہ وہ دو گواہ جنکی شہادت کا خدا نے حکم دیا ہے کس صفت کے ہونے چاہئیں" قاضی ابو یوسف صاحب نے جواب دیا "دو عادل مسلمان" اہل مدینہ یہ سنکر خاموش ہو رہے۔ امام شافعی کہتے ہین، مین نے قاضی ابو یوسف صاحب سے

ملہ موطی امام مالک - ملہ سیرۃ الشافعی -

آہستہ سے کہا ''کہ اگر یہ لوگ تمسے دریافت کر بیٹھین کہ اچھا؟ تم نے حقوق مین ذمیون کی شہادت کیون جائز رکھی ہے، وہ بھی تو غیر مسلم ہین تو تم اسکا کیا جواب دوگے،'' امام ابو یوسف نے کہا ''ان احمقون کی اتنی سمجھ کہان۔

اس بیان سے امام شافعی کے اشارہ کے موافق یہہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ غیر مسلمون یعنے ذمیون کی شہادتین مسلمانون کے مقابلے مین امام ابو یوسف کے نزدیک بھی جائز ہے، مگر باوجود اس کے یہ سخت تعجب ہے کہ ذمیون کے حقوق مین تو قاضی ابو یوسف صاحب غیر مسلمون کی شہادت کو بدرجہ اتم جائز سمجھین، لیکن دوسرے قسم کے مقدمات مین غیر مسلمون کی شہادت کو نا جائز ۔

امام اربعہ کا مذہب خواہ غیر مسلمون کے شہادتون کے متعلق کچھ ہی ہو، لیکن عمر بن عبدالعزیز کے حکمنامہ کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہین، کہ وہ گواہ کے لئے کسی مسلم و غیر مسلم کی قید نہین لگاتے تھے، اور نہ وہ کے تعداد پر اوسکا انحصار کرتے تھے، اسلئے یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ آپکے نزدیک غیر مسلمون کی شہادت مسلمانون کے مقابلے مین بہمہ وجوہ جائز تھی، بلکہ وہ خود اسپر عمل بھی کرتے تھے۔ چنانچہ آپکے وہ تمام فیصلہ جات جو ذمیون کے حقوق کے متعلق، اور غیر مسلمون یعنے مختلف العقاید پیرون کے بابت صادر ہوئے ہین،

۱؎ سیرۃ الشافعی۔

اسپر کافی روشنی ڈالتے ہین، جنکا مفصل ذکر ذمیون کے حقوق اور عدل و انصاف کے بیان مین آگے چلکر ناظرین ملاحظہ کرینگے جن مین خود خلیفہ نے مدعی کو طلب کرکے اوسکی حلفی بیان پر اوسکا کل مال و اسباب حتیٰ کہ اوسکی لونڈی تک اوسکو واپس کردی۔ اور ذمیون کے حلفی بیان اور اونکے اس کہنے پر کہ ہم اپنا فیصلہ قران و حدیث کے مطابق چاہتے ہین" اونکی کل مغصوبہ و منہوبہ جائدادین بنی مروان کے قبضہ سے نکلوا کر اونکے سپرد کرادین جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان تو درکنار خود عیسائیون (ذمیون) اور غیر قومون کو اسکا علم تھا کہ قران اس قسم کے مظالم کی کہین بہی اجازت نہین دیتا اور نہ غیر مذہب والون کے دعوؤن اور شہادتون کو رد کرتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کا ذمیون کو انکی جائداد واپس دلانا

ہم اس مقام پر اس بحث کا کہ غیر مسلمون کی شہادت کے بارے مین قرآن و حدیث کا کیا فیصلہ ہے، اور فقہاے اربعہ نے آیات قرانی سے جو نتایج مستنبط و مستخرج کرنے مین کیا غلطی کی ہے، اسکا اظہار معتبر فریق اور مستند کتابون کے حوالہ سے کرنا چاہتے ہین، تاکہ مقلدین فقہ اور متعصب مصنفین یورپ کے ذہن مین اس مسئلہ کی اصل حقیقت جاگزین ہو جاوے۔۔

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علیصاحب مرحوم (خدا انکو غریق رحمت کرے) اپنے کتاب اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام مین ایک عیسائی پادری ریورنڈ مسٹر میکال کے اعتراضات کے جواب مین لکہتے ہین

فقہ پر کیے ہین) جوابات دیتے وقت لکھتے ہین ۔

کریورنڈ مسٹر میکال کے بیان کے مطابق اسلامی سلطنت کی غیر مسلم رعایا جس قانونی عدم مساوات مین رکھی گئی ہے منجملہ اوسکے ایک یہ ہے ۔

(۱) غیر مسلمون کی شہادت مسلمانون کے مقابلے مین ناقابل تسلیم نہین سمجھی جاتی ۔

(جواب)

ایک غیر مسلم رعایا کی شہادت کا ایک مسلمان کے خلاف مین نامعتبر ہونا نہ تو قرآن مین اسکا حکم دیا گیا ہے، جو مسلمانون کا الہامی قانون ہے، اور نہ حدیث مین اسکا ذکر ہے، جو اسلامی فقہ کا ایک جزء ہے ۔ چونکہ قرآن و حدیث مین اسکا ذکر نہین، اسلیئے یہہ کوئی مقدس اور ناممکن التبدیل قانون کے فرمان کیطرح تسلیم نہین کیا جاسکتا ۔ علاوہ اسکے یہ بات عقل و انصاف کے بھی خلاف ہے کہ غیر مسلم کی شہادت ایک مسلم کے مقابلے مین تسلیم نہ کیجاوے لہذا اگر رسم و رواج اجازت دے تو خاص اس مسئلہ مین اسلامی فقہ کی اصلاح ہونی چاہیئے ۔

امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک اور دوسرے مسلمان فقہانے مسلمان کے خلاف ایک غیر مسلم کی شہادت کے عدم جواز کو ان وجوہ پر مبنی بتلایا ہے ۔ جو نہایت ہی ضعیف و رکیک ہین ۔

(۱) کہ اونکو (یعنے غیر مسلمون کو) مسلمانون پر کوئی اقتدار نہین ہے۔

(۲) اور اونپر (یعنی غیر مسلمون پر) مسلمانون کے مقابلہ مین افترا پردازی کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ دونون وجوہ ناکافی ہین۔

اول اسلئے کہ مسلمان فقہا "ذمیون" کی شہادت کو ایک دوسرے کے خلاف مین خواہ وہ مختلف المذاہب ہی کیون نہ ہون تسلیم کرتے ہین"۔ اور نیز مختلف المذاہب (مستامنون) کے خلاف مین بھی اونکی شہادت کو جائز گنتے ہین۔ اس سے بلا شبہہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذمی یا غیر مسلم شہادت کی پوری اہلیت اور ولایت رکھتے ہین۔

دوسرے اسلئے کہ جب ایک "مستامن" کی شہادت دوسرے "مستامن" کے خلاف از روے قانون جائز سمجھی جاتی ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "مستامن" شہادت دینے کی قابلیت رکھتے ہین۔

تیسرے اسلئے کہ خود مسلمانون کے بنسبت بھی بوجہ نفرت و تعصب اور جوش مذہبی کے عیسائیون اور دوسرے لوگون سے کچھ کم افترا پردازی کا گمان نہین ہو سکتا۔

چوتھے اسلئے کہ جسطرح مسلمانون اور ذمیون مین عداوت ہو سکتی ہے اسیطرح یہودیون۔ عیسائیون۔ مجوسیون اور دوسرے مذاہب کے پیرؤون مین خصوصتے

ممکن ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ایمین سے بھی کسی ایک اہل مذہب کی شہادت دوسرے مختلف العقاید اشخاص کے متعلق قابل تسلیم نہ ہونا چاہیئے جب یہ بات کافی طور پر ثابت ہوگئ تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اگر "ذمی" یعنے مختلف مذاہب کی غیر مسلم رعایا اختلاف مذاہب کے بنا پر ایک دوسرے سے بغض وحسد نہ رکھین تو بھی تعصب مذہبی اور سنگدلی باہمی تنفر پیدا کرنے کے لئے بدرجہ اتم کافی ہین۔ اور اسلئے اس شبہ کا موقع ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف افترا پردازی کرنے مین کوئی دقیقہ نہ اوٹھا رکھین گے۔ باوجود ان تمام نقصون کے جو ایک ذمی کی شہادت مین پائی جاتی ہین وہ اسکے حریف کے خلاف مین جائز خیال کیجاتی ہے لہذا ہم بطور قدرتی نتیجہ کے اوس قطعی صداقت تک پہونچ جاتے ہین کہ ایک "ذمی" کی شہادت ایک مسلمان کے برخلاف قابل تسلیم ہونا چاہیئے۔

چھٹے اسلئے کہ وہی علما جو ایک غیر مسلم کی شہادت کو ایک مسلمان کے خلاف ناجائز خیال کرتے ہین۔ بعض مواقع پر بواسطہ یا بلا واسطہ تسلیم بھی کرتے ہین۔ مثلاً ایک "ذمی" کی شہادت ایک غیر مسلم غلام کے خلاف، جو ایک مسلمان کی ملک ہے، جائز ہے۔ اور نیز ایک غیر مسلم کی شہادت بخلاف ایک آزاد غیر مسلم کے، جو کسی مسلمان کا ایجنٹ ہے قابل تسلیم ہے۔ شہادت ان دونون صورتون مین مسلمان کے خلاف عمل کرتی ہے۔ اور مسئلہ "ایضاً" ثبوت نسب غیر مسلم کے بارے مین ایک غیر مسلم کی شہادت بلا واسطہ ایک مسلمان کے خلاف ناچیز سمجھی جاتی ہے۔"

ساتوین یہ کہ مولویصاحب مرحوم کو تو صرف فقہ کے قواعد کے اس ایک سبب ضابطگی و بے اصولی پر چشم نم کرنا پڑا ہے" کہ مسلمانون کے مقابلے مین غیر مسلمون کی شہادت کو فقہا نے بلا دلیل و بلا غور ناجائز ٹہرایا ہے - لیکن ہمکو تو یہان سب سے زیادہ یہ رونا ہے کہ مسلمان اب تو سرے سے خود اپنی ہی قوم کے مقابلے مین شہادت کی اہلیت و ولایت نہین رکھتے، چہ جائیکہ اونکو غیر قومون کے مقابلے مین شہادتا پیش کیا جاوے -

ایک زمانہ وہ تہا کہ فقہا کو غیر مسلمون کی کذب و افترا پردازی، مکاری، بدکاری، یاوہ گوئی کم اعتباری کے سبب غیر مسلمون کے عدم جواز شہادت کے لئے اونکو کافی موقع ملجاتا تہا، اور بر بنا اسکے وہ قران کی تاویل اور اوسکے مفہوم کو تبدیل کرنیکی جرأت تک کر گذرتے تہے - یا ایک زمانہ یہ ہے کہ خود مسلمان اپنے کم اعتباری، افترا پردازی بد اخلاقیون اور بد افعالیون کے بدولت غیر مسلمون کے مقابلے مین کون کہے وہ خود اپنے ہی قوم کے مقابلے مین شہادت مین غیر مقبول اور غیر معتبر ہین -

کاش آئمہ مجتہدین اگر یہ زمانہ موجود پاتے، تو اونکو معلوم ہوتا کہ غیر مسلمون کے کم اعتباری کے سبب جو اونکی (یعنے غیر مسلمون کے) شہادتون کو غیر معتبر ٹہرایا گیا تہا، آج اوسکے ہدف کون ہین، آیا ہم مسلمان یا غیر مسلم لہذا میرے نزدیک فقہ کا رخ و فیصلہ شہادت کے متعلق اب یہ ہونا چاہئے کہ چونکہ

مسلمان غیر متقدر، بداخلاق، بدافعال، ہین اسلئے مسلمانون کی شہادت بمقابلہ غیر قومون اور نیز مسلمانون کے سراپانا جائز، غیر مقبول اور غلط ہے۔

اسکے بعد مین مولویصاحب مرحوم کے اوس بحث کو کہ جنین نقلات مین آیات سے نتایج استخراج کرنے مین غلطی کی ہے، معرض تحریر مین لاتا ہون نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین۔

مقننین و جامعین فقہ نے جہان قرآن سے یہ اصول استنباط کیا ہے کہ ایک غیر مسلم کی شہادت ایک مسلمان خواہ ثاش کے خلاف مین جائز نہین، وہان اونہون نے قران کی نہایت غیر معتبر و قابل تضحیک تاویل کی ہے، چنانچہ وہ استدلال مین سورۃ النساء کی ایک سو چالیسوین آیت کا یہ آخری حصہ پیش کرتے ہین۔

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا	خدا کافرون کو مسلمانون پر دسترس کا موقع نہ دیگا

وہ آیت کے اس حصے سے طرح طرح کے قیاسی اور ضلالت آمیز نتایج استخراج کرتے ہین، اور بعض انمین سے جو سخت متعصب ہین، وہ خیال کرتے ہین کہ اس آیت سے صحیح استدلال یہ ہوسکتا ہے کہ نہ تو غیر مسلم کی شہادت ایک مسلمان کے خلاف قابل تسلیم ہے، اور نہ غیر مسلم ایک مسلمان سے وراثت کر سکتا ہے، نہ وہ کسی مسلمان کی اوس ملک کا جایز مالک قرار پاسکتا ہے جو اوسنے زور یا فتح سے حاصل کی ہے، اور نہ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کے خون کے قصاص مین قتل کیا جا سکتا ہے

یہہ تمام استنباط محض غلط اور بودے ہین۔

آیت مذکورہ بالاکے پورے الفاظ یہ ہین۔

الذین یتربصون یکم فان کان فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیبٌ قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المومنین فاللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ ولن یجعل اللہ للکافرین علے المومنین سبیلا۔

یہ تمہارے (مال کار) کے منتظر ہین تو اگر خدا نے تمکو فتح دی تو کہنے لگتے ہین کہ کیا ہم تمہارے ساتھہ نہ تھے اور اگر کافرون کو فتح نصیب ہوئی تو کہنے لگتے ہین کہ کیا ہم تم پر غالب نہین ہوگئے تھے اور تمکو مسلمانون کے ہاتھون سے نہین بچایا؟ تو (مسلمانون!) خدا تم مین (اور منافقون مین) قیامت کے دن فیصلہ کر دیگا اور خدا کافرون کو مسلمانون پر (کسی طرح) دبنے کا موقع ہرگز نہ دیگا۔

سورہ بقر مین ایک اور لفظ من رجالکم ہے جہان بیان کیا گیا ہے کہ واستشہدوا شہیدین من رجالکم" (البقر۲۔ آیت ۲۸۲) یعنے اپنے لوگون مین سے دو مردونکی شہادت لاؤ"۔

فقہا اسکے یہ معنے لیتے ہین کہ گواہ ہمارے ہم مذہب ہونا چاہئین لیکن یہ غلط استدلال ہے اور اوسکی تردید دوسرے آیت سے ہوتی ہے جہان بیان کیا گیا ہے "اثنان ذوا عدل منکم او آخران من غیرکم" (المایدہ ۵۔ آیت ۱۰۵) یعنے تم (مسلمانون) مین سے دو عادل گواہ یا غیر مسلمون سے دو گواہ" پس اگر

سورہ بقر کی آیت کے لفظ "من رجالکم" سے دو عادل گواہ مراد ہین تو سورہ مایدہ کے لفظ من غیرکم سے صراحتہً غیر مسلم کی شہادت کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن حقیقت مین لفظ "منکم" اور "من غیرکم" مذہب سے کچھ لازمی تعلق نہین رکھتے ان الفاظ سے صرف دو شاہد عادل مراد ہین جو خواہ تمسے ہون یا کسی غیر فرقے سے -

مسلم یا غیر مسلم کی شہادت کی شہادت کے مسئلے کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود نہین اس دعوے مین پورے طور پر پہنچنی بھی ہمارا ہم زبان ہے -

میرے پیش کردہ دلائل سے مسئلہ شہادت مین ہمارے فقہا کے اس خیالی اصول کی عدم صحت پورے طور سے ثابت ہو جاتی ہے کہ ایک غیر مسلم رعایا کی شہادت ایک مسلمان کے خلاف ناجائز ہے"

مین پہلے بھی بیان کر چکا ہون کہ قرآن مین جو اسلام کا الہامی قانون ہے کہین اسکا پتہ نہین چلتا ہے - لہذا مین اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہون کہ غیر مسلم کی شہادت از روے قرآن ہے مسلمانون کے مقابلے مین جائز ہے -

اخیر مین مین اس بحث کو سر جارج کیمبل کے راے و بیان پر ختم کرتا ہون اونکے داہل اسلام پاس ایک ایسا نظام موجود ہے جو اوس زمانہ کے ترقی کے لحاظ سے جب وہ مدون کیا گیا تھا" تو کچھ برا نہین تھا اونکی قانون شہادت کا بہت سا حصہ جابرانہ اور غیر معقول ہے مثلاً وہ مقدمات جنمین چشم دید گواہون کا ہونا ضروری ہے بعض واقعات اور جرایم کے ثابت کرنیکے لئے

گواہونکی تعداد، اور اکثر مواقع مین کفار کی شہادت کا عدم جواز، اور بہت سی صورتین۔ لیکن باوجود اسکے ہمکو اسکے غلطیون پر طعن وتشنیع نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ ہمارا قانون شہادت بھی ایسا ہی خراب تھا، اور ابھی تک اونکی پوری اصلاح نہین ہوئی، مسلمانون کے قانون شہادت کے جس خاص مسئلہ پر ہم بڑی شدت سے غیض وغضب ظاہر کرتے ہین، یعنی غیر مذاہب والونکی شہادت کا عدم جواز، تقریباً یہی وہ مسئلہ قانونی ہے جسکو ہمنے سب سے آخر مین ترک کیا ہے، بشرطیکہ حقیقتاً پورے طور پر ہمنے ایسا کیا ہو۔ اسکو کتنی مدت ہوئی۔ جب سے کہ غیر مسیحیون کی شہادت انگریزی عدالتون مین قبول کی جانے لگی ہے ہمنے رفتہ رفتہ ایک ایک قسم کی ملحدون اور مذاہب باطلہ کے پیرؤن اور اور لوگون کو مقبول الشہادت پایا ہے، اور مجھے پورا یقین نہین ہے کہ اب بھی ہم سب قسم کے غیر مسیحیون کی شہادت کو جائز سمجھتے ہین۔ میرے خیال مین مسلمان چند دنون سے مستثنی کیے گئے ہین لیکن یہہ مسئلہ نہ مذہب اسلام کا کوئی جز ہے، اور نہ اوسکی خصوصیات مین داخل ہے بلکہ یہہ محض مقننین کا جبر ہے جیسا کہ ہم سب کی عادت ہے،" ان دلایل مذکورہ بالا کے علاوہ جو مولوی صاحب مرحوم نے پیش کیے ہین، خلفاے راشدین اور نیز خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیز کے طرز عمل سے کہین یہ نہین ثابت ہوتا کہ آپ صاحبون نے کسی غیر مسلم کی شہادت کو کسی مسلمان کے مقابلے مین رد ونا جائز

کیا ہو- لہذا غیر مسلمونکی شہادت کا جواز ہر طرح قابل تسلیم ہے- ناظرین اطمینان کے لیئے الفاروق علامہ شبلی کے "ذمیون کے حقوق" کے بیان اونیز اس کتاب کے اسی بیان کو اور سرورکائنات کے عہد مبارک اور خلفاے راشدین کے زمانے کے عہد نامجات کو تاریخی اوراق مین ملاحظہ فرمالین-

حال کے قانون شہادت مین مقننین نے جن لوگون کو مقبول الشہادت قرار دیا ہے، اور جنکے شہادتون پر تمام عدالتون کا فیصلہ منحصر و موقوف ہے کاش! اگر وہ علم النفس کی ماہیت و اسرار سے واقف ہوجادین، تو اونکو سرے سے قانون سادی سے دستکش ہونا پڑے یا دنیابھر کی شہادتون مین اونکو شک و تذبذب پڑجاوے، اسلیئے اس مقام پر جو اعتراض علم النفس کے روسے موجودہ قانون شہادت پر وارد ہوتا ہے، ہم ڈاکٹر گستادلی بان مصنف تمدن عرب کے مضمون روح الاجتماع مترجمہ سید سلیمان صاحب نائب اڈیٹر الندوہ سے نقل کرتے ہین- ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین-

__جماعت مین متاثر ہونے کی جو قابلیت ہوتی ہے، اوس کا اثر صرف اعمال ہی تک محدود نہین ہوتا بلکہ اسکا اصلی اثر جماعت کے علم و عقیدہ سے ظاہر ہوتا ہے، جماعت قوت انفعالیہ کا مجموعہ ہوتی ہے، اس لحاظ سے جماعت کی سب سے بڑی یہ خصوصیت ہے کہ اوسکو کبھی واقعہ مین شک نہین ہوتا، تاریخی اور مذہبی روایتون مین سیکڑون خلاف عقل باتین منقول ہوتی

چلی آتی ہین، لیکن اونکے اثر اور صداقت مین کسی قسم کا شک نہین کیا جا سکتا اصلی سبب جماعت کی یہی قوت انفعالی، اور زود اعتقادی ہے، اس قسم کے لغو اور مزخرف قصون کی کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہوتی ہے، لیکن وہ جماعت مین پہیل کر اپنی اصلی حالت مین قایم نہین رہ سکتے، کیونکہ جماعت زود اعتقاد ہی نہین ہوتی بلکہ اوسکے ساتھہ پریشان خیال بھی ہوتی ہے، اور چونکہ وہ بالکل مسلوب العقل ہوتی ہے، اسلئے اوسکی یہ پریشان خیالی ان واقعات کو اولٹ پلٹ کر اوسکے سامنے ایک نئی صورت مین پیش کر دیتی ہے، اور وہ معقول، غیر معقول، صحیح، اور غلط مین بالکل تمیز نہین کر سکتے، جنگ وجدل کے موقعون پر جو سیکڑون غلط باتین مشہور ہو جاتی ہین، اوس کا سبب جماعت کی یہی پریشان خیالی ہے، صلیبی لڑائیون کے بعد مسلمانون کے نسبت عیسائیون مین جو غلط خیالات پیدا ہوگئے، اوسکا سبب یہی خصوصیت تہی، اس قوۃ انفعالی اور زود اعتقادی کا اثر اون لوگون پر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھہ پڑتا ہے، جو فطرۃً سریع الانفعال ہوتے ہین، بالخصوص عورتین اور بچے تو اس سے سخت متاثر ہوتے ہین بلکہ بسا اوقات وہ اپنے کم فہمی و ناقص العقلی کے سبب واقعہ کے اصلی مفہوم کو کچھہ کا کچھہ سمجھہ لیتے ہین، اور اوسکے اسباب کو ایسے ضعیف بنیادون پر قایم کرتے ہین جو سراسر خلاف عقل، اور خلاف واقع ہوتے ہین۔ من مولف)۔

تمام حکام وقت کا اتفاق ہے کہ بچے ہمیشہ سچ بولتے ہین (نہین۔ بلکہ والدین کے تربیت، اور سوسائٹی کا جیسا اثر مترتب ہو، اسکے علاوہ خوف وطمع کیوقت تو یہ بالکل ہی جھوٹ بولتے ہین۔ من مولف) کیونکہ عام اثر سے جو باتین مشہور ہوجاتی ہین، وہ جماعت کی زود اعتقادی کے بنا پر خود مشتبہ ہوتی ہین، اور بچون کی قوت انفعالی اس قسم کے مخلط واقعات سے اور بھی متاثر ہوتی ہے اسلئے جس شہادت پر تو بر تو پردے پڑے ہوئے ہون، وہ کیونکر قابل اعتبار ہوسکتی ہے۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ جماعت مین بہت سے وسیع النظر افراد بھی شامل ہوتے ہین، اس لئے اونکی نسبت یہ بدگمانی نہین ہوسکتی، کہ اونھون نے اس قسم کے مزخرف روایتون، اور خلاف عقل شہادتون کو قبول کرلیا ہو، لیکن ہم بار بار لکھچکے ہین کہ جماعت مین افراد کی خصوصیتین بیکار ہوجاتی ہین، اور صرف ایک عقل کل کام کرتی ہے، جسکا امتیازی وصف عدم شعور، و عدم تعقل ہے (یہہ وصف تو بچون، اور عورتون مین بہت زیادہ ہے من مولف)، یہی وجہ ہے کہ جماعت مین اگرچہ مختلف المذاق، مختلف الطبایع کے لوگ شریک ہوتے ہین، لیکن ہر فرد کے رگ و ریشہ مین ایک ہی خیال سرایت کرجاتا ہے، اہل منطق کے نزدیک جماعت کی شہادت مین صداقت کا ایک جزء بھی شامل نہین ہوتا، اہل اسلام مین بھی بعض روشن خیالون کا مذہب

یہ ہے کہ حق ہمیشہ جمہور سے الگ رہتا ہے ؎

چنانچہ تمام انبیاء اور تمام مجتہدین اور آیمہ کبار جنھون نے جمہور کے راے سے اختلاف کیا ہے، وہ ہمیشہ راہ حق کے سالک اور ہمیشہ حق اونکا مشعل راہ رہا ہے، اور مذہب کے خس و خاشاک کے انبار مین سے جن بزرگون نے لعل و جواہر اور دنیا کی مقبولہ رسم و رواج و عقایہ باطلہ کے خار دار جھاڑیون سے جن عالی نشون نے پھول اور پھل چُن کر نکالے، وہ سب خدا کے رازدار اور حق کے طرفدار تھے، اس بحر زخار کے طے مراحل و منازل مین خواہ اونکو سارے دنیا کے اماموں سے اختلاف ہی کرنا کیون نہ پڑا ہو، یا الفاظ کے غیر معروف معنون کے لحاظ سے تاویل ہی کرنی کیون نہ پڑی ہو، اور خواہ اس تاویل مین بمقابلہ صحیح و حسن احادیث کے مخالفت ہی کرنی کیون نہ پڑی ہو، اور خواہ قوم کے طرف سے اونکے لئے مردود، کافر، زندیق، ہی کے الفاظ موضوع کیون نہ ہوے ہون لیکن ان کے قدمون مین کبھی لغزش نہین ہوئی اور وہ برابر جمہور سے اختلاف کرنیکے لئے تیار رہے۔ جیسا کہ سرسید علیہ الرحمۃ نے لفظ سما، ملائکہ اور معراج کے اصلی مفہوم ظاہر کرنے مین اپنی جدت طبع دکھلائی یا اور بعض آیہ کبار نے جمہور علما کے آرا بلکہ اجماع[۱] تک سے اختلاف کر کے اپنے علمی قابلیت کا سکہ عام و لونیر

۱ اجماع تمام اسلامی دنیا کے کل علما کی متفقہ راے کا نام ہے جو کسی زمانہ مین کسی ایسے مسئلہ پر ہو جس مسئلہ کے ثبوت مین کوئی نص قطعی یعنی قرآن و حدیث متواتر مین کوئی حکم نہ ہو اگر زمین کے کوئی ایک عالم بھی دوسرے کے خلاف کرے تو وہ اجماع قطعی مستند نہین خیال کیا جاتا۔

بتلایا، مثلاً ہسپانیہ کے واجب التعظیم، اور مسلم الثبوت مصنف شیخ محی الدین ابن عربی (متوفی سنہ ٦٣٨ھ) اصفہان کے مشہور فاضل اور فقہ مذہب ظاہری کے بانی ابو سلیمان داؤد الظاہری۔ ابو حاتم محمد بن حبان التمیمی الباسطی معروف بہ ابن حبان (متوفی سنہ ٣٥٤ھ) ہسپانیہ کے مشہور عالم ابو محمد علی ابن حزم (متوفی سنہ ٤٥٦ھ) اور ایک قول کے بموجب امام احمد بن حنبل نے ہر ایک اجماع سے انکار کیا ہے، خواہ وہ آنحضرت کے اصحاب کا ہو، یا دوسرے مسلمانوں کا۔

امام مالک جو نہایت نامور فقیہ اور فقہ کے دوسرے مذہب کے بانی ہیں، وہ صرف اہل مدینہ کے اجماع کو تو مستند خیال کرتے تھے، مگر دوسرے اجماعوں کو مستند نہیں خیال کرتے تھے، درحقیقت انکے اصول فقہ اہل مدینہ کے رسوم و عادات پر مبنی ہیں۔

امام شافعی جو تیسرے امام اور ایک فقہی مذہب کے بانی ہیں، انکا قول ہے کہ اجماع کا اتباع اوسوقت سب پر لازم ہے کہ جب وہ زمانہ گذر گیا ہو،

۱؎ جب تمام علماء کسی شرعی مسئلے یا اصول کی نسبت اتفاق ظاہر کریں، یا اگر قابل علماء آمادہ ہو اور اوسپر عمل کرنا شروع کردیں، تو اس اجماع کو "عزیمت" کہتے ہیں۔ اور اگر علماء کسی مسئلے سے صراحتاً اپنا اتفاق نہ ظاہر کریں، بلکہ سکوت سے ان کا منشاء عدم اختلاف معلوم ہوتا ہو تو اوسکو "رخصت" یا "سکوتی" کہتے ہیں، لیکن امام شافعی ایسے اجماع کو معتبر نہیں سمجھتے۔

ہین مین اجماع کرنیوالے زندہ تھے اور بشرطیکہ اون مین سے کوئی شخص بھی اپنے اوس راے سے جسپر وہ اجماع کیوقت قایم تہا، نہ ڈگمگایا ہو، کیونکہ اگر ان مین سے کسی ایک شخص نے بھی اپنے زندگی مین کبھی اختلاف کیا، تو وہ اجماع ساقط ہو جاویگا، اور مستند نہین خیال کیا جاویگا۔ امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ کہ اجماع صرف اوسی حالت مین مستند ہوسکتا ہے کہ جب قبل اجماع اس مسئلہ مین اختلاف نہ ہوا ہو۔ کرخی نے بھی یہی بیان کیا ہے، امام محمد اپنے استاد (امام ابوحنیفہ) سے اسکے متعلق اتفاق نہین کرتے۔ امام ابو یوسف کے اسکے متعلق دو فتاوے ہین ایک امام اعظم کے موافق، اور دوسرا امام محمد کے موافق۔ پس جبکہ خود فقہا نے ایسے جید اور اعلی مذہبی مسئلہ کی بنیاد کو متزلزل کر دیا ہے، اور جمہور صحابہ وعلما کی رایون کو قابل وقعت، اور قابل حجت نہین قرار دیا، تو لامحالہ علم النفس کا یہ فیصلہ قابل لحاظ، اور قابل عمل ہوگا، کہ جماعت کی شہادت مین صداقت کا ایک جزء شامل نہین ہوتا، چنانچہ حال مین اسی لحاظ سے اکثر آیمہ فن، ومجتہدین نے کسی مقام پر بعض مسایل مین جمہور کے آراسے، اور کسی مقام پر احادیث صحیحہ ومشہورہ سے مخالفت کرکے ایسی تاویل کو جائز قرار دیا ہے، کہ جو آیات قرانی کے مفہوم پر منطبق، اور اصول روایت، اور زمانہ کے علمی ترقیات کے لحاظ سے بالکل ہمقرین ہو، کیونکہ اب پرانے آسمانون کے ٹھاٹھ بدل گئے ہین، اور کرہ ارضی نے اجرام فلکی، وکرہ شمسی کے گرد چکر لگانا شروع کر دیا ہے

اور عناصر اربعہ کی جگہہ ترلیسٹھ و بروایت دیگر ایکسو باون عناصر نے لے لی ہے
مذکورہ بالا اوراق کے بیان کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین۔

کہ جماعت کو جو علوم و ادراک حاصل ہوتے ہین' اونکی سب سے نمایان خصوصیت سادگی اور غلو ہے۔ سادگی کیوجہ سے تو جماعت واقعات کے تمام جزئیات کا احاطہ کرسکتی ہے اور غلو کے بنا پر جو جزئیات اوسکے پیش نظر ہوتے ہین اوسکو نہایت مبالغہ آمیز الفاظ مین ظاہر کرتی ہے' اسوجہ سے جو جزئیات دقیق ہوتے ہین' وہ نمایان نہین ہوسکتے' اور جو نمایان ہوتے ہین' اونپر مبالغہ کا پردہ پڑجاتا ہے' اس بنا پر پورا واقعہ مشتبہ ہوجاتا ہے' جماعت کے غلو کا اثر صرف اوسکے ادراکات ہی پر نہین پڑتا' بلکہ وہ اپنے لیڈر کو بھی مبالغہ آمیز صورت مین دیکھنا چاہتی ہے' درویش اور راہب مافوق الفطرت انسان کہے جاتے ہین' لیکن اونکو کرامات سے زیادہ جماعت کے مبالغہ آمیز مشاہدہ نے مافوق العادت بنادیا ہے (پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ من مولف) جو لکچرار جماعت کے اس خصوصیت کا علم رکھتے ہین' وہ اپنے لکچرون مین ہمیشہ مقدمات خطابیہ کا استعمال کرتے ہین' کیونکہ جماعت کی روحانی غذا مبالغہ اور غلو ہے' اور وہ انھین مقدمات کے ذریعہ سے بہم پہونچتی ہے"۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ بحث تو کلیات سے لیکر ایک ادنی جزئی واقعہ تک حاوی و محیط ہے' لیکن اس مین

بھی کلام نہین ہوسکتا کہ اسلامی فقہ جس زمانہ مین مدون ہوئی تھی اور جن لوگون کو اوسنے مردود الشہادت ٹھرایا تھا' یا تمدن کے رد و بدل' اور زمانہ کے مدوجزرون اور قومی عروج و تنزل کے لحاظ سے جو اوس مین وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ و اضافہ عمل مین آیا ہے' یا آتا رہتا ہے' وہ کسی طرح قانون شہادت کے اصولی لحاظ سے کم وزن نہین تھے' اور نہ ہین۔ کیونکہ اس زمانہ کا قانون شہادت تو اس سے (موجودہ قانون شہادت مضر ہے) بھی کہین زیادہ ردّی اور بدتر ہے' اس وجہہ سے کہ آج کل کے شہادتون مین جسقدر طمع' و خوف' و خودغرضی' و قومی حمایت یعنے تعصب نے دخل پالیا ہے' اوس کا عشر عشیر بھی کسی زمانہ سابقہ مین نہین تھا' پس کیا قانون مجریہ وقت کے روسے جن لوگون کی شہادتین بلا استثنا' و بلا تحقیق' و خلاف اصول سیاست' بدکار' اجیر و مستاجر' خودغرض' متعصب' و حامیان قوم وغیرہ کی عام عدالتون مین لیجاتی ہین وہ قابل اصلاح نہین ہین' اور جسطرح ڈاکٹر صاحب کے قول کے مطابق سادگی' اور غلو کے سبب واقعات مشتبہ ہوجاتے ہین' اوسیطرح میرا دعویٰ ہے کہ اس زمانہ مین قومی حمایت' قومی تعصب' خودغرضی' طمع' و خوف اصل واقعہ کو اخفا و مشتبہ کرنے مین پورا کام کررہے ہین' کیونکہ اب جماعت مین اسی کی قبولیت' اور رواج عام ہے' اور جماعت نے محض اپنے عدم شعور اور اپنے عدم تعقل کیوجہ سے اسی نقش قدم پر چلنا اپنا شعار قرار دیا ہے' چنانچہ اسیوجہ سے شاہان وقت کو بسا اوقات اس قسم کے مقدمات اور اس قسم کے شہادتون مین جبین

شورش و انقلاب کے شرر باریز سے مضر و مخفی رہتے ہین، نئے نئے سیاسی پہلو اختیار کرنے پڑتے ہین، حتیٰ کہ امتیاز حق و باطل کی تمیز مشکل ہوجاتی ہے اسلئے نتیجہ ان بیانات کا ہوا کہ موجودہ قانون شہادت بھی غیر مکمل ہے، اور جن شاہدون کی شہادتین بلحاظ اونکے اقتدار و شریف النفسی و حقگوئی کے کسیوقت مین قانوناً قابل قبول تھین، اب اس زمانہ مین وہ مطلقاً بیکار، اور فضول ہین کیونکہ جماعت من حیث الجماعت اپنے قوت انفعالیہ کے لحاظ سے اس زمانہ مین ایک ایسی متاثرات کے قبول کرنیکے لئے تیار ہے، جو مبالغہ آمیز اور اصلیت سے دور اور خلاف قیاس، اور خلاف مصالح ملکی سے تعبیر کئے جاسکتے ہین، اسلئے ضرور اور بہت ضرور ہے کہ اسلامی فقہ نے جسطرح زمانہ کے ضرورتونکا لحاظ کرکے وقتاً فوقتاً اوسمین تبدیلیان کی ہین، اور دغاباز، افتراپرداز، اور کم اقتدار لوگون کی شہادتون کو غیر مقبول، و مردود ٹھرایا ہے، اوسیطرح ہماری مقنین وقت سے یہ استدعا ہے کہ وہ بھی زمانہ کے اقتضا کے موافق اپنے قانون شہادت کی قرار واقعی اصلاح کرین، جیسا کہ سر جارج کیمبل کی رائے کے موافق وہ ہمیشہ کرتے چلے آئے ہین - اور اگر شاید وہ کسی وجہ سے اس سے اغماض و پہلوتہی کرین تو ہم جرأت کے ساتھ یہ کہہ رہے ہین کہ عنقریب خود اونکو زمانہ ایسی شاہراہ پر لاکر کھڑا کر دیگا - کہ جسپر چلنے کی اونکو ضرورت ہوگی - اور اوسیوقت ہم اونکو اور وہ ہمکو نہایت خوشی کے ساتھ لبیک کہین گے -

مین یہان یہ بھی کہنا چاہتا ہون کہ ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ بالا بیان مین اگرچہ واقعہ کی یک رخی تصویر دکھلانیکی کوشش کی ہے، اور جماعت کی قوت انفعالیہ کو محض جھوٹی روایات، اور واقعات کا آینہ خانہ وشیش محل تصور کیا ہے، جیساکہ علامہ شبلی نے بھی اپنے ایک مضمون مین لکھا ہے" کہ فلسفہ تاریخ کا یہ ایک بہت بڑا راز ہے کہ جو واقعہ زیادہ تر مشہور اور زبانزد خلایق ہوتا ہے، اوسیقدر وہ جھوٹا اور لغو ہوتا ہے، مثلاً مار ضحاک ۔ جام جم آئینہ سکندری باغ ارم بہشت شداد وغیرہ کو قبولیت کی سند عام حاصل ہے لیکن فی نفسہ انکی کچھہ بھی اصلیت نہین ہے،" لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسطرح جماعت اکثر اوقات فرضی اور جھوٹے واقعات کا منبع بن جاتی ہے، اوسیطرح وہ اکثر اوقات سچے واقعات کا بھی سرچشمہ بنجاتی ہے، مثلاً عام انبیا، اور اوتارون کی قومی، ملکی واخلاقی اصلاحین کرنا اور اون پر صحف کا نازل ہونا، ایسے سچے و نادر واقعات، و اعجوبہ روزگار حالات ہین، کہ جنکے بطلان مین کوئی شہادت معقول آجتک نہین پیش ہوسکی، اور انمین سے ہرایک کی صداقت کی اپنے اپنے علم و عقیدہ کے مطابق ہرایک جماعت قایل ہے ۔ اسکے علاوہ جو واقعات مشہورہ اس سے چند دنون پہلے خلاف عقل، و خلاف فطرت تسلیم کیے جاتے تھے، اور جنکے علل و اسباب کے طرف سے عقل کے تمام دوربین نگاہون پر پردہ پڑا ہوا تھا، آج کل اوسی کی پردہ کشائی سائنس (جو فی زمانا تمام علوم موجودہ سے افضل و برتر خیال کیجاتی ہے)

اپنے مشاہدہ و تجربہ اور زور دلائل سے اسطرح کر رہی ہے کہ دونون کی سرحدون
مین تباین اور علٰحدگی کا مطلق خیال اب باقی نہین ہے۔ اور اسی پر بس نہین ہے
بلکہ اوسکے نئے نئے انکشافات جنکا تعلق مادیات سے ہے اور جو اولین
انکشافات سے بدرجہا فایق ہوتے ہین، یہ ظاہر کرتے ہین کہ ابھی اسکی حد ختم
نہین ہوئی۔ پس ایک لحاظ سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ واقعات خلاف
قیاس، و مافوق الفطرت، کے اصلی اسباب و ماہیت کے انکشاف کے بنیاد پر
وہ دونون باہم ایک دوسرے سے متفق و متحد ہین۔ اور دوسرے حیثیت سے
خود انکی حالت غیر مطمئن نظر آتی ہے، لہذا جو چیز خود غیر اطمینان بخش ہے اوسکے
نسبت کیسے کانشنس یہ اجازت دیسکتا ہے کہ وہ حق ہے، اور قابل اعتبار ہے
اور قابل تصدیق ہے۔ پس لامحالہ یہہ ماننا پڑیگا کہ عقل مادی سے بالاتر
کوئی اور قوت ہے کہ جہان عقول و تجربات کی رسائی محال ہے،
اور جنکے اسباب و علل کی دریافت انسانی قوت عقل کے دسترس سے باہر ہے۔
الغرض میرے نزدیک جس وقت کی جماعت مین حمایت، تعصب، خودغرضی اور
اخلاقی کمزوریان، اور عدم شعور اور عدم تعقل کا زیادہ زور ہوتا ہے اوس وقت
اوسمین واقعات فرضی تخیلات، اوہام باطلہ، اور عقاید فاسدہ کا مرکز بنجاتے
ہین، لیکن جس وقت قوم ترقی، اخلاق و تہذیب کے زینے طے کرچکتی ہے، یا اوس
جماعت کے اچھے دن کے آثار نمایان ہونے لگتے ہین، بشرطیکہ اوسکی سرحد

کی کسی ملہم بالغیب قوت کے تعلیمات اور عقل کے طاقت کے ساتھہ ملی ہوئی ہو،
اوسوقت جماعت کے مخلوطہ واقعات، اور ذمیمہ اخلاق، اور نیز گذشتہ زمانے
کے بھی عقاید باطلہ اور اوہام ناقصہ اور خیالات فاسدہ جو سینہ بسینہ جماعت
سابقہ سے جماعت موجودہ مین وراثتاً پہونچتے چلے آئے ہین، اور جو رفتہ رفتہ
اونکے جزو ایمان، دمایہ خمیر بنگئے ہین، عملی و نظری فلسفہ کے ہم رتبہ ہوجاتے
ہین - اور مزخرمات کے انبار سے نکل نکلکر اسطرح منظر عام پر آتے ہین،
کہ دیکھنے والے متحیر و متعجب ہوجاتے ہین، اور اونکو زر و جواہر یاقوت وگوہر
سے مشابہہ خیال کرنے لگتے ہین - کیونکہ وہ جماعت جو کسی زمانہ مین عدم شعور
و عدم تعقل کی مخاطب تھی، وہ ایک ایسے ترقی یافتہ وخوش آیند زمانہ مین
ذی عقل اور ذی شعور بنکر دنیا کے سطح پر نمودار ہوتی ہے، کہ جسکے رگ و ریشہ
مین علمی برکتین، اخلاقی نعمتین، تہذیب و شایستگیان خون بنکر سیلان کرتی ہوئی
نظر آتی ہین - اور وہ جماعت کھوٹے سے کھرا علیحدہ کرنے کی محک و معیار
بنجاتی ہے، اور جماعت کی قوت انفعالیہ اوسوقت صداقت کا ملجا و ماوی خیال
کی جانے لگتی ہے، اور پھر اوسوقت خلاف علم النفس کے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے
کہ جماعت بوجہ الکمال صداقت کی دیبی اور راستی اوسکے آنکھون کی پتلی ہے
اور اوسکے شہادت مین ایک جزو بھی کذب کا شامل نہین ہے - چنانچہ یہی وجہ
ہے کہ تمام دنیا کے عقلا، حکما اور خدا کے طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبرون

نے یہ منادی کردی ہے "کہ شخصیت سے جمہوریت کا پلہ بھاری ہے" اور چونکہ فی زمانناتمام قومین باستثنا ہم کمبخت مسلمانون کے عامل و متصرف ہین، بر بناے اسکے مین یہ ماننے کے لئے تیار نہین ہون "کہ جماعت مین تمام خصوصیتین افراد کی بیکار اور فضول ہین" کیونکہ جماعت افراد ہی کے مجموعہ کا تو نام ہے، جب افراد ہی کی خصوصیتین فنا و معدوم ہوجاوینگی، تو پھر جماعت کیونکر جماعت رہ سکیگی۔ پس اگر کوئی حق فیصلا اسکے لئے کیاجاسکتا ہے، تو وہ یہ ہے کہ افراد کی خصوصیتین جماعت کی خصوصیت اور جماعت کی خصوصیت تمام افراد کی خصوصیتین ہین۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے، کہ انبیا و اولیا اور اوتارون کی ہدایات و تلقینات ایک خاص قوم اور خاص ملک کے طرز معاشرت رسم و رواج اور اونکے عقاید باطلہ کی اصلاح تک محدود و منحصر تھین اور ہین اور علم النفس کے ماہرین جماعت کی یہ نفسی حالت بیان کرتے ہین "کہ وہ اپنے عدم شعور و عدم تعقل کیوجہ سے ایک خاص عقیدہ یا خاص تخیل، یا جھوٹی روایات، یا لغو افسانون کے قبول و تسلیم کرنے کے جانب مائل و مضطرب رہتی ہے، تو یہ غلط اور سراسر غلط ہے، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ جماعت صرف جھوٹی و مشہور روایات اور بے سر و پا افواہون ہی کی قبول کرنیکی صلاحیت نہین رکھتی، بلکہ اوسمین سچی روایات اور سچے واقعات کے قبولیت اور ضبط کا بھی مادہ موجود ہے، اور وہ ہمیشہ

تبدیل حالات، اور زمانہ کے رفتار کے مطابق جرح و تعدیل کے اصول کیساتھ کام لینے کی بھی اہلیت رکھتی ہے چنانچہ اسیوجہ سے مجھکو صرف عدم تعقل و عدم شعور کو اسکا اصلی سبب قرار دینے مین تامل ہے، کیونکہ ناصح مشفق کی نصیحت، یا غالب و حاکم وقت کی قوت، یا سربرآوردہ و پیشوائی جماعت کے سیلاب کا رو اسکو ہر طرف بہالیجانے پر قادر ہے، خواہ وہ جماعت زیور علم و حکمت، و عقل و ہنر سے آراستہ ہو، یا نہ ہو۔ جیساکہ کہا گیا ہے ”الناس علی دین ملوکہم“۔

بعد ان مباحث کے آخر الامر منطق کے اصول کے مطابق ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ چونکہ ہر خبر و شہادت مین احتمال صدق و کذب کا ہوتا ہے لہذا مسلمانون نے جو معیار اس کے سقم، و صحت، و کذب، و صداقت کے جانچ کے لیئے اختراع کیا تہا، اوس سے بڑہکر شاید ہی کسی قوم نے کیا ہو، یا آئین انسے گوے سبقت لے گئی ہو۔

اسلامی سلطنتون کو یہ فخر ہے کہ اونہون نے شروع صدی کے بعد ہی شاہدون کے چال چلن کی تفتیش کے لیئے ایک خاص محکمہ موسوم بہ ”عدالت“ قایم کر رکہا تہا، جو محکمہ قضا کے تابع ہوتا تہا، اور یہ منصب جسکے سپرد کیا جاتا تہا، وہ معدل کہلاتا تہا، اور وہ لوگون کے عدالت و عدم عدالت کی

پہر اندلس مین سلطنت بنو امیہ کے زمانہ [illegible] اگرچہ حالات [illegible] ہم اس موقع پر انکا درج کرنا ضرور [illegible] ہین۔

خبر رکھتا اور تحقیق کرتا رہتا تھا، اور جب قاضی کے سامنے کوئی مقدمہ آتا تھا تو گواہون کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار معدل کے بیان پر ہوتا تھا اسکے علاوہ عوام الناس کے حقوق، اور اونکے املاک و دیون اور تمام معاملات کا دفتر اونکے پاس رہتا تھا، اور تمام لین دین کے معاملات اور قبالہ و دستاویزات وغیرہ کی عبارتون کی دیکھ بھال اور اوسکی ترتیب کی نگہداشت، اور احکام شرعیہ سے اوسکی توفیق و تطبیق دینا، اجراے دستاویز (جسے آجکل کے اصطلاح مین رجسٹری کرنا کہتے ہین) سب کچھ معدل کے ہاتھ مین ہوتا تھا، تمام شہرون مین معدلون کی دوکانین مقرر تھین، جہان وہ روزانہ وقت مقررہ پر بیٹھتے تھے اور اہل معاملات اپنے لین دین کا اجرا (رجسٹری) کراتے تھے، اور وہ کتاب مین درج کرتے تھے۔

منصب فتوے و امامت

اس سے گھٹ کر منصب فتوے و امامت ہے، یہ منصب خلیفہ اوس شخص کو دیتا تھا، کہ جس مین فتوے دینے کی قابلیت و صلاحیت ہوتی تھی، اسکے علاوہ جابجا مسجدون مین مدرس و معلم مقرر کئے جاتے تھے جو دینی تعلیم دیا کرتے اور امامت کیا کرتے تھے۔ جیساکہ عمر بن عبدالعزیز نے شیخ المحدثین امام نافع شافعی کو امامت اور دینی تعلیم کے لیے مصر بھیجا تھا۔ یہ حکم عام خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا تھا کہ غصہ کیوقت کسی مجرم کو سزا نہ دیجاوے اور نہ کوئی مقدمہ فیصل کیا جاوے

لہ مقدمہ ابن خلدون ٢ہ مقدمہ ابن خلدون

ایک عامل کو لکھا "کہ اگر مقدمہ فیصل کرتے وقت غصہ آجاوے، تو مجرم کو قید رکھہ چھوڑ دو، بعد فرد ہونے غصہ کے روبکاری کرکے، اور مقدمہ پر نظر ثانی کرکے، اور ثبوت کافی لیکر تب فیصلہ سناؤ۔

یہ دیوانی اور فوجداری دونون قسم کے مجرمون کے بابت حکم عام تہا، کہ مجرم کو سزاؤن مین سے ایسی سزا دیجاوے، جو اوسکے جسمانی قوت کے حسب حال ہو۔ امام اوزاعی فرماتے ہین کہ جب کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی، تو تین دن تک توقف فرماتے

عمر بن ولید کو تحریر فرمایا "تیرے باپ کے تقسیم کے موافق اوسکے ترکہ مین تو تیرا پانچوان حصہ ہے، اور درحقیقت تیرے باپ کا حصہ ایک مسلمان کے برابر تہا، اور پانچوین حصہ مین اللہ۔ رسول۔ ذوی القربےٰ مساکین۔ یتیمی اور مسافرون کا حق تہا، اور تو سب کا حق خود ہضم کر لیا ہے اور اوسکو فضول اور بے مصرف جگہہ بجنے مزامیر کے رواج دینے مین صرف کرتا ہے، جو جہنم کا پھلا زینہ ہے، میرا تو ارادہ تہا کہ مین ایک شخص تیرے تنبیہ کے لئے ایسا بھیجون کہ جو تیری چوٹی پکڑ کر گہسیٹتا ہوا یہان تک لاوے، اور تجھکو ذلیل کرے تاکہ تو اپنے ناشایستہ حرکات سے توبہ کرے"۔

غصہ مین سزا دینے اور نظر ثانی مقدمہ

حقیقت سزا دینے کا حکم

۱؎ سیرۃ العمر ۲؎ سیرۃ العمر ۳؎ سیرۃ العمر ۴؎ شرح شریف کے علاوہ ہربرٹ اسپنسر نے فن مصوری، شاعری۔ فن موسیقی کے بابت لکہا ہے کہ وہ نتیجہ ہوتا ہے انسانی ذکاوت طبعی کا اور اوسکا مقصد انسانکو راحت اور مسرت پہونچانا ہے لیکن اس نتیجہ کے لازمی ہونے پر اتفاق نہین ہے کیونکہ بعض فنون نفس کے گندہ کرنیوالے ہین۔ پس بحالت تحمل اونکی ہمارے رائے صحیح ہے کہ ایسے فنون مین بہت زیادہ توغل انسانی [illegible] طبیعت کو بعض خطر مین ڈالنے والے ہین اسی وجہ سے حکما سے مشرق نے انہین سے بعض کو شرعیہ اور بعض کو لطیفہ کہا ہے نہ متقدمین نے کیا ہے۔

ایک شخص آپکے پاس ایک روز ہدیہ لیکر آیا۔ آپنے واپس کر دیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا آپ ہدیہ کیوں نہیں قبول فرماتے آنحضرت تو برابر ہدیہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا آپکو جو لوگ ہدیہ دیتے تھے وہ نبوت کیوجہ سے دیتے تھے اور ہمکو حکومت کیوجہ سے دیتے ہیں جو رشوت ہے۔[1] مطلب یہ ہے کہ حکومت کی خوشنودی اور اپنے مطلب برآری کیوجہ سے آجکل کا لینا دینا ہے۔ تاکہ معاملہ پڑنے کے وقت حاکم وقت طرفداری و رعایت و بلفظ دیگر بے انصافی و حق تلفی کرے

صیغہ فوجداری پولیس

یہ محکمہ بھی اگرچہ آپکے زمانہ سلطنت سے بہت پہلے قایم ہو چکا تھا جسکا نام احداث تھا اور جسکے عمال کو صاحب شرطہ کہتے تھے۔ چنانچہ وہ بدستور آپکے زمانہ میں بھی بحال و برقرار رہا۔

تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زنا۔ سرقہ۔ مارپیٹ۔ ہنگامہ و فساد کا انسداد سخت کلامی و فحش زبانی وغیرہ کی ابتدائی تحقیقاتیں سب پولیس کے سپرد تھیں۔

فقہی اعتبار سے صیغہ احتساب کے جو فرایض ہیں مثلاً پیمانہ کی کمی و بیشی

---

[1] سیرۃ العمر

کی جانچ، جانورون پر زیادہ بوجھ لادنے کی نگرانی، سڑکون پر مکان بنانے کی بازپرس رعایا کے امن و آسائش مین خلل اندازون کی گرفتاری بازاری فاحشہ عورتون کو سزا دینے، مزامیر کے رواج کا انسداد مسکرات کے استعمال کی ممانعت، معلمین کو طلبا کے زیادہ زدوکوب سے باز رکھنا، کشتی والون کو کثیر مال کی باربرداری کی ممانعت، بوسیدہ و کہنہ مکانات کا انہدام، قرضدارون سے دستگردان قرض قرضخواہون کو وصول کرانا وغیرہ وغیرہ اگر یہ احتساب خواہ خلفاے امویہ دمشق کے زمانے مین ایک منتظم حیثیت نہ رکھتا ہوا اور خواہ حکومت عباسیہ بغداد، امویہ اندلس مراکش، فارس، ہندوستان کے مطابق ہر ایک شاخون مین اوسکو فروغ و ترقی نہ نصیب ہوئی ہو، لیکن اسمین بھی کلام نہین ہوسکتا کہ احتساب کے بعض شاخون کا وجود اوس زمانہ مین کم و بیش ضرور تھا، اور وہ بہ سبب ایک مستقل و منتظم صیغہ نہ ہونے کے، محکمہ پولیس کا شریک غالب، اور خود خلافت بذات خاص اوسکی نگران و مہتمم اور پرسش کرنے والی تھی کیونکہ جن باتون کی اصلاح، و انسداد اس سے مقصود بالذات تھین، وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور رفاہ عامہ کے محور پر گردش کرنے والی تھین۔ پس اگر یہی باتین پردہ اخفا و گمنامی مین رہ گئین ہونگی تو پھر خلفا کے پاس مذہبی انتظام، اخلاق اصلاح، اور شریعت کے شیوع کے لیے اس اسلامی کرہ پر باقی کیا رہجاتا ہے۔

ہمارے لایق، و محقق ہم عصر، وغایبانہ کرمفرما مولوی محمد سلیمان صاحب نائب اڈیٹر الندوہ نے ستمبر ۱۹۱۱ء کے پرچہ مین ایک بسیط مضمون بعنوان الاحتساب فی الاسلام تحریر فرمایا ہے، اوسمین آپ لکھتے ہین "اگر فقہاے اسلام کی تصریحات کی تخص کیجاوے تو فرایض احتساب کی چار جلی تقسیمین ہونگی۔

(۱) نگرانی امور مذہبی (۲) نگرانی امور اخلاقی و اجتماعی (۳) تصفیہ معاملات خفیفہ (۴) نگرانی امور مصالح و رفاہ عام۔

پس ان تقسیمون کے حصر ہوجانے پر جن کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع ہو ہی نہین سکتا، یہ نتیجہ نکلیگا کہ جن اسلامی سلطنتون مین ان منقسمہ و محدودہ امور یا انمین سے بعض قسمون کی کم و بیش اصلاح، یا اوسکا انسداد، و قطع و برید عمل مین آئی ہونگی وہ ضرور اسکی مستحق ہونگی کہ اونکو بھی صیغہ احتساب کے صدارت کے کرسی پر بعیت خلفاے بغداد، امویہ اندلس، مراکش، فارس، ہندوستان جگہ ملے، کیونکہ اس ابتدائی دور مین تمدنی ترقی مین جسقدر قوت رفتار تھی، اوسقدر اس صیغہ نے بھی فروغ پکڑا، اور اثر قبول کیا، پس اس لحاظ سے کسیطرح انکار نہین ہوسکتا کہ ان تقسیمون سے بعض تقسیمون کا وجود بوجہ الکمال عالم شاہد مین آچکا تھا، او بعض قسمون کی چند شاخین وجود پذیر ہوچکی تھین، اور بعض کتم عدم مین مختفی و مستتر رہین، مثلاً مذہبی امور کی نگرانی جسکے ضمن مین مولوی صاحب ممدوح نے مسلمانون کو پابند صوم و صلواۃ و زکواۃ و جماعت کرنا اور اونکو غیر شرعی

چیزون کے استعمال سے بجبر روکنا' جن اشخاص کی ذات سے کسی محلہ یا شہر مین مذہبی خرابیان پیدا ہون اونکو سزا دینا' وغیرہ وغیرہ داخل کی ہین ایسی باتین ہین جن سے کوئی مورخ انکار نہین کرسکتا کہ خلفاے امویہ دمشق نے اسمین غفلت کی ہو' اور خاصکر عمر بن عبدالعزیزؒ نے تو اسمین ایک تازہ روح پھونکدی جنکی سیرۃ کا دیکھنے والا شخص کبھی انکار کی جرات ہی نہین کرسکتا' مثلاً عاملین کو مدارس ومکاتیب قایم کرنیکا حکم دینا' احادیث نبوی کو جمع کرنیکی ہدایت کرنی' حضرت نافع کو دینی تعلیم کے لئے مصر بھیجنا' زکواۃ کے لئے شرعی حد شرح مقرر کرنی' اور قدریہ کے تشہیر خیالات سے مذہبی خرابیان پیدا ہونے کے خوف سے اونکو گردن زدنی قرار دینا' ایسے واقعات ہین کہ جو اس نمبر کے تحت مین بخوبی داخل ہوسکتے ہین - نمبر دوم یعنے اخلاقی کے تحت مین مولوی صاحب ممدوح نے کلمات ناشائستہ وغیر مہذب الفاظ کا استعمال کرنا' اور گلی کوچہ مین خرافات بکنا' اور مستطیع اور غیر معذور گداگرون اور سائلون کو سزا دینا اور اونکو کام مین لگانا داخل کیا ہے اوسکے لئے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے ذیل کے عملی واقعات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو آپنے امیر معاویہ کو گالی دینے والے شخص پر تین کوڑے اپنے ہاتھ سے لگائے تھے یا حضرت علیؓ کے شان کے کریہہ اور ناملایم الفاظ خطبات سے خارج کردیئے تھے' یا آل مروان کو ظرافت آمیز

---

۱ موطا امام مالک ۲ سیرۃ العمر بروایت ابراہیم بن میسرہ -

گفتگو، اور زیادہ گوئی پرچشم نمائی کرکے یہ کہکر باز رکھاتھا "کہ اگر ان ہزلیات وخرافات کی جگہہ تملوگ اپنی اوقات بزرگان دین کے حالات سننے اور مسائیل شرعیہ کے دریافت کرنے مین صرف کرو تو اس بیہودگی سے بدرجہا افضل وبہتر ہے" یا اون غیر معذور اشخاص کی حالات پر نظر کرنی چاہیے، کہ جنکے وظیفے بیت المال سے خلیفہ نے بند کرکے اونکو سوال وگداگری سے باز رکھاتھا[۲]۔

نمبر سویم یعنے معاملات خفیفہ کے نسبت ہماری تحقیقات محدود ہے۔ ممکن ہے کہ اسکا وجود اوسوقت نرہا ہو، یا تمدن نے اسدرجہ ترقی نہ کی ہو۔ یا ہمارے نظر سے نہ گذرا ہو، اسلیے ہم اسکو نظرانداز کرتے ہین۔ اور مولویصاحب کی تحقیق کی داد دیکر خاموش ہوجاتے ہین نمبر چہارم یعنے امور مصالح عامہ ورفاہ عام کے متعلق جسمین سڑک، سامان باربرداری وسواری، حمام، قبرستان، مساجد، بازار، مدارس، اشیاے تجارت، اوزان ولقود، ارباب پیشہ دار ارباب عمل شامل ہین۔ انکی نسبت ہم ناظرین کو اپنے اس کتاب کے مختلف صفحون کے جانب توجہ دلاتے ہین، اور اون سے بالتخصیص عاملین کے فرایض کی تشریح کے بیان کو ملاحظہ کرنیکی التجا کرتے ہین تاکہ مولویصاحب کے ذیل کے دعوی کی نوعیت اور اوسکا وزن معلوم ہوجاوے "کہ اموی حکومت دمشق کے صدسالہ عہد کی تاریخ مین محتسب اور اوسکے عہدہ کے فرایض کا ذکر میرے نظر سے نہین گذرا

---

[۱] تاریخ الخلفا [۲] سیرۃ العمر واقعہ عنبشہ وجریر بن خطفی شاعر

اور یہ بھی معلوم ہے کہ خلفائے اموی اس خدمت کو بذات خاص کبھی انجام نہین دیتے تھے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حکومت نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خدمت انجام نہین دی،،

ہمارا مقصود ذیل کے بیان سے یہ نہین ہے کہ ہم ایسے نامور محقق کے تحقیق پر جنکی علمی وتاریخی تحقیقات سے ہماری کتاب سرا سر لبریز ہے، حرف نی زنی، ونکتہ چینی کرین بلکہ صرف ہمکو اس دعوی کی اصلیت وحقیقت مین کلیتہً اتفاق نہین ہے۔

اس دعوی کے ابتدائی حصے کو تو ہم تسلیم کرتے ہین "کہ اموی حکومت دمشق کے صد سالہ عہد کے تاریخ مین محتسب اور اسکے عہدہ فرائض کا کہین پتہ نہین، لیکن اسکے دوسرے حصے کے ماننے مین ہمکو تامل ہے "کہ خلفاء اموی اس خدمت کو بذات خاص بہی انجام نہین دیتے تھے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حکومت نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خدمت انجام نہین دی،، چنانچہ اپنے دعوی کے ثبوت مین ہم چند واقعات کے طرف اس موقع پر اشارہ کئے دیتے ہین، جو صراحت کے ساتھ اس کتاب کے مختلف بیانون مین درج ہین۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا عمر بن ولید کو مزامیر کے ترویج سے روکنا، اشیائے تجارت مین چنگی کی ایک شرح معین کرنی، مسافرون کے لئے

سواریون اور باربرداریون کو بہم پہونچانے کو عاملین کے فرائض مین داخل کرنا، نیروز و مہرجان غیر اقوام کے عیدون کے دن اونکے تحف و ہدایا نہ لینے کے بابت حکم صادر کرنا، وغیرہ وغیرہ ایسی باتین ہین کہ جو صیغہ احتساب پر اگر کافی نہین تو مدہم روشنی ڈالنے کے واسطے غنیمت ہین۔

اسکے علاوہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ثبوت جرایم کے پہلے زجر و تہدید کے طور پر سزاے جسمانی دینی، او تازیانہ رسید کرنیکا بھی مجاز صاحب شرطہ ہوا کرتا تہا، اجراے حدود شرعیہ بھی وہی کرتا تہا، قصاص و خون کا انفصال بھی اسی کے ہاتھ مین تہا، اور جو لوگ جرایم اور ارتکاب منہیات سے باز نہین آتے تھے اونکی تعزیر و تادیب کا بھی اختیار صاحب شرطہ کو حاصل تہا، اور بادشاہ کی جان کی حفاظت بھی اوسی کے سپرد تھی، جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ جب رات کیوقت امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز مسجد مین تشریف لیگئے، تو ایک شخص کے آپکے پاؤن سے ٹھوکر لگی، اوسنے کہا! کیا تو پاگل ہے، آپنے کہا "نہین"، اسپر پولیس والون نے اسکو سزا دینی چاہی، مگر آپنے یہ کہکر ٹال دیا، کہ اسکا کیا قصور ہے، اوسنے تو مجھ سے یہ سوال کیا تو پاگل ہے مین نے بھی اوسکا جواب نفی مین دیا، نہین، پس قصہ پاک ہوا پھر اس معمولی سوال و جواب کے بدلے سزا کیسی۔

جیلخانے اور قیدیونکی قسمیں

اوس زمانہ مین قیدیونکی تین قسمین تہین۔ ایک تو وہ کہ جو جرائم پیشہ تھے۔ اور دوسرے وہ کہ جو ملکی قیدی کہلاتے تھے جنکا تعلق سلطنت کے کسی عہدہ اور صیغہ سے ہوا کرتا تھا۔ اور تیسرے وہ جنکو جنگی قیدی کہا جاتا تھا۔ جنکے جیلخانون اور قیدخانون مین بھی تفریق رہا کرتی تھی۔ اور تینون انکی جیل کے اندر قید اور محبوس نہین کئے جاتے تھے۔

ہر قسم کے قیدیون کے قید کے مکانات علحدہ علحدہ ہوتے تھے

جرائم پیشہ قیدی تو جیل مین رکھے جاتے تھے جو مرکز خلافت سے لیکر بڑے بڑے مقامات پر خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے آبا و اجداد کے وقت مین بنکر تیار ہو چکے تھے۔ اور ملکی قیدی کسی قلعہ یا مضبوط و مستحکم مکان مین قید رکھے جاتے تھے۔ جیساکہ یزید ابن مہلب کو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے قلعہ حلب مین قید و بند رکھنے کا حکم دیا تہا۔ اور وہین وہ اوسوقت تک پابزنجیر و محبوس رہا تہی کہ بوقت انتقال خلیفہ وہان سے مفرور ہوگیا۔

جنگی قیدی۔ یا تو علی العموم اہل فوج کو تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ یا شاہی غلامون کے زمرہ مین داخل ہوکر زندگی بسر کرتے تھے۔ اور سلطنت اونکے مصارف کی ذمہ دار و کفیل ہوتی تھی۔ اور یا فوج مین بھرتی ہو جاتے تھے۔ اور اپنی تنخواہون پر گذر اوقات کرتے تھے۔ اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ اور جو انمین زیادہ سرکش اور باغی و بانی فساد افسر و غیر افسر ہوتے تھے وہ قتل کردیئے جاتے تھے۔

صیغۂ فوج وکمسریٹ

فوجی دفتر کی بنیاد مدینہ مین اوّل عمر بن الخطاب کے ہاتھون پڑی اس دفتر مین مسلمان مردونکے نام لکھے گئے۔ اونکے وظیفون کی شرح قرار پائی۔ ابتداءً یہ فوجی دفتر نہین کہلاتا تھا بلکہ صرف "دیوان" کے لفظ سے تعبیر کیاجاتاتھا۔ اسمین تمام مہاجر و انصار اور اونکے تابعین و متعلقین کے نام بشرح تنخواہ درج کیے جاتے تھے۔ اس صیغہ کی مختلف شاخین تھین۔ کوئی مراسلت (پیغام رسانی) کے لیے کوئی عطا (تقسیم تنخواہ و انعامات) کے غرض سے۔ اور کوئی شاخ فوجی وجنگی مصارف یا دیگر مختلف ضروریات وقت کے لیے۔ باوجود اسکے کہ مسلمانون کی عام جماعتون کے علاوہ فوج کی ایک علیحدہ جماعت کا انتظام کرنا حضرت عمر کے عہد مین دفاتر کھُلنے کے وقت شروع ہوا لیکن اوسکی تکمیل بنوامیہ کے عہد مین ہوئی۔ تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگی خدمت کا لزوم اور باقاعدہ فوجی ملازمت کا دستور زمانہ بنوامیہ کے وسط مین شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے لوگ دینی جہاد کے طور پر لڑائیون مین شریک ہوکر مال غنیمت اور اپنے ہاتھون سے قتل کیے ہوئے دشمن کے مال اور حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ روزینون سے

۱ تمدن اسلام

فائدہ اوٹھاتے تھے ۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد گوکہ مسلمان چندے خانہ جنگیون مین مصروف رہے لیکن جبکہ کاروبار حکومت بنو امیہ کے قابو مین آگیا اور مسلمانونکی حکومت متحد ہوگئی اور اموی عنصر کے غالب آجانے نے گروہ بندیون کا زور گھٹ گیا تو اوسوقت لوگ آرام وسکون کے جانب مائل ہونے لگے اور جنگ کا شوق مدہم پڑنے لگا تو یہ حالت دیکھکر خلفا مجبور ہوئے کہ فوجی ملازمت کا سلسلہ شروع کرین ۔ سب سے پہلے جس شخص نے فوجی ملازمت کی بنیاد ڈالی وہ حجاج ابن یوسف تھا اور اوسنے عبدالملک بن مروان کے عہد مین یہ سلسلہ قایم کیا ۔ اسکے بعد سے یہ ایک قابل عمل طریقہ بن گیا اور فوجی خدمات لازمی ہوگئین ۔

فوجی ملازمت لازمی کا آغاز

فوجیون کی عمر کی داخلہ کی مدت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو یہ حکم بھیجکر قرار دیا کہ صرف پانزدہ سالہ لوگون کو عطیہ بیت المال سے ملیگا ۔ اور اس سن سے کم عمر کے لوگ عیال مین داخل ہین (الندوہ) ۔

فوجیون کی داخلہ کی عمر

اسلامی فوج کی دو قسمین تھین (۱) تنخواہ دار (۲) خوشی خاطر سے فوجی خدمت انجام دینے والے (مطوعہ یعنی والنظیر) یہ دونون جماعتین زیادہ تر اہل عرب ہی کی ہوتی تھین ۔ جو اپنے نسب کے لحاظ سے یا تو قحطان کے جانب راجح ہوتی تھین اور وہ لوگ یمن کے باشندے تھے ۔ یا عدنان سے

فوج کی قسمین

۱ تمدن اسلام

منسوب ہوتی تھین۔ فوج مین ان دو گروہون کے سوائے آزاد شدہ غلامون اور جنگی قیدیون اور موالیون کی ایک کافی تعداد ہوا کرتی تھی[1]۔

ان فوجی ملازمون کے علاوہ افواج خلافت مین کچھ اور خدمتی گروہ بھی ہوتے تھے جو مندرجہ ذیل ہین۔ (۱) نشاب (تیر انداز) (۲) نفط (ایک مشتعل جلانیوالا تیل جس سے دشمن کے قلعون وغیرہ کو آگ لگاتے تھے) پھینکنے والا (۳) منجنیق چلانیوالے جو اوس زمانہ مین توپچیون کے قایم مقام تھے (۴) عیار گوپھن کے ذریعہ سے پتھرون اور ڈھیلون کے مارنیوالے نیز فوج کے لئے طبیبون اور جراحون کا ایک عملہ رہتا تھا۔ جو امن اور جنگ ہر حالت مین موجود رہتا تھا۔ جسطرح آجکل کے متمدن اقوام مین فوجی ہسپتال ضرور ہوتے ہین[2]۔

فوجی عطیات سے اونکے وہ وظیفے اور تنخواہین مراد ہین جو سال کے اندر مقررہ اوقات مین فوجیون کو ملتی تھین۔ حضرت عمرؓ کے عہد مین جب دفتر ترتیب ہوا تو لوگون کے وظائف مین باعتبار نسب و سبقت اسلام کے نمبر کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی۔ اور ہر ایک کا رتبہ قرابت نبوی یا سابق الاسلام ہونے کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ اور افسرونکی تنخواہ کی تعداد چار ہزار سے پانچہزار درہم تک مقرر ہوئی۔ اور سپاہیون کی تین سو سے پانچسو درہم تک۔ یہ تنخواہین اون نقد وظائف کے جو اونکی بی بی بچون کو ملا کرتی تھی اور اوس اجناس کے علاوہ تھین

---

[1] ماخوذ از تمدن اسلام [2] تمدن اسلام و الفاروق (علامہ شبلی)۔

ہر ایک شخص کو دو جریب ماہوار کے حساب سے ملا کرتا تھا۔ ایک جریب ۳۶۰۰ گز مربع
ہوتی تھی اور اس سے یہ مراد تھی کہ اس رقبہ مین جتنا غلہ پیدا ہو وہ اہل فوج کا حق
ہے۔

خلاصہ یہ کہ اوائل اسلام مین چھوٹے چھوٹے فوجی سپاہیون کی تنخواہین
بھی اس زمانہ کے سپاہیون سے زیادہ ہوتی تھین[1]۔ بعد ازان بنو امیہ مین امیر معاویہ
نے ضرورتاً فوج کے وظائف بڑھا دیئے۔ اونکی فوج مین ساٹھ ہزار سپاہ تھی۔
جنپر وہ سالانہ ساٹھ ملین درہم صرف کرتے تھے[2]۔

یزید بن مروان اور عبد الملک کے زمانہ مین بھی یہی عطیات قایم رہے
عبد الملک کو چونکہ ایک اور سخت دقت یہ تھی کہ اوسکے عہد مین بہت سے دعویدار
پیدا ہو گئے تھے۔ اسوجہ سے وہ انعام واکرام اور زیادہ دیتا رہتا تھا۔ حجاج نے
عبد الملک کے حکم سے جو فوج رتبیل پر حملہ کرنیکو بھیجی تھی اوسکی تعداد چالیس ہزار
تک تھی اور اس لشکر کے روانگی کے مصارف مین دو ملین درم صرف ہوئے
تھے۔ عبد الملک سے لیکر ولید بن یزید کے زمانہ تک یہی صرفی رہا۔ ولید بن
یزید نے متولی خلافت ہوکر فوج کی عطیات مین دس درم کا اور بھی اضافہ کر دیا۔
دولت بنی امیہ کے آخر زمانہ مین فوج کے وظیفے گھٹتے گھٹتے پانچسو درم سالانہ
تک باقی رہگئے تھے[3]۔ اور عمر بن عبد العزیز الیفہ ایک شخص ایسے تھے کہ جنھون نے

---

۱ تمدن اسلام ۲ تمدن اسلام ۳ تمدن اسلام۔

سپاہیونکی تنخواہون مین توکچھ تغیر و تبدل نہین کیا لیکن انعام و اکرام کے دروازے بند کردیئے۔

بنوامیہ کی حکومتون مین فوج کی کیا تعداد رہی ! یہ ایک ایسی بات ہے جسکا پتہ نہین چل سکتا مگر ہم اوس تعداد پر غور کرکے جو خلفا جنگ کیوقت میدان مین لاتے تھے یہ استدلال کرسکتے ہین۔ کہ بیشک اونکے یہان کی فوج بہت زیادہ تھی چنانچہ یزید[1] بن مہلب نے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ مین صرف جرجان اور طبرستان پر حملہ کرنیکے لئے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ روانہ کی تھی۔ جنکو باقاعدہ تنخواہین ملتی تھین۔ اور والنٹیر اسکے علاوہ تھے۔ پس ظن غالب یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز جو بعد سلیمان کے سریرآراے خلافت ہوئے اونکے زمانہ مین بھی یہی تعداد فوج کی رہی ہو بلکہ اور زیادہ۔ کیونکہ اولاً اس خلیفہ کے زمانہ مین فوجونکی تخفیف یا اونکی تنخواہون کی کمی کے بابت کوئی بات ہمکو تاریخون مین نہین ملتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یورپ مین فتوحات آپکے وقت مین زیادہ ہوگئے تھے۔ اسلیئے لامحالہ فوجونکی تعداد بھی بڑھ گئی ہوگی۔

ابتداے اسلام مین اہل عرب اسی اصول پر قایم رہے جو اونکے عہد جاہلیت سے فوجی نظام کے متعلق رائج چلا آیا تھا۔ اسی لحاظ سے اونھون نے فوجی سپاہیون کو بہت سے عریفون پر تقسیم کردیا تھا۔ ہر عریف کے ماتحت

[1] یہ وہی خودسر افسر ہے جسکو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے وقت مین معزول کیا تھا۔

فوجی عہدے

دس سپاہی ہوتے تھے اور فوج کی کمان افسری ایسے لوگون کو دیجاتی تھی جو سابق الاسلام یا شجاع ہوتے تھے۔ چنانچہ اسلامی فتوحات کے ابتدائی زمانہ مین اونکے فوجی نظام کی وہی صورت رہی۔ اسکے بعد عریف لوگونکی تعداد سات کر دیگئی اور ہر عریف کے ماتحت ۳۰۔ ۴۰ سپاہی رہنے لگے۔ کسی عریف کے ماتحت صرف ۲۰ ہی جوان رہتے تھے۔ ان عریف لوگون پر جو افسر ہوتے اونکو (امراے اسباع) کے نام سے موسوم کیا جاتا تہا۔ انکے ذمہ یہہ خدمت بھی ہوتی تھی۔ کہ فوج کی تنخواہین صدر دفتر سے برآمد کر کے عریف لوگون پر بانٹ دیتے تھے اور یہ لوگ اپنے ماتحت سپاہیون کو تقسیم کر دیتے تھے۔ بنی امیہ کے عہد مین یہی رتبے بدستور قایم رہے اور اسمین کسی قسم کا تغیر و تبدل بہت کم ہوا[1]

فوجی معائنہ اور صفون کی درستی کا طریقہ

مسلمانون مین فوجی معاینہ کا دستور آغاز اسلام ہی سے قایم ہو چکا تھا کیونکہ خود سرور کائنات بہ نفس نفیس اپنے اصحاب کا جنگ کیوقت معائنہ فرماتے تھے چنانچہ کتب سیر مین آیا ہے کہ حضور اقدس نے بدر کبری سنہ ۲ھ مین اونکا معائنہ کیا تہا۔ اور اونکو کئی صفون مین کہڑا کر کے صفون کو درست اور سیدہی بنانیکی کوشش کی تھی جسوقت آپ صفونکو درست فرما رہے تھے آپکے ہاتھ مین ایک سادہ تیر تہا۔ آپ سواد نام ایک شخص کے پاس ہوکر گذرے جو صف کی سیدہ سے ہٹکر کہڑا تہا۔ آنحضرت نے اوس تیر کو جو آپکے مبارک ہاتھون مین تہا اوس شخص کے پیٹ مین چبھو کر فرمایا "استویا سواد بن غزیہ

[1] تمدن اسلام

اسے غزیہ کے بیٹے سواد سیدھا اور برابر ہو جا آخر کار آپ صفوف کی ترتیب ودرستی سے فارغ ہو کر اوس خیمہ مین واپس تشریف لائے جو صحابہ نے آپکے لئے زمین میدان جنگ مین نصب کر رکھا تھا۔

خلفائے راشدین بھی اسیطور پر فوج کا جائزہ لیتے رہے۔ اور اوسکے بعد بنوامیہ نے بھی اس وضع کو قایم رکھا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین ایک واقعہ سے بھی یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ اس زاہد و کریم النفس خلیفہ کے زمانہ مین بھی فوجی معاینہ کی رسم اپنی اصلی حالت پر قایم رہی۔ چنانچہ آپنے ولید بن ہشام معیطی اور عمر بن قیس کندی کو ۱۰۰ھ مین جب صائفہ یعنی ملک مغرب مین جہاد کیواسطے روانہ کیا تو اوسوقت سب سامان رسد کا اونکی فوج کے ساتھ کر دیا۔ اور فوج کے معائنہ کے وقت اونکو یہ ہدایتین فرمائین۔ لشکر کی پیشروی نہ اختیار کرنا ورنہ قتل ہو جاؤ گے۔ اور نہ پیچھے رہنا ورنہ نامرد و بزدل کہے جاؤ گے بلکہ اپنی جگہ وسط لشکر مین رکھنا۔ اور ایسی بلند و فراخ جگہ اپنے لئے تجویز کرنا کہ تمھاری آواز فوج کے کان تک پہونچے۔

اگرچہ یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک رتبہ کیواسطے ایک علامت اس قسم کی مقرر ہو جسکی وجہ سے وہ عہدہ دار دوسرے عہدہ دار سے متمایز ہو سکے۔ چنانچہ آجکل فوجی افسرون مین دیکھا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے متمایز ہو عام فوجی سپاہیونسے

ـــــــــــــــــــــــــ

لہ تمدن اسلام

نمایان ہوتے ہین لیکن جہانتک ہماری تحقیق ہے ہم اس زمانہ تک کوئی ایسی علامت یا نشان فوجون مین یا فوج کے افسرون کے لئے مخصوص نہین پاتے - ہان البتہ گھوڑون کا داغ دیا جانا ضرور اسی قبیل سے تہا کہ حکومت کے گھوڑے اور گھوڑون سے شناخت ہوسکین - اس کام کے لئے ہر ایک بادشاہت کا ایک خاص نشان تہا - بنو امیہ کے عہد مین فوجی اور شاہی گھوڑون کی علامت "عدہ" کا لفظ تہا جسے گرم کرکے گھوڑون پر داغ لگاتے تھے - اہل عرب ایام جاہلیت مین اپنے اونٹون کے ساتھ بھی یہی کرتے تھے - اونکے یہان ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ "میسم" ٹھپہ تہا جس سے اوس قبیلہ کے اونٹ دوسرے گھرانون کے اونٹون سے پہچانے جاتے تھے - یہ بات کچھ اوس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ آجکل کی مہذب گورنمنٹین بھی ایسا ہی کرتی ہین -

فوجی علامات

امام مالک موطا مین تحریر فرماتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ ہمکو حدیث پہونچی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم فوج روانہ کرتے تھے تو کہتے تھے - اونسے جہاد کرو اللہ کا نام لیکر اللہ کی راہ مین - تم لڑتے ہو اون لوگون سے جنہون نے کفر کیا اللہ کے ساتھ - اور نہ چوری کرو - نہ اقرار توڑو - نہ کان ناک کاٹو - اور نہ مارو بچون اور عورتون کو - تجھکو لازم ہے کہ یہ حکم ہمارا عام اپنی فوج اور لشکر مین پہونچا دے -

فوجی ہدایات

۱؎ تمدن اسلام

رایت کی تاریخ بہت قدیم ہے - زمانہ قدیم کے مصری فرمان روا یان - اور اونکے معاصرین نے اسکے استعمال کی بنیاد ڈالی - اسلام سے قبل عرب جاہلیت مین بھی اسکا استعمال عام تہا - ہر قبیلہ کا ایک نشان ہوتا تہا جسکے نیچے میدان جنگ مین وہ جمع ہوا کرتا - یہ علمدار کسی موقع پر بنو امیہ کے گہرانہ سے ہوتا تھا اور کسی موقع پر بنو عبد الدار کے خاندان سے -

سیرۃ حلبیہ مین لکہا ہے کہ غزوہ بدر کبریٰ مین مسلمانون کے پاس تین نشان تہے - ایک سفید تہا آنحضرت نے اوسکو مصعب بن عمیر کے حوالہ فرمایا تہا - اور باقی دو سیاہ تہے جنمین سے ایک کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اوٹھائے ہوئے تہے - اور یہ نشان عقاب کہلاتا تہا -

اور دوسرا علم سیاہ ایک انصار کے ہاتھ مین تہا - اور اونکے علاوہ جو مہر دار کا نشان تہا اوسکو ابو سفیان لئے ہوئے تہی - اسکا نام بھی عقاب ہی تہا

اسکے بعد مسلمانون کی حکومتین متعدد قایم ہوگئین تو نشانون کی قسمین بھی اونکے ہان بکثرت ہوگئین - اونکی شکلین طرح طرح کی ہونے لگین - اور رنگ برنگ کے فوجی نشانات ظاہر ہونے لگے - چنانچہ بنو امیہ کے فوجی نشان کا رنگ گہرا سرخ تہا - علوی حکومت کے داعیون کا سفید - اور بنی عباس کا سیاہ - اور عباسیون کی تو ساری وردی ہی سیاہ ہوتی تھی -

---

۱ تمدن اسلام و ابن خلدون -

ہتھیار

ایام جاہلیت میں عرب کے یہان تلوار، نیزہ، تیر و کمان۔ اور ڈھال کے علاوہ اور کسی قسم کے اسلحہ نہین تھے۔ لیکن جب اونکے تعلقات وسیع ہوگئے اور عجمیون سے اونکا میل جول بڑھا تو اہل عرب خنجر، تیر اور فاس وغیرہ استعمال کرنے لگے۔ اور موقع اور وقت کے مطابق اونمین تفنن بھی کیا گیا۔ جیسا کہ دمشق کی بنی ہوئی تلوار ملک عراق کی ساختہ تلوار سے جداگانہ۔ اور مصر کی بنی ہوئی زرہ اندلس کی بنی ہوئی زرہ سے علیحدہ تھی۔

محاصرہ کے قلعہ شکن آلات

اہل عرب کے یہان محاصرہ کے آلات بالکل نہ تھے کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے کہ قلعون کا محاصرہ کرین اونکے رہنے کے مکانات کھلے میدان مین ستادہ کئے ہوئے خیمے ہوتے تھے جنکی حفاظت بجائے خندقون اور شہر پناہ کی تعمیر کے وہ اپنی ہمت اور شجاعت سے کیا کرتے تھے۔ اور نہ وہ غیر ملکون پر کبھی حملہ آور ہوتے تھے کہ اونکو ان آلات کی ضرورتین پیش آوین۔

اہل عرب نے سب سے پہلے جس خندق کی بنیاد ڈالی وہ وہ خندق تھی جو جنگ احزاب کے دن ۵ھ مین مدینہ کے گرد حضرت سلمانؓ فارسی کی راے اور مشورہ سے تیار کی گئی تھی۔ مگر جب اہل عجم سے انکا میل جول بڑھا تو جن چیزونکا اقتباس اونھون نے اہل عجم سے کیا۔ منجملہ اونکے آلات محاصرہ بھی تھے۔ اور

---

۱ تمدن اسلام ۲ حضرت سلیمانؓ اون بلند پایہ اصحاب مین ہین کہ جنکی نسبت حضرت سرورکائنات نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ سلمان منا اہل البیت سلمان ہمارے اہل بیت سے ہین۔

انمین بھی اہم آلات حسب ذیل تھے منجنیق۔ دبابہ کبش اور یونانی آگ سیرۃ حلبیہ مین لکھا ہے کہ اس آلہ منجنیق کو سب سے پہلے آنحضرت نے محاصرہ طائف مین استعمال کیا تھا جس کے استعمال کی ترکیب سلمان فارسی نے تبلائی تھی۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آلہ کو خود سلمان فارسی نے اپنے ہاتھون سے تیار کیا تھا۔

اسی کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ جس زمانہ مین مسلمانون نے خیبر کا ایک دشوار گذار قلعہ فتح کیا ہے تو اوسمین وہان سے کئی منجنیق اور دبابے دستیاب ہوئے تھے۔ اور بعد ازان ۹۳ھ مین محمد بن قاسم نے ولید کے زمانہ مین ہندوستان کے ایک بہت بڑے بتخانہ کو اسی منجنیق کے ذریعہ سے توڑ ڈالا تھا منجنیق کی بہت سی قسمین تھین جنمین بڑی چھوٹی اور لبلیون اور کمانیون کے ذریعہ سے کھینچنے والی یا گوپھن کیطرح چرخ سے چلنے والی ہوتی تھین۔

دبابہ ایک چلائیکا آلہ ہوتا تھا جو بھاری بھاری لچکدار لکڑی کے تختون سے بنا کر سرکہ مین تر کئے ہوئے نمدون اور کھالون سے منڈھا جاتا تھا کہ اوسپر آگ نہ اثر کر سکے! اوسکے بعد پہیون پر چڑھا کر اوسے چلاتے۔ کبھی اسی ترکیب سے ایک لکڑی کا برج تیار کرتے اوسکو بہت سے لوگ گول گول پہیون کے ذریعہ سے ڈھکیلتے لیجاتے تھے۔ کچھ لوگ اوس کے اوپر چڑھ جاتے تھے۔ اور اوسپر سے

۱؎ تمدن اسلام کا مصنف اگرچہ اسکو عجمیون کی ایجاد تبلاتا ہے لیکن ابو ہلال عسکری نے کتاب الأوائل مین علانیہ دعویٰ کیا ہے کہ منجنیق جسکو لوگ عجمیون کی ایجاد تبلاتے ہین خاص زمانہ جاہلیت کے عربونکی ایجاد ہے۔ پہلے پہل جذیمۃ الابرش کیلئے جو قدیم زمانہ مین عرب کے سرحدی اضلاع ارض حیرہ کا بادشاہ تھا یہ آلہ وضع ہوا تھا چنانچہ اسکی تصریح ابن خلکان نے بھی صفحہ ۳۴۱ جلد ۲ مین کی ہے۔ اور اگر ابن قتیبہ کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو ماننا پڑیگا کہ صرف منجنیق ہی کی ایجاد اسکے زمانے مین نہین ہوئی بلکہ جوتیان بھی پہلے پہل اسی کیلئے بنائی گئین اور شمعین بھی ابتداءً اسی کے محلون مین استعمال ہوئین (ملاحظہ ہو کتاب المعارف ص ۲۱۴)

شہر پناہ کی فصیلون پر چڑہ جاتے۔ ابتداءً اسکو قدیم اہل مصر نے اور صور والون نے استعمال کیا تھا۔ اوسکے بعد یونانی۔ پھر رومانت اور پھر فارسیون نے اخذ کیا۔ اور آخیر مین مسلمانون نے اس سے کام لیا۔ یہ آلہ گویا تھا گویا پہیون پر چلنے والا ایک قلعہ ہوتا تھا جسکے وسیلے سے فصیلون پر دہاوہ کیا جاتا تھا۔ اور محصورین سے اوسپر چڑھکر جنگ کیجاتی تھی۔ کبھی قلعہ کی دیوارین منہدم کرنیکے لئے دبابہ کو کام مین لاتے تھے۔ اوسے چلاکر دیوار کے نیچے پہونچا دیتے تھے اور اوسکا سر نوکدار بناتے تھے تاکہ اوس سے دیوارون کو ٹکراکر کھود ڈالین۔[1]

کبش

کبش بھی دبابہ کی شکل کا ہوتا تھا۔ لیکن اتنا فرق تھا کہ اوسکا سر آگے کو مینڈھے کے سر سے مشابہ اور نکلا ہوا رہتا تھا۔ جسکے اندر لوگ بیٹھتے۔ اور کبش کو بھی قلعہ یا شہر پناہ کی دیوارین منہدم کرنیکے کام مین لاتے تھے۔ مذکورہ بالا کبش کا سر لکڑی یا لوہے کی ایک موٹی سی بلی مین لگا ہوتا۔ اور وہ بلی دو رسیون مین دبابہ کی چھت سے لگی ہوئی رہتی تھی جو چرخیون پر کھچا کرتی تھی یا لٹکا کرتی تھی تاکہ اوسکے کھینچنے مین آسانی ہو۔ اس طریقہ پر صرف ایک آدمی کبش کے اندر یا اوسکے پیچھے سے اوس سر کو دیوار مین مارتے رہنے کے لئے کافی ہوتا۔ یہانتک کہ اوسے کھود کر سوراخ بنا لیتا تھا۔

اہل عرب نے روم والون سے جن چیزون کا اقتباس کیا منجملہ اوسکے ایک

---

[1] تمدن اسلام والفاروق۔

چیز یونانی آگ ہے - یہ آگ اہل مین مشرق والون کی اختراع ہے - کیونکہ ایشیائے
اپنی لڑائیون مین ایک قسم کا بیدہڑک جلنے اور پھٹنے والا مرکب مصالحہ استعمال
کیا کرتے تھے جسکی خبر یورپ والون کو ساتوین صدی عیسوی تک نہ ہوئی تھی۔
مگر مسلمانون نے اسکا استعمال شروع صدی سے کرنا شروع کر دیا تھا۔ مورخین
کا بیان ہے کہ جس آگ سے عبداللہ بن زبیر کو محاصرہ مین لیتے ہوئے حصین
بن نمیر نے خانہ کعبہ کو جلا دیا تھا وہ اسی قسم کی مشتعل مادہ سے لگی تھی۔

حالت جنگ مین فوجی نظام

اہل عرب زمانہ جاہلیت مین کسی قاعدہ اور فوجی نظام کے پابند نہ تھے۔
جسوقت وہ اپنے دشمنون سے لڑنے کے لئے تیار ہوتے تھے تو یکبارگی
اونپر ٹوٹ پڑتے تھے اور جب دیکھتے کہ اونھین کسی قسم کی کمزوری لاحق ہو رہی
ہے تو فوراً بھاگ نکلتے اور پھر پلٹ کر حملہ کرتے - اور یا دفعہ دفعہ کر کے ایک
فرد نبرد آزما سے ایک مرد مقابل ہوتا - اور جب دو چار مرد یکے بعد دیگرے قتل
ہو جاتے تو یکایک کل جانبین کی فوجین ایک دوسرے سے گتھ جاتین غرض
اسیطرح بلا کسی نظام وقاعدہ کے عرب لڑتے تھے اور اسکو وہ اپنی زبان مین
کر دفر سے تعبیر کرتے تھے[۱] - مگر جب اسلام کا ظہور ہوا تو منجملہ اوسکے احکام

---

[۱] تمدن اسلام والفاروق [۲] تمدن اسلام - الفاروق

کے ایک حکم جنگ مین صفین مرتب کرنیکا بھی ہوا - جو اس آیت مین وارد ہے
ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص" -
(بیشک اللہ پاک اونلوگون کو دوست رکھتا ہے جو اوسکی راہ مین بنیان مرصوص
کیطرح صف باندھکر لڑتے ہین) یعنی جسطرح دیوار مین ایک اینٹ دوسری اینٹ
کی مدد ہوکر باہمی استحکام و استقامت کا باعث ہوتی ہے اسیطرح وہ لوگ ایک دوسرے
کے استقلال و پامردی کا وسیلہ ہوجاتے ہین - جو قریب قریب ملکر سیدھی صفین
مین ایستادہ ہون - اور حدیث مین آیا ہے المومن من کبنیان مرصوص یشد
بعضہ بعضاً - اسی بنا پر آنحضرت کے عہد مبارک مین مسلمانونکی لڑائیان صف
بندی کے ساتھہ ہوا کرتی تھین - اور اس طریقہ کو (زحف) کے لفظ سے تعبیر
کیا جاتا تھا - وہ لوگ اسطرح صفین سیدھی کرتے تھے جسطرح نماز کے لیے صفین
سیدھی بناتے ہین اور اوسی انداز سے صفین باندھے اور قدم ملائے ہوئے
دشمن پر بڑھتے تھے -

آنحضرتؐ کے زمانہ مین فوج جب قلیل ہوتی تو ایک ہی ورنہ فوجین دو
صفون مین مرتب ہوتی تھین - خلفاے راشدین کے عہد مین مسلمانون کی
جب کثرت ہوئی تو پھر اونکی کئی صفین بننے لگین - اس صف بندی مین سپاہیان
کے اسلحہ اور خاص حالات پر لحاظ کرکے مقدم و موخر صفین بنائی جاتی تھین
یہان ہم نمونہ کے طور پر اوس وصیت کا ذکر کرتے ہین جو حضرت علیؓ کے مشہور

خلفاے راشدین کے زمانہ کی فوجی نظام

جنگ صفین کے دن سنہ ۳۷ھ مین آپنے فوجی لوگون کو فرمائی تھی۔ اس وصیت کے مختصر ہی لفظون سے یہہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ جنگ کیوقت فوجی نظام کی کیا حالت ہوتی تھی۔

"اپنی صفین سیدہی کرو۔ اونھین مضبوط دیوار کیطرح بنالو۔ زرہ پوشون کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے۔ دانتون کو بھینچ لو۔ کیونکہ یہ صورت "ہام" سے زیادہ تلوارونکی ضرب مین قوت پیدا کرنیوالی ہے۔ نیزہ کی سنانین باہم ملالو۔ اس سے سنانونکی حفاظت ہوتی ہے۔ آنکھین نیچی کرلو اس سے دل خوب مضبوط رہتا ہے۔ اور قلوب کو تسکین رہتی ہے۔ آوازین پست رکھو اسلئے کہ یہ صورت ہمت اوٹھانیکو دور بھگانے والی ہے۔ اور وقار کے لئے اولی ہے۔ اپنے نشانونکو قایم رکھو اونھین جھکنے نہ دو۔ اور جو لوگ تم مین بہت بہادر ہین اونکے سوائے نشانون کو کسی اور کے حوالہ نکرو۔ صدق اور صبر سے مدد لو اسلئے کہ صبر ہی کے اندازہ سے فتح و نصرت نازل ہوتی ہے" بنو امیہ کے زمانہ سے قبل اگرچہ کرادیس (تعبیہ) کی بنیاد پڑچکی تھی اور اوسکو حضرت خالد نے سنہ ۱۳ھ کے مشہور واقعہ یرموک مین استعمال کیا تھا اور بعد ازان سنہ ۱۴ھ کی جنگ قادسیہ مین سعد ابن وقاص نے بھی اسی ترتیب سے کام لیا تھا چنانچہ وہی ترتیب تعبیہ کی بنو امیہ کے زمانہ مین بھی جاری وساری رہی۔ کرادیس کی ترتیب یون ہوتی تھی کہ جنگ کیوقت فوج کے کئی حصے کردیا کرتے تھے۔ جنھین یونانی زبان مین "کورتیس" کہتے تھے

اس لفظ کے معنی ٹکڑہ یا فوجی جماعت کے ایک حصہ کے ہین - ہر ایک کردوس
کئی کئی صفین کرکے اوسے فوج مربع کی شکل مین بنا لیتے تھے - بادشاہ یا کپتان
یا اعلی سپہ سالار اور اوسکے حاشیہ کے لوگون کو مع نشانون اور شعار وغیرہ
کے ایک کتیبہ مقرر کرکے بیچ مین استادہ کرتے اور اوسے قلب کے نام سے موسوم
کرتے تھے اس کتیبہ کے مقابل سامنے کیطرف اور کتیبہ ہوتا جو بطن غالب صرف
سوارون سے مرتب و قایم کیا جاتا اوسکا نام مقدمہ ہوتا - بادشاہی کتیبہ کے
داہنی طرف ایک کتیبہ "میمنہ" کا اور بائین طرف "میسرہ" کا متعین کیا جاتا اور ایک
ٹکڑہ فوج کا سب سے پیچھے رہتا جسکو ساقہ کہتے تھے اور جو عبد الملک بن مروان
کا ایجاد کردہ[1] تھا جسکی صورت حسب ذیل ہے -

مقدمہ

میمنہ   قلب الجیش   میسرہ

ساقہ

اوائل اسلام مین نظم و ترتیب لشکر کا کوئی خاص علم نہ تھا - بلکہ اہل عرب

---

[1] علامہ ابن خلدون کی اس تحقیق کو اگرچہ علامہ شبلی نے غلط ثابت کردیا ہے اور ساقہ کا وجود حضرت عمر کے زمانہ مین بیان کیا ہے لیکن مین ان دونون محققین کے خلاف ہون - میری رائے ہے کہ ساقہ کا وجود آنحضرت ہی کے زمانہ مین قایم ہوچکا تھا جسکو اوسوقت کے اصطلاح مین ثمیس کہتے تھے - فرق صرف اسقدر تھا کہ یہ ساقہ فوج سے اور وہ قافلہ سے تعلق رکھتا تھا جو عقب مین چلا کرتا تھا بظاہر یہ مفہوم ساقہ کے مفہوم سے شاید کسیقدر مختلف معلوم ہو لیکن سلسلہ ارتقا ماننے والون کی نزدیک یہ ساقہ اوسکی صورت مکملہ ہے -

اپنے خیمون کے نصب کرنے مین اور اونکو ترتیب دینے مین اوس ڈہنگ پر چلتے تہے جسپر وہ زمانہ جاہلیت مین چلا کرتے تھے۔ امیر کا بڑا خیمہ وسط مین ہوتا تھا اور اوسکے گرد ماتحت افسرون اور خاص لوگون کے خیمے نصب ہوتے تہے اگر اونکے ساتھہ عورتین اور بچے ہوتے تو اونکو وہ لوگ پیچھے ٹہراتے۔ مگر اونہون نے جب بال بچون کا ساتھہ رکہنا ترک کیا۔ تو اونہون نے کیمپ قایم کرنے مین روم اور فارس والون کی اتباع کی۔ اور حسب اقتضاے حالات اوسمین تفنن بھی کیا۔ اور جس زمانہ مین فوجی فرقون کی تعداد بڑہ گئی۔ حاشیہ لوگون اور غلامونکی کثرت ہوئی تب فوجی کیمپ نے ایک خاص بارونق وآباد شہرونکی صورت اختیار کرلی جسمین فوجی سپاہیون کے علاوہ منشی عالم طبیب کحال اور نقارہ نواز بھی ہوا کرتے تھے۔

بار برداری کے جانورون اور سواریون کے محافظ ذخایر غلہ ورسد یعنی کمسریٹ کے ملازمین وغیرہ بھی ہوتے تھے مسلمانون مین فراہمی رسد کے بنوامیہ کے زمانہ مین وطریقے رائج تہے جو آجکل کے ملکی حکام کے فراہمی رسد کے طریقہ سے بالکل مخالف تھے۔ ایک یہ تہا کہ مسلمان جو ذمیون سے چار دینار جزیہ لیتے تھے منجملہ اوسکے بسا اوقات دو دینار نقد لیتے یا دو دینار کے عوض اجناس وغیرہ کے لینے پر اکتفا کرتے تہے۔ جو کمسریٹ یعنی شاہی

۱؎ تمدن اسلام والفاروق

غلہ خانہ یا ہر ولایت کے صدر مقام کے غلہ خانوں مین جمع اور محفوظ رہتا تھا۔ اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جن ممالک پر حملہ کرنے کی غرض سے اوسکے قریب کیمپ ڈالتے تھے وہانکی رعایا اور عوام سے جبراً و قیمتاً غلہ و مویشی وغیرہ لیکر اپنے مصرف مین لاتے تھے۔ اور جب محاصرہ مین زیادہ طوالت دیکھتے تھے تو وہین کاشتکاری کر کے اپنی گذراوقات کی سبیل نکال لیتے تھے۔ برخلاف اسکے آجکل کے زمانہ کی صورت ہی دگرگون ہے۔ جیسا کہ قسطنطنیہ کے محاصرہ کے وقت اہل فوج روم کے مقبوضہ مقامات کی رعایا سے لوٹ مار کا غلہ لاکر خرچ کرتے تھے اور اپنا جمع کیا ہوا غلہ جو ہر سپاہی اپنے گھرون سے لے گئے تھے حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔ اور وہانکا کاشتکاری کے غلہ کو اپنے مصرف مین لاتے تھے جسکو وہ لوگ وہان جمع کئے ہوئے رکھے تھے لیکن یہ اوسیوقت کرتے تھے کہ جب محاصرہ کو طویل دیکھتے تھے ورنہ شاہی کمسریٹ کا غلہ اور دیگر اشیا صرف مین لاتے تھے جو ہر وقت دارالخلافت کے رسد خانہ یا ہر ولایت کے صدر مقام کے غلہ خانون مین جمع رہتا تھا۔ جیسا کہ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ کے محاصرہ کے زمانہ مین جبکہ مسلمہ کی سادہ لوحی سے مسلمانون کے سارے رسد اور غلہ کے ذخائر تلف و برباد ہو گئے تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اوسیوقت دارالخلافت سے ایک کثیر التعداد فوج مع جملہ سامان رسد اور باربرداری کے جانور کے

مسلمانون کی امداد کیواسطے بہیجا اور اون افسرونکو جو دوسری دوسری فوجونپر کمان کر رہے تہے اور قسطنطنیہ پر مختلف راستون سے حملہ آور ہو رہے تہے امداد وکمک کے واسطے حکم لکہ بہیجا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود دار الخلافت مین ہر وقت کافی ذخیرہ غلہ اور رسد کا موجود رہا کرتا تھا۔ جو کمسریٹ کی خوش انتظامی پر بجال خود شاہد ہے۔ جراح بن عبد اللہ حکمی کی جب یہ شرارت سُنی گئی کہ وہ مولیون کو بلا وظیفہ و رسد کے جہاد پر بہیجدیتا ہے تو آپنے اوسکو معزول کردیا۔ یہ کیون؟ اسلئے کہ جب غلہ اور دیگر سامان رسد ہر جگہ موجود رہتا ہے تو انکو بلا رسد بہیجنے کے کیا معنی۔ لہذا آپ اوس سے اسقدر ناخوش ہوے کہ قطعاً خارج ہی کردیا۔

صیغہ برید و ڈاک

اسلامی عہد حکومت مین "برید" کے جو معنی لئے جاتے تہے وہ آجکل کے استعمال و محاورہ سے بالکل جداگانہ تہے۔ اوس زمانہ مین صاحب البرید۔ صاحب الخبر خفیہ پولیس یا حکام ملک کی خفیہ نگرانی یعنی پرچہ نویس لوگون کے افسر سے ملتا جاتا تہا۔ یا اوس سے وہ شخص مراد ہوتا جو خلیفہ یا امیر کا جاسوس یا اوسکی دوربین آنکھ اور تیز سننے والا کان ہوتا تہا جو اوسکے عاملونکی خبرین اور اور اُسکے دشمنون کی چالین اور باغیون کے نقول و حرکات خلیفہ سے بیان کرتا رہتا۔ اسطرح کا برید آجکل کے

ملہ تمدن اسلام

صیغہ جنگ کے محکمہ خبررسانی سے بہت کچھ مشابہ ہے لیکن تاہم موجودہ سلطنتون مین
ابھی یہ صیغہ بہت اصلاح طلب ہے۔ گو کہ خفیہ پولیس خطوط اور روپیہ اور خبرون کے
ترسیل رسائل کی ڈاک۔ صیغہ جنگ کا محکمہ خبررسانی۔ مرحلے۔ تار وغیرہ بیسیون ہی
ذرائع خبررسانی کے موجود ہین لیکن حکام کے تجسس حالات کے لئے کافی انتظام
نہین خلفا برید کی خدمت اون لوگون کے سوا اور کسیکو نہین دیتے تھے جو بہت
سمجھدار اور معاملہ فہم ہونیکے علاوہ اونکے معتمد الیہ بھی ہوتے تھے۔ کیونکہ جیسی خبرین
وہ لوگ بہم پہونچاتے اونھین پر اپنے عاملون اور ماتحت حکمرانون سے خلفا کے تعلقات
رکھنے کا دار و مدار ہوتا۔

مسلمانون مین سب سے پہلے جس حکمران نے اس صیغہ کو رومی اور فارسی
سلطنتون سے اخذ کر کے اسلام مین شائع کیا وہ امیر معاویہ تھے۔ بنوامیہ کے
وسطی زمانہ مین جسقدر رقم اس صیغہ مین صرف عراق کی آمدنی سے خرچ ہوتی تھی
اوسکی تعداد تمدن عرب کے مصنف نے چار لاکھ درہم بتلائی ہے۔ اور یہ بھی
لکھا ہے کہ بنوامیہ قریب قریب بنو عباس کے اصراف سے دوگنی رقم اس صیغہ
مین صرف کرتے تھے۔ صاحب البرید کے فرائض مین یہ بات بھی داخل تھی کہ وہ
راستونکی حفاظت رکھے اور راہ اونکو چورون۔ لٹیرون۔ دشمنون کے حملون
سے بچائے۔ اور خشکی و تری مین مخالفین کے جاسوسون کا آنا بند کرے۔

اسلام مین صیغہ خبررسانی کا آغاز اور اوسکے مصارف اور
صاحب البرید کے فرائض

لہ تمدن اسلام

سرحدی مقامات کے افسرون اور اطراف ممالک کے خطوط صاحب البرید ہی کے پاس آیا کرتے تھے - اور وہ اون خطوط کو جسقدر جلد ممکن ہوتا قریب ترین ترین ستون اور نیز سواریون کے ذریعہ سے خلیفہ کے حضور مین پہونچاتا -

ڈاک کے چند خاص راستے ہوتے تھے جو مرکز خلافت سے اطراف سلطنت تک ہر چہار جانب پھیلے ہوتے تھے جہان کہ وہ غیر ملکون کے راستون سے جا ملتے تھے - انہین سے ہر ایک راستہ چند منزلون پر اور ہر منزل چند دم لینے کی جگہون یعنی چوکیون پر منقسم ہوتے تھے - اور ہر ایک چوکی پر تازہ دم گھوڑے یا اونٹ تیار رہا کرتے تھے - ڈاک کے ہرکارے ان چوکیون پر تھکے ہوے گھوڑون یا اونٹون کو تازہ دم جانورون سے بدل لیا کرتے تھے[۲] - خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین بھی چند مختلف واقعات کے پندار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلی درجہ پر قایم تہا اور اوسکا انتظام نہایت معقول تہا - جیسا کہ یزید بن مہلب کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ادہر تو حکم خلیفہ یزید کو اپنے کسی عزیز کو اپنا نایب بناکر خراسان چھوڑنا تھا کہ ادہر خلیفہ کو اوسکے عزیمت و روانگی کی معا خبر پہونچگئی اور اوسنے عدی بن ارطات حاکم بصرہ کو اور عبد الحمید گورنر کوفہ کو در پردہ اوسکی گرفتاری کا حکم بھیجدیا - کیونکہ اس جابر و خود سر گورنر کے ساتھ اگر اس دانائی و تدبیر سے کام نہ لیا جاتا اور اوسکے خراسان سے ہٹانے کیوقت اوسکو بطور خود کسی اپنے

۱ تمدن اسلام ۲ تمدن اسلام

نائب نے مقرر کرنیکی حکمت عملی اور محکمہ ڈاک کی خوش انتظامی سے اثناے راہ مین اوسکی دار وگیر و قید و بند کی تدبیر نہ اختیار کیجاتی تو نہین معلوم یہ آفت کا پرکالہ گورنر کیا کیا قیامتین برپا کرتا۔

فاطمہ بنت عبدالملک کی لونڈی کے اصلی مالک کی طلبی کیوقت ڈاک کی خوش انتظامی

دوسرے آپکی بی بی فاطمہ کی لونڈی کا وہ واقعہ ہے جو کوفہ کے کسی شخص کی ملک تھی خلیفہ کا اوسکے اصلی مالک کو بذریعہ اپنے گورنر عبدالحمید کے محکمہ ڈاک (تبرید) کے توسط سے لونڈی کو واپس کرنے کے واسطے طلب کرنا اور اوسکا فی الفور حاضر دار الخلافت ہونا گھوڑونکی ڈاک کے افسرونکی خوش انتظامی کی کافی دلیل ہے جسکا حال عدل و انصاف کے بیان مین بالتفصیل آویگا

نظارت نافعہ (پبلک ورک)

شفاخانہ کی ترقی و تکمیل کا خیال

ولید بن عبدالملک نے جسکو رفاہ عام کے کامون مین خاص طور پر دلچسپی تھی عام ضرورتون پر نگاہ ڈالکر سنہ [illegible] مین ایک شفاخانہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ جو سنہ ۸۸ھ مین بنکر تیار ہوا۔[۱]

اسمین خلیفہ نے بہت سے طبیب و جراح مقرر کر رکھے تھے لیکن تاہم اس سنگ بنیاد پر ابھی بہت بڑی عمارت کھڑی کرنی باقی تھی۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت مین حکیم ابن ابجر کو اسکندریہ سے طلب کرکے اس شفاخانہ کی افسری

[۱] رسائل شبلی

عنایت کی اور اوس کمی کو اپنے طرز عمل سے پورا کر دیا۔

سنہ ۹۱ھ مین جبکہ آپ مدینہ کے گورنر تھے مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر آپکے ہاتھون عمل مین آئی امہات المؤمنین و نیز اون مالکان مکان سے جنکے مکانات اور زمینین مسجد کے قرب مین واقع تھین آپنے بحکم خلیفہ ولید خرید کر کے مسجد مین شامل کرایا۔ ابن خلدون کا بیان ہے[1] کہ اس تعمیر مین کام کرنیوالے علاوہ شام کے کاریگرون کے بہت سے وہ معمار تھے جنکو قیصر قسطنطنیہ نے بھیجا تھا۔ اور وہین کے کئی سو اونٹ قیمتی پتھرون کے تھے۔ (جنکو فسیفسا کہتے تھے) جنکو قیصر نے تحفتاً بھیجا تھا۔

اس تعمیر مین جسقدر صرف پڑا اوسکا ٹھیک تخمینہ تو ہم نہین بتا سکتے لیکن ابن اثیر نے بعض مقامات کا صرفہ جو قلمبند کیا ہے اوس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہین۔ اوسکا بیان ہے کہ صرف قبلہ کی دیوار بنانے مین چالیس ہزار دینار صرف ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ جو غیر ذی روحون کی تصویرین بناتے تھے اونکو علاوہ اجرت معینہ کے تیس درہم بطور انعام روزینہ ملتے تھے۔

ولید کو جب اسقدر صرفہ کا حال معلوم ہوا تو عمر بن عبدالعزیز سے کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے باپ کا یہ روپیہ کمایا ہوا تھا جو تو نے اس بیدردی سے خرچ کیا مگر اسی کے ساتھ قبلہ کی دیوار کی تعمیر کو غایت درجہ پسند کیا۔ علاوہ ازین دشوار گذار پہاڑ

---

[1] ابن خلدون

سکانات کا مکہ معظمہ وہموار سڑکین تیار کرائی گئین۔ اور قدیم سڑکون کی از سر نو درست کی گئی اور کنوین بھی کھودے گئے۔ اور ایک نل تیار کرایا گیا۔ جسکا پانی مسجد نبوی مین خرچ ہوتا تھا اور اوسکی نگرانی وحفاظت کے لئے پیادے مقرر کئے گئے جو محکمہ اطفائیہ کیطرح ملازم تھے:

السمح جب اندلس کا گورنر ہو کر بہانگیا تو اوسنے خلیفہ کے حکم سے وہان پہونچکر سارا گوسہ واقع مملکت فرانس مین ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔ بیشمار پل یا تو درست کرائے یا جدید بنوائے تھے۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ قرطبہ کا پل تحسین کے ساتھہ از سر نو درست یا کر درست ہوا۔

رفاہ عام

ولید کے زمانہ مین جبکہ آپ مدینہ کے گورنر تھے آپنے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کیوقت مہمان سرائے (ہوٹل) بھی بنوائے تھے۔ اور دور خلافت مین تعمیر مہمانسرائے کی تو عام عاملین کو خاص ہدایت تھی۔

چنانچہ جو فرمان سلیمان ابی السری والی سمرقند کے نام صادر کیا تھا اوسمین حکم تھا کہ مہمانسرائے تعمیر کرو۔ مسافر مسلمانون کی ضیافت کرو۔ اونکے اموال وجانورون کی نگہداشت کرو۔ اور بیمار مسافرون کو دو روز تک ٹھہرا رکھو۔ اور

ملہ تاریخ الاسلام

جس مسافر کے پاس سواری نہو او سکے لئے سواریون کا انتظام کر دو۔

خلیفہ کو رعایا کی دلجوئی اور اونکی آسایش و آرام کا خیال جیسا مد نظر رہا کرتا تھا وہ آپکے اقوال و افعال سے بخوبی ظاہر ہے جیسا کہ آپکی بی بی فاطمہ سے روایت ہے کہ آپ ایک روز مصلی پر بیٹھے رو رہے تھے حتی کہ ڈاڑہی تک تر تھی۔ مین نے اسکا سبب پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ امت محمدیہ کی حکومت کا قلادہ میری گردن مین پڑا ہوا ہے۔ اور نہین معلوم کتنی رعایا غریب و محتاج مظلوم قیدی عیالدار بھوکے میرے زیر حکومت ہونگے۔ اور مین اونکے حال سے بیخبر ہون۔ فردا سے روز قیامت جب انکی بابت مجھسے پرسش ہوگی تو مین اس بیخبری کا کیا جواب دونگا۔

اتفاقاً ایکسال قحط پڑگیا تو اس غریب پرور خلیفہ نے اپنی انگوٹھی تک فروخت کر کے اسکی قیمت قحط زدگان کی امداد مین صرف کر دی جسکو سعدی علیہ الرحمۃ اپنے شاعرانہ الفاظ مین سطرح نظم کرتے ہین

یکے از بزرگان اہل تمیز … حکایت کند زبن عبد العزیز

کہ بودش نگینے بر انگشتری … فرو ماندہ در قیمتش جوہری

بشب گفت ان جرم گیتی فروز … درے بود در روشنائی چو روز

قضا را در آمد یکے خشک سال … کہ شد بدر سیمائے مردم ہلال

چو در مردم آرام و قوت ندید … خود آسودہ بودن مروت ندید

بفرمود بفروختندش بسیم … کہ رحم آمدش بر غریب و یتیم

بیک ہفت نقدش بتاراج داد | بدرویش و مسکین و محتاج داد
بدیدند بروے ملامت کنان | کہ دیگر بدستت نشاید چنان
شنیدم کہ میگفت باران دمع | بعارض فرو مید ویدش چو شمع
کہ وحشت است پیرایہ بر شہریار | دلے شہرے از ناتوانی فگار
مرا شاید انگشتری بے نگین | نشاید دل خلق اندوہگین

صیغہ متفرقہ و مردم شماری

مردم شماری کی ایجاد کو مہذب گورنمنٹین اپنے زمانہ کی ایجاد خیال کرتی ہین لیکن اس تخم کو پڑے ہوئے چودہ برس گذر گئے۔ ابتدائی جسٹر اسکا حضرت عمرؓ نے بذریعہ عمرو بن العاص ملک مصر کی مردم شماری کراکے مرتب کرایا تھا۔ پھر عبدالعزیز بن مروان نے بزمانہ عبدالملک یہ کام اپنی امارت کے زمانہ مین سنہ ۶۵ھ سے لیکر سنہ ۸۶ھ تک کے عرصہ مین انجام دیا۔ اسکے بعد سنہ ۹۰ھ سے سنہ ۹۶ھ تک قرہ بن شریک نے اور سنہ ۱۰۰ھ مین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے بشر بن صفوان نے اسکو تازہ کیا۔ سب سے آخری مردم شماری جسکے ذریعہ سے تمام ملکون اور شہرون کے عربی النسل لوگون کی تعداد جانچی گئی سنہ ۱۰۵ھ سے سنہ ۱۲۰ھ تک ہشام بن عبدالملک[۱]

[۱] ہماری ماخذ و زیر نظر تاریخون مین اسکا پتہ نہیں ہے ممکن ہے کہ ممالک مفتوحہ کے کسی حصہ مین قحط [illegible] یا ان البتہ اوس زمانہ مین طاعون تھا۔

کے عہد خلافت مین ہوئی[۱] - علی ہذا القیاس اندلس کی مردم شماری سنہ ۱۰۰ھ مین خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اسمح بن مالک خولانی والی اندلس کے ذریعہ سے کرائی[۲] -

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین رعایا کی خوشحالی

ہم اپنے اس بیان مین یہ دکھلانا چاہتے ہین کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت مین رعایا کی مرفہ الحالی وامن وامان کی کیا وجہہ تھی -

یہ امر تو مسلم ہے کہ ظلم وعدوان - سلطان وقت کی بیجا فیاضیان - انعام واکرام ناجائز ٹیکسون کی بھرمار - اور خراج مین اضافہ - اور بادشاہ وقت کا ملکی تجارت پر قبضہ کرنا عامی رعایا کی تباہی وافلاس کے خاص اسباب ہین - جیسا کہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ مین نہایت وضاحت سے ایک ایک فصل کرکے علحدہ علحدہ ان پر بحث کی ہے - مگر ہم بنظر اختصار ان اسباب کا اس موقع پر مجملاً ذکر کرینگے -

(۱) سب سے بڑھکر رعایا کو بیخ وبن سے اوکھاڑنیوالا ظلم ہے - جسکے معنی صرف یہ نہیں ہین کہ کوئی مال یا ملک اصل مالک سے بلا سبب وعوض چھین لیجاوے بلکہ حقیقت مین ظلم مذکورہ بالا تعریف سے اعم ہے - ملک کا چھین لینا - عمل مین غصب کرنا - بغیر کسی حق کے کسی بات کا طالب ہونا - یا کسی پر ایسے حق کا واجب کردینا جو شرعاً وعقلاً غیر واجب ہو - سب ظلم ہے - علی ہذا القیاس بغیر حق کے

۱؎ الفاروق و تمدن اسلام ۲؎ تاریخ الاسلام

مال پر ٹکس لگانا اور کسی غریب کے مال و دولت کو لوٹنا کھسوٹنا۔ اور حقداروں کو اونکے حقوق سے بازرکھنا۔ اور ملک کی دولت کو غصب کرنا یہ سب داخل ظلم ہین کیونکہ ان باتون سے لوگون مین کاروبار کا جوش وخروش ونشاط نہین باقی رہتا اور رعایا ملک چھوڑکر دوسری جگھہ جا جاکر آباد ہونے لگتی ہے جسکی وجھہ سے آبادی گھٹتی ہے اور آبادی کے گھٹنے سے جو سلطنت کی دولت وثروت اور رونق وعیش کا ذریعہ ہے سلطنت اور رعایا دونون کو نقصان پہونچتا ہے۔

(۲) شاہی فیاضیان وعطیات بھی اسی قماش سے ہین۔ کیونکہ سلطنت عالم کا ایک بازار ہے اور اسی سے عمران تمدن کا مادہ ادہر اودہر پھیلتا ہے۔ اسلئے کہ جب بادشاہ مال وخراج کو داب کر بیٹھ جاتا ہے یا نہ ہونیکی وجہ سے مصارف عادیہ مین صرف نہین کرسکتا۔ تو اوسوقت فوج وسپاہ اور دیگر حوالی وموالی سلطنت کی ثروت بھی روبقرار ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ اپنا معینہ مشاہرہ نہ پانے سے رعایا کے مال وجائداد پر دست تطاول دراز کرنے لگتے ہین۔ اور جبکہ رعایا کا مکسوبہ مال ادہر اودہر تقسیم ہوجاتا ہے تو اونکے کاروبار ومشاغل تجارت وزراعت مین کمی ہوتی ہے۔ اور وہ روز بروز پستی ونکبت مین گرفتار ہوتے جاتے ہین۔

(۳) یہ ہے کہ جب سلطنت اپنے کمال عروج پر پہونچ جاتی ہے تو اوس مین تفنن وتکلف وعیش وآرام کی ترقی ہونے لگتی ہے اوسوقت وہ یہ طریقہ اختیار کرنے لگتی ہے جسپر پہلی سلطنتین اپنے عروج وکمال کے زمانہ مین چل چکی ہین۔

[illegible]

[illegible]

کہ سلطنت کا خراج بڑہنا شروع ہوتا ہے۔ اور بادشاہ وقت اپنے مصارف خاص اور عطا و انعام مین بیدریغ سرمایہ خرچ کرنے لگتا ہے جسکے لیے ملک کا خراج کافی نہین ہوتا۔ ناچار سلطنت کو اہل ملک پر محصول و خراج بڑہانیکی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور خراج اوّل مرتبہ زیادہ کیا جاتا ہے تاکہ فوجی و سلطانی مصارف نکل سکین۔ لیکن حاجتین اب بھی برابر بڑہتی جاتی ہین۔ اور ساتھ ساتھ خراج بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور مدتون بھی تدریج جاری رہتی ہے۔ یہانتک کہ رعایا تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اور سلطنت کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور عصبیت سلطنت اور عمال مملکت مین مال و خراج وصول کرنیکی قوت باقی نہین رہتی۔ اسوقت مداخل ملکیہ بہت کم ہو جاتے ہین۔ اور تمدنی ضرورتین بڑھ جاتی ہین۔ اور حضری ضرورتون کی زیادتی کیوجہ سے فوجی تنخواہ و عطیات مین زیادتی کرنی پڑتی ہے۔ اوسوقت بادشاہ تنگ آکر طرح طرح کے ٹکس اور محصول جاری کرتا ہے۔ بازار مین بیعیات جو کچھ قیمت پاتے ہین اوس قیمت کا کوئی حصہ خاص سلطنت کے لیے نامزد کیا جاتا ہے۔ اور شہر مین جو مال و متاع ہوتا ہے اوسپر کسی خاص اندازے سے ٹکس مقرر کیا جاتا ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو رعایا مفلس و نادار ہو کر دوسری جگہہ جاکر بود و باش اختیار کرتی ہے یا افعال قبیحہ و جرایم کبیرہ کی مرتکب ہونے لگتی ہے۔ جیسا کہ فی زماننا دیکھا جاتا ہے۔

(۳) یہ کہ بسبب سلطنت ناز و نعمت مین پڑتی ہے اور حضری تکلفات کی

خوگر ہو جاتی ہے - اور مصارف حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہین اور مداخل انکے خرچ کو کافی نہین ہوتے - تو اوراحتیاج ہوتی ہے کہ ملکی محصول وخراج بڑہایا جاوے تو کبھی رعایا کے بازارون وخرید وفروخت پر ٹکس لگایا جاتا ہے - اور کبھی سابقہ ٹکس پر اور اضافہ کیا جاتا ہے - اور کبھی عاملون اور خراج وصول کرنیوالون کو چھوڑا جاتا ہے - اور کبھی سلطنت اپنی طرف سے محصول اور خراج کے نام پر تجارت شروع کر دیتی ہے - اور اسی قسم کے احتیاج کو رعایا سے زبردستی ارزان خرید کرکے دوسرون کے ہاتھ نرخ سے بیچتی ہے جس سے رعایا تو نقصان مین اور سلطنت چند روزہ عارضی فائدہ مین رہتی ہے آخرکار رعایا یہ حالت جابرانہ دیکھکر اپنے مال کو کچھ نفع ونقصان کے ساتھ بیچنے پر مجبور ہو جاتی ہے اوسوقت اوسکو نہ انکے کا خیال ہوتا ہے اور نہ بازار کے نرخ کا - جسطرح ہوتا ہے اوسے نکالدیتی ہے - اور رفتہ رفتہ ایکدن وہ آتا ہے کہ اوسکو ان نقصانات کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور کاروبار سے دست کش ہونا پڑتا ہے -

ان چارون باتون مین سے جو رعایا کے خون کی چوسنے والی اور اوسکے مایۂ حیات اور بضاعت عیال کو تباہ وبرباد کرنیوالی ہین دیکھنا چاہیئے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان باتون کا کہانتک اپنی قلمرو مین انسداد کیا ہے - اگر ہم خلیفہ کے طرزعمل وفرامین سے - او آپکی رعایا کے اقوال سے یہ ثابت کردین کہ اوسنے ان ظالمانہ حرکات کا پورا تدارک وقلع قمع کیا ہے - تو ہمارے دعوی کے اثبات

مین کوئی کلام نہ باقی رہیگا - کیونکہ یہ ایک بدیہی وعام مسئلہ ہے - کہ نقیض النقیض اثبات العین -

(۱) نمبر اول وسوئم کے ثبوت کے لئے ذیل کا فرمان کافی ہے وہ فرمان یہ ہے - کہ امیر المومنین نے اپنے عامل عبد الحمید کو لکھا کہ "ظلم و تعدی سے ملک کو برباد مت کرو - آبادی سے اسقدر محصول لیا جاوے جسکی رعایا متحمل ہو - اور یہ خیال رکھو کہ ملک ویران نہونے پاوے - خراج کے وصول تحصیل مین نہایت سہولت اختیار کرو - ضرابین کی اجرت نہ لیجاوے - نوروز و مہرجان کا ہدیہ نہ قبول کیا جاوے صحیفون کی قیمت اور فتوح اور گھر دواری اورنکا خانہ سب موقوف کردیئے جاوین - اور جو شخص مسلمان ہوجاوے اوس سے جزیہ نہ لیا جاوے - سولی دینے اور دوسرے قسم کے حدود جاری کرنے مین عاجلانہ کارروائی مناسب نہین -

زریق بن حبان کو لکھا کہ "مسلمانون کے تجارت مین سے چالیسوان حصہ لو - اور اگر چالیس دینار سے کم ہو تو کچھ نہ لو - اور ذمیون کے مال تجارت مین سے ہر بیس دینار مین سے ایک دینار لو اور اگر دس سے کم ہو تو کچھ نہ لو"

(۲) - انعام واکرام کے بارہ مین اس خلیفہ کا جو طرز عمل تھا اسکی حد یہ تھی کہ بجز علمی ترقیون یا قومی حاجتون یا مذہبی ضرورتون یا رفاہ عام کے کامون کے وہ اپنی ذاتی اغراض ومفاد اور مدح وثنا کے صلہ اور عیش و عشرت کے سامان

اور دیگر فضولیات مین ایک پیسہ نہین خرچ کرتا تہا جیسا کہ عنبشہ کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اوسنے آکر یہ کہا کہ آپکے اباو اجداد کے یہان سے مجہے وظیفہ ملتا تہا۔ اور آپنے سب بند کردیا۔ تو آپنے بجواب اوسکے ارشاد فرمایا کہ موت کا تذکرہ کیا کرو۔ اگر تنگی ہوگی فارغ البال ہوجاؤگے بیت المال کا روپیہ تمہارے واسطے نہین ہے " بریشعی کے چند نعتیہ اشعار پڑہنے پر بہی آپنے اوس سے کہا مین کتاب اللہ مین تیرا حق نہین پاتا ہون "

(۴) اب رہی چوتہی بات یعنی تجارت کو سلطنت کا اپنے قبضہ مین رکہنا۔ اسکے واسطے صرف اسقدر لکہدینا کافی ہے۔ کہ ابتداے شیوع اسلام سے اسوقت تک جتنی کتابین سیرو تواریخ مین لکہی گئی ہین اونمین کہین اسکا ذکر نہین ہے کہ طماع سے طماع اور حریص سے حریص مسلمان بادشاہ نے بہی تجارت کو کبہی اپنے ہاتہہ مین لیا ہو۔ اسکے علاوہ یورپ کی بعض موجودہ سلطنتون مین بہی اسکو ذلیل کام سمجہکر و نقصان عامہ پر نظر کرکے ابہی تک رواج عام نہین ہوا۔ صرف دول عظمی و سلاطین عظام کا البتہ اسمین سب سے نمبر اوّل ہے جیسا کہ تمدن عرب کا فرانسیسی مصنف کتاولی بان ہندوستان کی شاہی عمارات کا عموماً اور تاج گنج کے روضہ کا خصوصاً تذکرہ کرتے وقت انگریزون سے اسطرح ریشخند کرتا ہے تاج گنج کا روضہ منجملہ اون شاد اسلامی عمارتون کے ہے جو انگریزون کی سادتی و ستبرو سے بچی ہوئی ہے۔ لیکن

یہ محض ایک اتفاقی امر تہا۔ چونکہ اس عمارت مین کسی قسم کی آمدنی نہ تھی لارڈ ہیٹنگ نے جو ہندوستان کا گورنر تہا یہ تجویز کی تھی کہ اس عمارت کی کل چاندی لی لیجاوے اور اوسکا مال مسالحہ نیلام کر دیا جاوے۔ یہ تجویز ایک ایسی عمارت کے بابتہ تھی جسکے نسبت کسی نے کہا ہے ۔۔ کہ محض اسکے دیکھنے کے لئے ہندوستان کا سفر کرنا جائز ہے" اور جو عمارت فی الواقع اس درجہ کامل ہے کہ اسکی مثل کو انسان کے ہاتھون نے کبہی نہین بنایا۔ مگر یہ خیالات تو قدر دانان کمال کے ہین جنکو تجارت کا مذاق نہین ہے۔ یہ تاجر تو عنقریب تمام دنیا پر قبضہ کرنیوالے ہین اور ممکن ہے کہ وہ زمانہ بہت جلد آجاوے۔ کہ میلو کی بنائی ہوئی وینس کی مورت بک کر اوسکی قیمت سے پتھر توڑنے کا ہاون دستہ بنایا جاوے" پس چونکہ ان مخرب اخلاق منقرض دولت۔ اور غارتگر باتون کا عمر بن عبدالعزیز کے وقت مین شائبہ تک نہ تھا اسوجہ سے اُنکے ملک مین امن وامان کے علاوہ انکی رعایا مین مرفہ الحالی بھی تھی۔ جیساکہ رعایا کے ذیل کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔

عمر بن اسید کا قول ہے کہ امیر المومنین نے عوام کو اسقدر غنی کر دیا تہا کہ ہملوگون کے پاس جب مال آتا تھا تو ہملوگ واپس کر دیتے تھے"

فاطمہ بنت حسین کا قول ہے کہ ہمکو یقین تہا کہ عمر جب تک زندہ رہتے ہم اہلبیت کو کسی کی مدد کی حاجت باقی نہ رہتی"

---

۱ سیرۃ العمر

صیغہ مذہبی تعلیم (مذہبی اصلاح)

علمی قدردانی اور کتب خانہ کی کتابون کی اشاعت۔

مروان بن حکم کے زمانہ مین جو سلطنت بنی امیہ کا پہلا تاجدار ہے اوسکے دربار کے ایک مشہور یہودی طبیب نے جسکا نام سرجیس تھا یشب اہرن کی قرابادین کا سریانی زبان سے عربی زبان مین ترجمہ کرنیکی ابتدا کی - علامہ جمال الدین قفطی نے لکھا ہے "کہ قدیم زمانہ کی جسقدر قرابادینین تھین یہ سب سے بڑھ کر ہے"[۱] چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت مین اوسکو شاہی کتبخانہ سے نکلوا کر بہت سی نقلین کرائین اور عام طور پر شایع کرائین -[۲]

حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک بڑی وجہ یونانی معلومات کی رغبت کی یہ تھی کہ جب وہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ مین مصر کے گورنر تھے تو اسکندریہ کے یونانی تعلیم کا پروفیسر اور افسر کل ابن ابجر نام ایک حکیم تھا معلوم نہین کن اسباب سے وہ عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ پر اسلام لایا - جب یہ خلیفہ ہوئے تو اونہون نے اوسکو اپنے دربار مین بلا بھیجا اور طبی صیغہ کی افسری اوسکو دی - ابن خلدون لکھتا ہے کہ

۱ رسائل شبلی

۲ رسائل شبلی - اسی کتاب کے بارہ مین تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۳۱۲ھ مین یہ قول ابن جلجل کا نقل کیا ہے کہ ماسرجویہ (جو یہودی تھا) بنی امیہ کے زمانہ مین تھا - مروانی سلطنت مین اہرن بن اعین کے کتاب کی ترجمہ کا کام اسی کے سپرد تھا - حضرت عمر بن عبد العزیز نے کتبخانہ مین رکھا ہوا پایا - تو حکم دیا کہ نکالکر جانماز کے پیچھے رکھدیا جاوے - پھر خدا سے استخارہ کرتے رہے کہ مسلمانونکو فائدہ پہونچانیکے لئے آیا اس کتاب کو نکالنا چاہئے - جب چالیس دن گذر گئے تو کتاب کو نکالکر عام اشاعت کی - جرجی زیدان نے اس واقعہ کی بنا پر طعن کیا ہے کہ صدر اول کے مسلمان چونکہ قرآن کے علاوہ کسی چیز کی تعلیم کو حرام سمجھتے تھے اسوجہ سے عمر بن عبد العزیز کو کتاب کی اشاعت مین تردد تھا - لیکن یہ غلطی ہے طب علم سے اوسوقت اہل عرب غافل تھے - عربی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا - اور یہ ترجمہ پہلا طبی ترجمہ تھا - اندیشہ تھا کہ دنیاوی اغراض کی بنا پر کتاب مین علاج کے ایسے طریقے لکھے گئے ہون کہ مسلمانونکو نقصان پہونچے - اسکے علاوہ اگر خلیفہ کی تردد کی یہ وجہہ نہ ہوتی بلکہ قرآن کی تعلیم کے علاوہ دوسرے اوقسم کے علوم کے تحصیل کی حرمت اسکی وجہہ ہوتی تو خلیفہ کو اختیار تھا کہ اسکی اشاعت ہمیشہ کے لئے بند کر دیتا - نہ کہ خلیفہ نے چالیس دن کے غور و فکر کے بعد اوسکی اشاعت کا حکم عام دیدیا - حسین ابن اسحاق کو خلیفہ مامون الرشید نے اسی لئے قید کیا تھا اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد رہائی دی تھی ۔

عمر بن عبد العزیز کی تخت نشینی) پر یونانی تعلیم اسکندریہ سے انطاکیہ وحران کو منتقل ہو گئی غالباً اسکی وجہہ یہ ہو گی کہ اسکندریہ مین جسکے نام سے یہ تعلیم قایم تھی یعنی ابن ابجر کے ذریعہ سے تو وہ عمر بن عبد العزیز کا منظور نظر ہو کر اونکے پاس چلا آیا تھا۔

ابن خلدون کو اگرچہ تعجب وانکار ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین ایسا مذاق علمی کہان پیدا ہو سکتا تھا۔ لیکن بعض قراین اور مورخین کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ کتبخانہ کا طریقہ عمر بن عبد العزیز کے عہد سے پہلے قایم ہو چکا تھا۔ عجب نہین کہ اول اوّل جسنے اسکی نبیاد ڈالی وہ خالد ابن یزید بن امیر معاویہ تھا۔ جو مروان کا ہمعصر اور سلطنت سے محروم القسمت اور دست بریدہ تھا۔ اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم کی محبت مین مستغرق تھا۔ اوسکو صنعت کا خیال آیا۔ تو اوسنے اوّل یونانی فلاسفرونکو جمع کیا جو مصر مین رہا کرتے تھے۔ اور فصیح عربی بولتے تھے اونلوگون کو اوسنے حکمدیا کہ علم صنعت مین جو جو کتابین یونانی اور قبطی زبانو نمین تھی اونکا ترجمہ عربی زبان مین کیا جاوے۔ اور خود بھی یحیی نحوی سے طب کی تحصیل کی جس نے سب سے پہلے ارسطو کے رد مین ایک کتاب لکھی تھی۔ یہ شخص عیسائی المذہب اسکندریہ کا بطریق تھا اور حضرت عمر کا زمانہ پایا تھا۔ (الندوہ) لیکن محقق ثانی مولوی عبد اللہ صاحب عمادی اپنے ایک مضمون مین جو صدر اول کی کتابون کے عنوان سے الندوہ مین شایع ہوا تھا تحریر فرماتے ہین کہ اس اوّلیت کے مستحق خالد کے دادا معاویہ ہین۔ جنکے حکم سے شام کے

ہلہ رسائل شبلی۔

ایک عیسائی طبیب ابن آثال نے طب کی کتابین عربی مین ترجمہ کین۔ اسکے علاوہ یہ رعایت اور یہ اعتنا سلطنت کیطرف سے صرف مسلمانون تک محدود نہ تھا بلکہ عیسائی بھی اس سے محروم نہ تھے۔ سلطنت کے زیر سایہ جو قومین زندگی بسر کرتی تھین اونکو مدرسے قایم کرنیکی عام اجازت تھی۔ سلطنت کیطرف سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ عیسائیون نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین یہہ سمجھکر کہ اکیلا ایک مدرسہ تمام مسیحیونکی ضرورتون کے واسطے کافی نہین ہوسکتا یا یہہ سمجھکر کہ ابن ابجر اسکندریہ کے کالج کا جو روح رواں تھا اونکے کالج کے جسم سے نکل گیا ہے اور وہ قالب بیجان ہوگیا ہے۔ انطاکیہ وحران مین جدید درسگاہین کھولین۔ جسکا خلیفہ نے بسر و چشم خیر مقدم منظور کیا۔

علمی صحبتیں اور علمی مجلسیں

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رات کیوقت ہمیشہ فقیہون کو جمع کرکے اونسے موت و آخرت کا حال سنا کرتے تھے اور اسقدر رویا کرتے تھے کہ گویا جنازہ سامنے دہرا ہے۔ اوس زمانہ مین علمی لیاقت کے امتحان کے واسطے اگرچہ باقاعدہ ممتحنون کی جماعت سالانہ نہین مقرر کیجاتی تھی، اور ہر علم و فن کے امتحان کے لئے باقاعدہ علیحدہ علیحدہ ممتحن نہین منتخب کئے جاتے تھے اور نہ بعد طلبا کے کامیابی کے، ڈگریان یا سندین عطا ہوتی تھین، اور نہ دستار فضیلت سر پر باندہی جاتی تھی۔ لیکن تاہم اوس زمانہ کے ترقی یافتہ تمدن کے لحاظ سے جسقدر اصول و قواعد امتحان کے لئے جدید اختراع و منضبط ہوچکے تھے، وہ بہت کافی اور حسب حال زمانہ تھے کسی مقام پر

علمی امتحانات

تو مجلس مناظرہ منعقد کیجاتی تھی (جیسا کہ خود خلیفہ نے نہار جیون کے بحث کے لیے منعقد کی تھی) اور اوسمین حق و باطل، علمی لیاقت و کم علمی کا فیصلہ ہو جایا کرتا تھا - یا کسی وقت مخصوص پر مجلس ترتیب دیجایا کرتی تھی جسمین مختلف قسم کے علمی تذکرے و مباحثے ہوا کرتے تھے (جیسا کہ خلیفہ کا روزانہ معمول تھا) جس سے ہر عالم کی علمی قدر بصیرت علمی قابلیت ظاہر ہوتی تھی، اور حاضرین اوس سے متمتع ہوتے تھے - یا کسی منتخب شخص کے ذریعہ سے اس زمانہ کے علوم مروجہ فقہ[1] حدیث[2] تفسیر[3] تاریخ[4]، طب[5] کیمیا[6] مین علمی امتحان لیا جایا کرتا تھا چنانچہ میمون بن مہران نے

[1] اس زمانہ مین فقہ کو مقبولیت و رواج عام حاصل ہو چکا تھا، اوسکا مدار زیادہ تر فقہاے مدینہ کے فتووں پر تھا - [2] حدیث کے تدوین کا زمانہ اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے لیکن تاہم بہت سے مجموعے مثل کتاب القضایا حضرت علیؓ کے، اور مجموعہ احادیث حضرت ابوبکرؓ کے وجود مین آ چکے تھے - اور حدیث کے حفظ یاد کرنے اور اوسکو راویون سے سننے کا مذاق کمال پر پہونچ چکا تھا حتی کہ عبد اللہ بن عمر حضرت عبد اللہ بن زبیر کا حلقہ درس اوس زمانہ کی یونیورسٹی بنا ہوا تھا - [3] تفسیر کی ابتدائی اسی پچھلی صدی کی یادگار ہے - حضرت علیؓ اکثر اوقات قرآن کے مطالب بیان کیا کرتے تھے - ابو حمزہ ثمالی کو یہ سن سنکر تفسیر قرآن لکھنے کا شوق ہوا، چنانچہ قرآن کے جستہ جستہ مقامات کی تفسیر اوسنے لکھی تھی جو کئی جزو مین تھی (ایک جزو مین پچاس اوراق دو سو یا اوس سے زائد ورق ہوتے تھے - دیکھو کتاب الفہرست ابن الندیم بغدادی) [4] اسی شروع صدی ہجری مین سب سے پہلے زایدہ بن قدامہ نے جو حسن بن عطیہ کے ساتھ جنگ روم سنہ یا سنہ مین شہید ہوئے تھے، فن حدیث، فن تفسیر، فن تجوید اور اخلاق مین کئی کتابین لکھین جنمین سے علامہ ابن الندیم نے کتاب السنن، کتاب القراءت، کتاب التفسیر، کتاب الزہد اور کتاب المناقب کا ذکر کیا ہے - امیر معاویہ کے حکم سے عبید بن شریہ جرہمی نے دنیا کے مختلف قومون کی ایک تاریخ طیار کی، اور عوانہ بن حکم نے خاص عرب کی ایک تاریخ لکھی، عوانہ نے فن بایوگرفی مین بھی ایک کتاب لکھی تھی، امیر معاویہ کے لائف مین بھی ایک تصنیف اوسکی ہے - غیر زبانون سے ترجمہ کی بنیاد بھی اسی عہد مین پڑی - جو باختلاف مورخین خالد بن یزید یا امیر معاویہ کیطرف منسوب کیجاتی ہے [5] طب کی ترجمہ کی ابتدا بھی اسیوقت سے ہوئی ہے، اور ماسرجویہ نے اہرن قس کا طب سب سے پہلے ترجمہ کیا [6] کیمیا وی تصنیفات و تراجم کی ابتدا بھی پہلی ہی صدی مین ہوئی جسمین بہتسی کتابین اوسی صدی کی تصنیف کیجاتی ہین مثلاً کتاب الحرارت کتاب الوصیت وغیرہ وغیرہ *

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے ایما و اشارہ سے جو صاحبزادہ عبدالملک کا امتحان لیا تھا۔ اسکی کافی سند ہے۔

محدث ابن جوزی نے لکھا ہے۔

"کہ عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادون مین سے عبدالملک بالکل اپنے باپ کا نمونہ تھے، اور اس بنا پر یہ اون سے نہایت محبت رکھتے تھے' ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے میمون بن مہران کو بلاکر کہا "کہ مین عبدالملک کو بہت اچھا سمجھتا ہون، لیکن غالباً یہ مہر پدری کا اثر ہے، ذرا تم جاکر آزماؤ، تمہاری کیا رائے ہوتی ہے۔ وہ عبدالملک کے پاس گئے، باتین ہو رہی تھین کہ عبدالملک کے غلام نے آکر کہا "مین نے انتظام کر دیا" میمون نے پوچھا۔ کیا؟ عبدالملک نے کہا مین نے اسکو حکم دیا تھا کہ حمام میرے نہانے کے لئے خالی کراؤ" میمون نے کہا اللہ اکبر! میرا خیال تمہارے نسبت بہت اچھا تھا لیکن اب میرے خیال مین فرق آگیا، تمکو اسکا کیا حق حاصل ہے کہ حمام کو اپنے لئے خاص کرلو اور عام لوگون کو نہانے سے روک دو" عبدالملک نے کہا "مین نے تمام دن کا کرایہ ادا کر دیا ہے" میمون نے کہا "تو یہ اور مشیخت پناہی فضول خرچی ہے، تم عام مسلمانون کے برابر ہو" اونھون نے کہا "کیا کرون لوگ ننگے نہاتے ہین اسلئے مین اون کے ساتھ حمام مین شریک نہین ہو سکتا" میمون نے کہا "تو رات کو نہایا کرو" عبدالملک نے کہا "انشاء اللہ آئندہ ایسا ہی کرونگا"

طاؤس علیہ الرحمۃ کے لڑکے نے اونکے طرف سے ایک جعلی خط لکھکر خلیفہ کی خدمت مین بھیجا - آپنے تین سو اشرفیان اونکو بھجوا دین - طاؤس علیہ الرحمۃ کو جب حال معلوم ہوا تو اپنی زمین بیچکر وہ اشرفیان واپس کردین -

قاسم بن محمد بن ابو بکر کو دیکھتے تو کہا کرتے اگر مین خود مختار ہوتا تو آپکو خلافت دیدیتا -

شمع تہ الا سنہ کے وقت جب امام رجا نے اوسکو اشتعال دینی چاہی تو آپنے پیش قدمی کرکے شمع روشن کر دی - اور امام کے امر خلاف شان سمجھکر اونکو تکلیف سے باز رکھا -

ابو حازم سے فرمایا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے - اونھون نے فرمایا لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہے اور یہ دم واپسین ہے پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین تم کونسی صفت کو اپنے مین ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی ناپسند کرتے ہو جس صفت کا ہونا پسند کرو اوسکو اوسیوقت اختیار کرلو -

حضرت امام حسن بصری کو ایکمرتبہ لکھا کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجئے اونھون نے لکھا واضح ہو کہ سب سے بڑی ہول اور امور دہشتناک تمہارے آگے ہین اور تمکو اونکو دیکھنا ہوگا - خواہ نجات کے ساتھ خواہ تباہی کے ساتھ - اور یہ بھی جان لو کہ جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہے وہ نفع مین رہتا ہے اور جو اوس سے

احیاء العلوم - ابن خلدون - سیرۃ العمر -

غفلت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے - اور جو شخص علم کرتا ہے اوسکو غنیمت ملتی ہے - اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے - اور جو مامون رہتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے اور جو عبرت نواز ہوتا ہے وہ صاحب بصیرت ہوتا ہے - اور جو اہل بصیرت ہوتا ہے وہ فہیم ہوتا ہے - اور فہیم آدمی واقفکار ہوتا ہے - اور جب تمسے کوئی لغزش ہوجاوے تو اوس سے باز رہنا چاہیئے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اوکھاڑ کر پھینکدو - اور جسوقت غصہ آوے اوسے ضبط کرو۔

آپکو حضرت مصرف بن عبداللہ نے لکھا امیر المومنین! دنیا عقوبت کا گھر ہے - اوسکو وہی جمع کرتا ہے جسکو عقل نہین اور اوس سے وہی مغالطہ کھاتا ہے جسکو علم نہین - آپس مین ایسے رہو کہ جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اور انجام کے خوف اور درد کی شدت اور دوا پر صبر کرتا رہتا ہے - تاریخ الخلفا و روضۃ الصفا مین مرقوم ہے کہ چونکہ ولید کو تعمیر عمارات کا بیحد شوق تہا اسلیئے اوسکے زمانہ مین لوگ علی العموم تعمیر عمارات کیطرف راغب تہے - اور سلیمان کثیر الاشتہا اور کثیر الغذا تہا اسلیئے اوسکے زمانہ مین نفیس نفیس غذا کے استعمال اور ازدواج کا بڑا شوق لوگون کو تہا اور عمر بن عبدالعزیز چونکہ علم دوست متشرع اور مذہبی آدمی تہے اسلیئے اونکے زمانہ مین مسایل شرعیہ کی تحقیق و تجسس مین طبیعتین منہمک رہتی تہین سچ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے الناس علے دین ملوکھم - صحیح بخاری مین لکھا ہے

ـلـ احیاء العلوم ـلـ سیرۃ العمر

کہ امیر المومنین نے ابو بکر بن حزم مدینہ منورہ کے حاکم کو لکھا کہ تمہارے شہر مین احادیث نبوی جسقدر بہم پہونچین جمع کرو۔ مدرسے قایم کرو۔ جلسے کرو۔ اور اوسکی اشاعت مین سعی بلیغ کرو۔ زبانی حفظ پر اسکا دار مدار مت رکھو۔ کتابون مین اسکی نقل کراؤ۔ مجھے اسکے ضایع ہونیکا خوف ہے۔ کیونکہ حفاظ حدیث جنکا اعتما و محض زبانی حفظ پر ہے اگر وہ دنیا سے اوٹھہ جاوین اور احادیث نبوی کتابون اور دفترون مین مدوّن نہون تو اونکے بقا کی کوئی امید نہین۔ اور مین دیکھتا ہون کہ فی زمانہ لوگونکی ہمتین قاصر۔ حوصلے پست اور اُمنگین بیکار ہوتی جاتی ہین۔ ایسی حالت مین نوک زبان پر یاد اوسکو مخزن حافظہ مین رکھنا آسان کام نہین ہے۔ لہذا قوم پر فرض ہے کہ وہ احادیث نبوی کو کتابون اور دفترون مین نقل کرے۔ اور بے بہرہ و ناخواندہ لوگ حفاظ حدیث کی مجالس و محافل مین حاضر ہوکر حدیث کی سماعت اور اوسکی حفاظت کی کوشش کرین۔ میرے نزدیک جبتک اس طریق سے کام نہ لیا جاویگا اخبار و آثار جو مناط و مدار اسلام کے ہین اونکی اشاعت غیر ممکن ہے اور اونکے تلف ہونیکا پورا خطرہ ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ احادیث کے ہوتے ہوئے کسی کے اقوال قابل اسناد و احتجاج نہین ہین۔[1]

یہ کام آپکے اولیات مین شمار ہونا چاہیئے۔ جسطرح قران کے جمع کرنیکا ابتدائی خیال حضرت عمر کو پیدا ہوا تھا اور اوسکی تکمیل خلیفہ اول نے اپنے عہد مین کی تھی

[1] فتح الباری ترجمہ صحیح بخاری وزرقانی۔

تھی۔ اور خلیفہ سوئم نے اوسکی اشاعت کرائی ویسا ہی احادیث کی تدوین کا فخر ابن عمر ثانی کو حاصل ہوا۔ سب سے پہلے جو ذی فہم و قابل شخص اس کام کے لئے انتخاب کیا گیا وہ امام زہری تھے۔ عجب نہین امام مالک کو بھی جو امام زہری کے شاگرد رشید تھے انھی کے فیضان صحبت سے یہ برکت نصیب ہوئی ہو۔ تہذیب الاخلاق مین بھی اس امر پر نہایت وضاحت سے بحث ہوئی ہے اسلئے اس مقام پر ہم اوسکو بھی درج کرتے ہین۔ وہو ہذا۔

یہ سخت تعجب ہے کہ مسلمان مورخین اس غلط فہمی مین مبتلا ہین۔ کہ حدیث کی کتابین دوسری صدی ہجری مین۔ سعید ابن ابی عروبہ۔ ربیع بن صبیح۔ ابن جریج اور مالک ابن انس نے تالیف کین جنمین آخری تالیف موجود بھی ہے۔ حالانکہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اوسکی اشاعت نے بہت تھوڑے دنون مین تمدن کے تمام وسائل فراہم کردیئے۔ تالیف و تصنیف بھی تمدن کا ایک شعبہ تھا اور اوسکی بھی قرن اول ہی مین بنیاد پڑی۔ حدیث کی کتابین بھی اوسی زمانہ مین تالیف ہوئی تھین۔ لیکن تالیف کے لئے جس تہذیب و ترتیب کی ضرورت ہے اوسکے آثار دوسری صدی ہجری مین قایم ہوئے۔ مورخین اوس تکمیل و ترتیب تالیفات کو دوسری صدی کی یادگار بتلاتے ہین۔ حالانکہ حضرت علی کی کتاب القضایا اور حضرت ابن عباس کی حدیث کی کتاب بہت ہی تھوڑے زمانہ کے بعد تالیف

۱؎ حضرت ابوبکر نے بھی ایک مجموعہ پانچسو حدیثوں کا جمع کیا تھا۔ مگر کسی نامعلوم سبب سے جلا دیا۔

ہوئی تھین مگر غالباً یہ کتابین مختصر و ناکافی تھین ۔ یہی وجہ ہے کہ ابن شہاب زہری نے جب ایک بسوط کتاب تالیف کی تو عام طور پر مشہور ہوا کہ حدیث کے سب سے پہلے مؤلف ابن شہاب زہری ہین آپکو اسی علم دوست خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کام پر مامور کیا تھا[1] جنکی وفات ۱۰۱ھ مین ہوئی تھی ۔ لہذا یہہ کام لامحالہ اوسکے قبل شروع ہوا ہوگا ۔ اور اوسکے سرآغاز کو پہلی ہی صدی سے نسبت ہوگی ۔

فرانس کا مشہور مستشرق موسیو سدیو اصل حقیقت سے واقف ہوکر لکھتا ہے کہ سب سے پہلے ابن شہاب زہری نے حدیثین جمع کین جو پہلے صدی کے ایک نامور محدث تھے[2] "

خلاصہ یہہ کہ اسکے بعد تالیف و تصنیف کا عام طور سے خیال پیدا ہو چلا ۔ اور جوامع اور مسانید کیطرف لوگونکی توجہ عام ہوگئی ۔ اور کل احادیث کتاب کی صورت مین مجلد ہوکر دفترون کی الماریون کو زیب و زینت دینے لگین ۔ امیرالمؤمنین کو احادیث نبوی کے ساتھ ایسا اعتنا تھا کہ آپ صرف اوسکے تدوین و اجتماع ہی کو ضروری نہین خیال کرتے تھے بلکہ اسکی توسیع و اشاعت کو خاص توجہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ چنانچہ حضرت نافع کو احادیث نبوی و دینی تعلیم کے لئے مصر روانہ کیا ۔ اور دوسرے دوسرے مقامات پر ہر گورنر کے ساتھ ایک ایک جید عالم مقرر کیا جاتا تھا جو امور سلطنت کے فرائض کو پورا کرکے دینی تعلیم بھی دیا کرتا تھا ۔ محدثین نے

[1] زرقانی صفحہ ۱۱ سطر ۹ و ۱۰ ۔ [2] تہذیب الاخلاق تتمہ اخبار وکیل ۔

آپکو حفاظ حدیث کے طبقہ مین داخل کیا ہے۔ حدیث مین آپکے مرویات بکثرت ہین علاوہ صحاح ستہ کے سنن و مسانید و معاجم بھی آپکے مرویات سے خالی نہین ہین محدث باغندی نے مستقل طور پر آپکے مرویات جمع کیے ہین۔ ایک مجموعہ مسند عمر بن عبدالعزیز جو آپکے نام سے مشہور ہے۔ وہ ایک مشہور و جامع کتاب ہے۔

مقولجات و خطبات

عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو اپنے بندونکے دلون پر غفلت ڈالدی یہہ بھی رحمت ہے تاکہ خوف سے مر نہ جاوین۔ دوسرا مقولہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی نعمتون پر شکر کرنا بہترین عبادت ہے۔

آپکی طبیعت شعر و شاعری کیجانب اگرچہ کم مائل تھی لیکن اسکی وجہہ یہ تھی کہ آپکی ابتدائی تربیت و تعلیم مذہبی حیثیت سے ہوئی تھی پس اسی بنا پر آپکے اقوال و افعال زیادہ تر مذہبی پہلو لیے ہوتے تھے۔ مگر باینہمہ وقتاً فوقتاً آپنے اس گلستان کے چمنون مین بھی تخم ریزی اور اس باغ پر بہار سے گلچینی کی ہے۔ اور اپنے دُرر مضامین و کلام کو سلک نظم مین پروتے رہے ہین۔ چنانچہ چند اشعار جو آپکی جدت طبع اور مخلوقات فکر کے نتیجے ہین بطور نمونہ کے ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

انہ الفواد عن الصبا وعن انقیاد للہوی

فلعمر ربک ان فی شیب المفارق والجلاء

لك واعظا لو كنت   تتعظ اتعاظ ذوی النهی

حتے متی لا ترعوی   والے متی والے متے

بعد ان سمیت کہلا   وابتلیت اسم الفتے

بلی الشباب وانت ان   عمرت رہن للبلا

وکفی بذلک زاجرا   للمرء عن غیی کفے

ترجمہ یہ تحقیق وہ دل جوان جو تابعدار عشق وخواہش نفس کا ہے بخدا اوسکے لئے سر کو بالون کی سپیدی اوراوسکی چمک بہت بڑی ناصح ہے بشرطیکہ تو صحاب عقل کی رائے قبول کرے۔ درحقیقت یہ تیرے لئے بہت ہیبت اور خوف کی بات ہے۔ درانحالیکہ تو سن رشد کو پہونچ جاوے۔ اور نام جوانی کا مٹ جاوے جب جوانی جاتی رہی تو تیری عمر بلا مین رہن ہوچکی۔ یہ مرد کی گواہی کے لئے کافی ہے کیونکہ وہ ایک تازیانہ زجرو توبیخ کا ہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ جریر بن خطفی شاعر نے حاضر ہوکر کچھ اشعار پڑہنا چاہا تو آپنے روکا۔ جریر نے کہا مین آنحضرت کے نعت کے اشعار سناؤنگا۔ آپنے اجازت دی۔ تو جریر نے یہ چند اشعار پڑہکر سنائے۔

ان الذی ابتعث النبی محمدا   جعل الخلافۃ للامیر العادل

تحقیق وہ ذات جسنے مبعوث کیا ہی محمد کو   اوسنے خلافت امیر عادل کے ہاتھون دی

برد الظالم حقها بيقينها — عن جورها واقام ميل المائل

جیسے مظلوم ہونیکے حق کو دلایا — اور برگشتون کوراہ حق دکھلائی

انی لارجو منك خير اعاجلا — والنفس معرضة بحب العاجل

لہذا مجھکو امید ہے تری ذات سی بہلائی کی — درانحالیکہ نفس فریفتہ ہی محبت عاجل کا

یہ سنکرامیرالمومنین نے فرمایا کتاب الدین مین تیرا حق نہین پاتا ہون۔ اوسنے کہا مین مسافر ہون میرا حق ضرور ہے پس او سوقت اپنے پچاس دینار اپنی جیب خاص سے دیا۔

تخت خلافت پر رونق افروز ہونیکے بعد جو پُر مغز حق سے بہرا ہوا آپنے مجمع عام مین خطبہ دیا اوس سے صرف آپکی حسن لیاقت وبیدار مغزی کا اظہار نہین ہوتا بلکہ آپکی خلوص نیت اور صدق دلی اور تورّع کا بھی پتہ اس سے چلتا ہے۔

یا ایہا الناس انه لاکتاب بعد القرآن ولا نبی بعد محمد صلے الله علیه وسلم الا وانی لست بقاضٍ ولکنی منفذ ولست بمبتدع ولکنی متبع ولست بخیر من احدکم ولکنی اثقلکم حملا وان الرجل الهارب من الامام الظالم لیس بظالم الا لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق وان من حولکم من الامصار والمدن ان هم اطاعوا کما اطعتم فانا والیکم وان هم ابوا فلست لهم بوالٍ۔

ترجمہ حاضرین! یاد رکھو آخری صحیفہ آسمانی قرآن ہے اور آنحضرت پیغمبر آخر الزمان ہین - مین اونکا قاضی نہین ہون - اونکے حکم کا جاری کرنیوالا اور متبع ہون - اور مقلد ہون نہ کہ مبتدع - اگر اطراف و جوانب کے لوگ میری بیعت کرلین جیساکہ تم لوگون نے کی ہے تو مین اونکا ایک والی ہونگا - اور اگر وہ لوگ میری بیعت نکرین اور میری بات نہ سنین تو اوپر مین حاکم نہین ہون - اسبات کا مین مقر ہون کہ مین تمسے بہتر نہین - لیکن کیا کرون بار خلافت اب مجھپر ڈالا گیا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص ظالم امام سے بہاگا اور اوسکی پیروی نہ کی وہ ظالم نہین بلکہ صائب الرائے ہے - مین یہ بھی کہتا ہون کہ جو لوگ معصیت مین گرفتار ہون اونکی اطاعت و فرمانبرداری تمکو جائز نہین -

مطلب یہ ہے کہ اگر مین شریعت کے احکام سے خلاف ورزی کرون تو میری اطاعت تملوگون پر واجب نہین -

ایک اور دوسرا خطبہ جس سے خلیفہ کی وسعت نظری و بلند خیالی کی شان ٹپکتی ہے اور جو اونکے نظام سلطنت کا مرقع ہے ابن اثیر سے اس موقع پر ہم نقل کرتے ہین -

ایہا الناس من صحبنا فلیصحبنا بخمس والا فلا یقربنا برفع الینا حاجة

ای لوگو جو شخص ہمارے ساتھ ہو اوسکو لازم ہے کہ پانچ باتون کا لحاظ رکھے ورنہ ہمارے پاس نہ آوے اونکی حاجت کے حاجت پیش کرے

من لا یستطیع رفعھا ویعیننا علے الخیر بجھدہ ویدلنا من الخیر علے
اپنی کوشش سے بھلائی پر ہماری مدد کرے اور ہمکو نیکی کا راستہ بتلائے کہ ہم ہدایت یاب ہوں اور کسی کی
ما نھتدی الیہ ولا یغتاب احدا ولا یعترض فیما لا یعنیہ
چغلی نہ کرے، اور غیر مفید اعتراض نکرے۔

اس خطبہ کو سنکر شعرا اور مسخرے یکے بعد دیگرے آٹھ آٹھ آنسو بہاکر اور یہ
کہکر رخصت ہونے لگے۔ ع آن قدح بشکست وان ساقی نماند۔ اور علما اور صلحا یہ
کہنے لگے اگر خلیفہ کو اپنے اس قول کی پابندی رہی تو ہملوگ بھی اس سلطنت
کے خوان کرم کے ریزہ خوار رہیں گے ورنہ ہماری بھی گنجائش نہیں۔

بعض خطبوں کے الفاظ یہ ہیں۔

اعلموا ان لکل سفر زادًا لا محالۃ فتزودوا السفرکم من الدنیا
الی الاخرۃ التقویٰ وکونوا کمن عاین ما اعد اللہ من ثوابہ
وعقابہ وترغبوا وترھبوا ولا یطولن علیکم الامل وتقسی قلوبکم
ترجمہ جان تو تحقیق واسطے ہر سفر کے توشہ ضرور ہے پس توشہ لو تم واسطے اپنے
سفر کے دنیا سے صرف آخرۃ کی پرہیزگاری کا اور ہوجاؤ اوس شخص کی مثال جسنے
دیکھا ہے جو آمادہ کیا ہے اللہ نے اپنے ثواب کو اور عقاب
کو (یعنی جنت کو اور نار کو) رغبت رکھو اور ڈرتے رہو (یعنی خوف و رجا رکھو)

۱؎ کامل ابن اثیر

اور نہ دراز ہو جاوے تمہارے عرصہ پر آرزو پس سخت ہو جاوینگے تمہارے دل۔

بعض فقرے خطبہ کے یہ ہین۔

اتقوا اللہ ایھا الناس واجملوا فی الطلب فانہ لو کان لاحدکم رزق فی راس جبل او حضیض ارض یاتہ الا ان ما سن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصاحباہ فھو دین ناخذ بہ وننتھی الیہ وما سن ماسواھما فھو مرجئیہ۔ الخ ترجمہ اللہ سے ڈرو لوگو اور طلب مین خوش اسلوبی اختیار کرو اسلئے کہ اگر تمہارا رزق پہاڑ کی چوٹی یا زمین کی تہ مین بھی ہوگا تو تمکو پہونچ جاویگا۔ خبردار رہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب کی ہمارا دین ہے جو ہمارا ماخذ اور حجت ہے اور اونکے غیر کا طریقہ صحیح نہین

آپنے خطبہ کو سورہ زمر کے ان دو آیتونپر ختم کرتے۔

یا عبادی الذین اسرفوا علےٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ

ذیل کا خطبہ سراپا دلاویز مشفقانہ نصیحتون سے مملو اور زہد و اتقا کا کلینۃً نمونہ ہے اسلئے ہم درج کرکے ناظرین سے استدعا کرتے ہین کہ وہ متمعن نظرون سے اسکو دیکھکر ایثار نفسی اور حمیت قومی کا سبق سیکھین خاصکر اس خطبہ کا جو یہ فقرہ من ابتدا وما یبلغنی تا عیشنا وعیشہ کیسا دلچسپ اور دلنشین ہے کہ جسکی قدر وہی زخم خوردہ اور نشتر زدہ قلوب جان سکتے ہین جنہین قوم کا درد ہے اور جو قومی شہید اور فنا فی القوم ہین۔

اما بعد فان الله عزوجل لم یخلقکم عبثا ولم یدع شیئا من امرکم سدی
فان لکم معادا ینزل الله فیه للحکم بینکم فخاب وخسر من خرج من
رحمة الله وحرم الجنة التی عرضها السموات والارض واشتری قلیلا
بکثیر وفانیا بباق وخوفا بامن الا ترون فی اسلاب الهالکین وسیخلفها بعدکم
الباقون کذالک حتی تردوا الی خیر الوارثین فی کل یوم ولیلة تشیعون غادیا ورائحا
الی الله عزوجل قد قضی نحبه وانقضی اجله حتی تغیبوه فی صدع
من الارض فی بطن صدع ثم تدعوه غیر ممهد ولا موسد قد خلع
الاسباب وفارق الاحباب وسکن التراب وواجه الحساب مرتهنا
بعمله فقیرا الی ما قدم غنیا عما ترک. فاتقوا الله قبل نزول الموت وایم
الله انی لاقول لکم هذه المقالة وما اعلم عند احد من الذنوب
اکثر مما اعلم عندی وما یبلغنی عن احد منکم حاجة الا احببت ان اسد من
حاجته ما قدرت علیه وما یبلغنی ان احدا منکم لا یسعه ما عندی
الا وددت ان یمکننی تغییره حتی یستوی عیشنا وعیشه وایم الله لو اردت غیر
ذالک من الغضارة والعیش لکان اللسان منی به ذلولا عالما باسبابه
ولکن سبق من الله کتاب ناطق وسنة عادلة دل فیها علی طاعته ونهی
فیها عن معصیته ثم وضع طرف ردائه علی وجهه فبکی وشهق وبکی الناس
فکانت اخر خطبة خطبها۔

ترجمہ ۔ بعد حمد وغیرہ کے پس بہ تحقیق اللہ عزوجل نے نہین پیدا کیا ہے تمکو
بیفائدہ ۔ اور نہین چھوڑا ہے کسی چیز کو تمہارے کامون مین سے مہمل پس بہ تحقیق
تمہارے واسطے ایک معاد ہے کہ اوتاریگا اللہ اوسمین حکم تمہارے درمیان مین
پس ناامید ہوا اور نقصان اوٹھایا اوس شخص نے جو نکل گیا خدا کی رحمت سے
اور محروم کیا گیا اوس جنت سے جسکا عرض آسمان اور زمین ہین ۔ اور مول لیا
اوسنے تھوڑے کو بہت کے عوض ۔ اور مٹنے والے کو باقی کے بدلے ۔ اور ڈر کو
امن کے بدلے ۔ کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بہ تحقیق اسباب اور اموال مرنے والونپر
تم قایم ہوئے ہو اور قریب ہے کہ خلیفہ ہو ۔ پیچھے اوسپر تمہارے اور باقی اسیطرح
سے چلا جاویگا یہانتک کہ پھیرے جاؤگے اپنے اچھے وارثونکیطرف پیچھے ہر دن
اور رات کے ہمراہی کرتے ہو تم یعنی جنازہ کی اوسکی جو صبح کرنیوالا اور شام کرنیوالا
ہے طرف خدا ے عزوجل کے ۔ موت آئی اوسکی اور منقضی ہوئی اوسکی اجل ۔
یہانتک کہ چھپا دیتے ہو تم اوسکو بیچ ایک گڑھے کے زمین کے گڑھے کے
پیٹ مین ۔ پھر چھوڑ دیتے ہو اوسکو بغیر بچھونے اور تکئے کے تحقیق اوسنے چھوڑا
اسباب کو اور جدا ہوا دوستون سے ۔ اور سکونت اختیار کی مٹی مین ۔ اور سامنا کیا
کتاب حساب کا در انحالیکہ گرو ہے اپنے عمل کا اور محتاج ہے اوسکا جسکی طرف آیا
ہے ۔ بے نیاز اوس سے جو چھوڑ گیا ہے ۔ پس ڈرو اللہ سے قبل موت کے
آنیکے ۔ اور قسم ہے خدا کی بہ تحقیق میرا رد ہے سخن تمہارے طرف نہین ہے ۔

اور نہین جانتا ہون مین کسی کے گناہون کو جتنا کہ مین اپنے گناہون کو جانتا ہون
اور نہین معلوم ہے مجھکو ایک کی تم مین سے کسی کی کوئی حاجت۔ مگر مین تاہم
آرزومند ہون کہ حتی الامکان اوسکی حاجت برآری کردون گو کہ مین اسقدر مستطیع
نہین ہون کہ میری استطاعت تمہارے لئے گنجائش کرسکے مگر ممکن نہے کہ
تغییر حالت کے سبب سے میری اور تمہاری زندگی ایک حالت مین ہوجاوے۔
اور میرا عیش تمہارا عیش ہوجاوے۔ اور قسم ہے خدا کی اگر ارادہ ہو میرا سوائے
اوس خوش زندگی اور عیش کے تو میری زبان گنگ ہوجاوے درانحالیکہ مین اوسکے
اسباب سے واقف ہون۔ مگر پہلے آچکی ہے اللہ کیطرف سے کتاب ناطق اور
سنت عادلہ کہ راہ دکھائی ہے اوسنے اوسمین فرمانبرداری کی اور منع کیا ہے اوسنے
اپنی نافرمانی سے۔ پہر رکھہ لیا کنارہ چادر کا اپنے مونہہ پر اور ڈاڑہ مار کر روئے اور روئے
سب آدمی۔ یہہ آخری خطبہ تہا جو آپنے تمام مسلمانون کے روبرو دیا۔

قوت تقریر کے ساتھہ قوت تحریر کا بھی مادہ خدا نے ودیعت کیا تہا۔ عاملون
والیون اور علما کو جو فرامین وخطوط ارسال فرماتے تھے وہ آجتک تاریخی اوراق
مین محفوظ ہین۔ اسکے مطالعہ سے خلیفہ کی زور لیاقت و بلاغت اور جدت کا پورا
پورا اندازہ ہوتا ہے۔

جراح بن عبداللہ گورنر خراسان کو کیا دلکش اور مضمون آفرین فقرہ تحریر
کیا تہا جس سے آپکی جدت طبع و کمال علمی پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ ان اللہ

ایش محمد صلی اللہ علیہ وسلم داعیا ولم یبعثہ خاتنا۔ (یعنی خدا نے آنحضرت کو رسول اللہ اور دعوت دینے والا بناکر بھیجا ہے نہ کہ ختنہ کرنیوالا)۔ اوریزید بن عبدالملک کو اپنی علالت اور مرض الموت کی حالت مین یہ لکھا تھا۔

امابعد فانی بایزید الصرعۃ بعد الغفلۃ حین لا تقال العثرۃ ولا تقدر علی الرجعۃ انک تترک ما تترک لمن لا یحمدک وتصیر الی من لا یعذرک والسلام۔

اور ایک عامل نے آپکے پاس ایک عرضداشت بھیجی جسمین ایک شہر کی مرمت کے لئے اجازت طلب کی تھی۔ اس درخواست کے آخر مین خلیفہ نے حسب ذیل توقیع لکھی "حصنہا بالعدل ونق طرقہا من الظلم" (یعنی شہر کی مرمت عدل سے کرو اور اوسکے رستونکو ظلم سے پاک کرو)۔

عمر بن عبدالعزیز کے عامل نے جو ملک عراق پر مامور تھا اس بات کی شکایت آپکو لکھی کہ میرے ملک کے باشندے سرکشی کرتے ہین۔ اسکا جواب دیا۔ ارض لہم بما ترضی لنفسک وخذ بجرائمہم بعد ذلک (یعنی تو اونکے لئے اونہی باتون مین راضی ہو جن باتون مین تو اپنے لئے راضی ہوتا ہے اور اوسکے بعد جرائم اونکی گرفت کر) جیساکہ سعدی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہین آنچہ برخود نپسندی بر دیگران مپسند۔

لہ تمدن اسلام لہ تمدن اسلام

بعد خلافت کے جو فرامین ہر عاملین اور گورنروں کے نام لکھکر بھیجے منجملہ اونکے
ایک یہ ہے جس سے خلیفہ کی قومی ہمدردی اور قومی فیلنگ اور تدبر ظاہر ہوتا ہے
اسلئے ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

اما بعد فان اللہ عز وجل اکرم بالاسلام اھلہ وشرفھم واعزھم
وضرب الذلۃ والصغار علی من خالفھم وجعلھم خیر امۃ اخرجت للناس
فلا تولین امور المسلمین احدا من اھل ذمتھم وخراجھم فتنبسط علیھم
ایدیھم والسنتھم فتذلھم بعد ان اعزھم اللہ وتھینھم بعد ان اکرمھم
اللہ تعالیٰ وتعرضھم لکیدھم والاستطالۃ علیھم ومع ھذا فلا یؤمن
غشھم ایاھم فان اللہ عز وجل یقول لا تتخذوا بطانۃ من دونکم
لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم الخ ولا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء
بعضھم اولیاء بعض الخ ترجمہ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے
بوجہ اسلام کے اہل اسلام کو مکرم و معظم بنایا ہے اور مخالفین اسلام کو ذلیل و حقیر
کیا ہے اور اہل اسلام کو بخطاب خیر الامم ممتاز کیا ہے پس ہرگز مسلمانوں کو زیبا
نہین کہ وہ اسلامی امور مین کسی اہل ذمہ و اہل خراج کو عامل بناوین اسلئے کہ وہ اونکے
ساتھ دست درازی اور سخت کلامی سے پیش آوینگے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے
مسلمانون کو عزت دے رکھی ہے اور وہ لوگ مسلمانون کے ساتھ ظلم اور مکر سے
پیش آوینگے۔ اور ساتھ اسکے نہین امن ہے اونکے دھوکے سے مسلمانون کو جیسا کہ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ نہ بناؤ سوائے مسلمانون کے کسی غیر قوم والے کو اپنا رازدار کیونکہ وہ لوگ تمہاری خرابی کے درپے رہتے ہین - اور نہ رفیق بناؤ یہود اور نصاریٰ کو کیونکہ وہ آپسمین ایک دوسرے کے رفیق ہین -

خلیفہ کے اس فرمان مین اور اوسکے طرز عمل اور قران شریف کی آیات شریفہ مین اس سوانح کے دیکھنے والون کے نزدیک خواہ بظاہر تعارض معلوم ہو لیکن خلیفہ نے ان آیات کو تخلیل کرکے حسب مغز سخن اور عطر روح کو نکالکر اپنا مفہوم ذہنی قرار دے رکھا تہا وہ اوسکی ذاتی راے نہ تہی بلکہ اوسکے بعد کے آنیوالے مفسرون نے اوسکو اپنی شاہراہ وسلکات کا مشعل قرار دیا ہے - چنانچہ خلیفہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ اسلامی امور مین کسی اہل ذمہ واہل خراج کو والی (حاکم) نہ بناؤ تو اوسکا مقصود اس ولایت سے وہ حکومت ہے کہ جو من حیث الدین ہو اور یہی شرعاً ممنوع اور کفر ہے نہ کہ وہ موالات کہ جو معاشرت اور دنیاوی معاملات کے متعلق ہو کیونکہ اگر وہ اون موالات کو جو من حیث الدنیا ہوتی ہے اس موقع پر مراد لیتا تو ایسے مذہبی خلیفہ کا طرز عمل اسکے خلاف ہرگز نہوتا - اور وہ عیسائیون اور یہودیون کے ساتھ ایسی رعایت عامہ کبہی جائز نہ رکہتا جیسا کہ ناظرین اوپر کے صفحات مین ملاحظہ کرچکے ہین - چنانچہ یہی معنی اون آیات کے بہی ہین کہ جنکو خلیفہ نے اپنے فرمان مین سنداً زیب سطر کیا ہے - کیونکہ ایسے مذہبی اور ذیعلم خلیفہ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ خدا کے حکم کے خلاف ایسا مذہبی و صریح حکم دینے پر مطمئن ہوسکے - چنانچہ ہم ان ہر دو آیات اور نیز

مثل انکے جو اور آیات متشابہات ہین اسکے معنی جو متقدمین و متاخرین مفسرین نے مراد لئے ہین قلمبند کرتے ہین۔

سرسید مرحوم ولا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض الخ کی تفسیر مین اور مثل اسکے جو اور آیات متشابہات ہین اونکی تفسیر مین ارقام فرماتے ہین کہ ان آیات سے موالات عموماً ممنوع شرعی نہین ہے بلکہ صرف وہی موالات جو من حیث الدین ہو حرام اور ممنوع بلکہ کفر ہے۔ اور موالات جو من حیث الدین ہو وہ یہ ہے کہ تم کسی شخص کو اسوجہ سے کہ اوسکا مذہب و دین جسکو اوسنے اختیار کیا ہے اچھا سمجھکر دوست رکھو۔ یہی موالات صرف منع ہے۔ نہ اور کسی قسم کی۔ اسکے بعد سرسید نے چند اور دلائل پیش کرکے چند اور آیات کو اپنے دعوی کے ثبوت مین پیش کیا ہے کہ جس مین خداوند تعالے نے مسلمانون کو اہل کتاب کے ساتھ بالتخصیص نصاری کے ساتھ تودد قایم کرنیکی اجازت دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہین۔ کہ مسلمانون کو اون عورتون سے جوکہ ذرات اہل کتاب ہین نکاح کرنا درست ہے درانحالیکہ وہ اپنے مذہب پر اور ہم اپنے مذہب پر ہین جیساکہ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ والمحصنات من الذین اوتوالکتاب من قبلکم (وای مودۃ اقرب من الزوجیۃ لکنہ لیس تلک المودۃ من حیث الدین) اور عورتین پاک کتاب والون کی۔ اور کونسی دوستی زیادہ قریب ہے زوجیت سے۔ مگر نہین ہے یہہ دوستی باعتبار دین کے۔

کفار والدین سکے ساتھہ محبت کرنیکا تمکو حکم ہے لقولہ تعالیٰ واخفض لہما
جناح الذل من الرحمۃ (اور جھکا دے اونکے لئے بازو ذلت کے بسبب رحمت
کے) وقال عز اسمہ وان جاھداک علے ان تشرک بی مالیس لک بہ علم
فلا تطعہما وصاحبہما فی الدنیا معروفا (لکنہا لیست من حیث الدین
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اگر جھگڑا کرین تیرے ماں باپ کہ شریک کرے تو میرے
ساتھہ اوسکو کہ جسکا تجھکو علم ہے تو اونکی اطاعت نکر اور اونکے ساتھہ دنیا مین نیکی
سے رہ (مگر یہ محبت باعتبار دین کے نہین ہے)۔

صلہ رحم کا ہمکو حکم ہے اور جبکہ ہم مسلمان اہل کتاب کے ساتھہ نکاح کرتے
ہین تو اونکے متولی ذوی الارحام اہل کتاب ہوتے ہین اور ہمکو اونکے ساتھہ
تو دد و صلہ رحم واجب ہے (لکنہ لیس من حیث الدین) خود خداوند تعالے نے
مسلمانون کو اہل کتاب کے ساتھہ بالتخصیص نصاریٰ کے ساتھہ تو دد رکھنے کا
حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا
الیہود والذین اشرکوا ولتجدن اقربہم مودۃ للذین امنوا الذین
قالوا انا نصاریٰ ذلک بان منہم قسیسین ورہبانا وانہم لا یستکبرون
(البتہ پائیگا تو سخت سب سے دشمنی مین مسلمانون کے ساتھہ یہود کو اور اونکو
جو مشرک ہین اور پائیگا تو قریب تر دوستی مین مسلمانون سے اونکو جو کہتے ہین
کہ ہم نصاریٰ ہین اور یہ اسلئے کہ ہین اونمین عالم اور پرہیزگار اور یہ لوگ غرور

نہین کرتے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ مطلق تودد ممنوع شرعی نہین ہے اور ان آیتون کے احکام مین داخل ہے بلکہ وہی تودد ممنوع ہے کہ جو من حیث الدین ہو۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ایک رسالہ مین جو مسئلہ تفضیل کے بارہ مین لکھا ہے اوسکے مقدمہ چہارم مین ارقام فرماتے ہین کہ "تعظیم شرعی آنست کہ مبنی باشد بر محبت اللہ و فی اللہ و دلایت و وثوق از دل در اینمعنی در غیر اہل فضل ہرگز در شرع وارد نشدہ" پس محبت و مودت غیر مشروع وہی ہے جو غیر اہل دین سے من حیث الدین ہو۔

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر مین اس آیۃ شریف لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین کی تفسیر مین ارقام فرماتے ہین اعلم انہ تعالی انزل آیات اخر کثیرۃ فی ھذا المعنی منھا قولہ تعالی لا تتخذوا بطانۃ من دونکم وقولہ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ وقولہ لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء وقولہ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء وقال والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض۔ واعلم ان کون المؤمن موالیا للکافر یحتمل ثلثۃ وجوہ احدھا ان یکون راضیا بکفرہ ویتولاہ لاجلہ لان کل من فعل ذلک کان مصوبا لہ فی ذلک الدین

وتقويت الكفر كفر والرضى بالكفر كفر فيستحيل ان يبقى مؤمنا معه كونه على هذه الصفة۔ وثانيها المعاشرت الجميله في الدنيا بحسب الظاهر وذلك غير ممنوع فيه۔ والقسم الثالث هو المتوسط بين القسمين الاولين هو ان موالات الكفار بمعنى الركون اليهم والمعونه والمظاهره والنصره۔ اما بسبب القرابه او بسبب المحبته مع اعتقاده ان دينه باطل فهذا لا يوجب الكفر۔ الا انه منهي عنه لان الموالات بهذا المعنى قد يجره الى استحسان طريقته والرضى بدينه وذلك يخرجه عن الاسلام فلاجرم هدده الله تعالى فيه فقال ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء۔ انتهى۔ جان تو اللہ تعالے نے اور بہت سی آیتین اس معنی مین اوتاری ہین منجملہ اونکے ایک آیۃ یہ ہے کہ نہ بناؤ دوست ولی سواے اپنے۔ اور ایک یہ ہے کہ نپائیگا تو اوس قوم کو کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کرین اوس شخص کے ساتھہ کہ مخالفت کرے اللہ اور رسول سے۔ اور ایک یہ کہ نہ بناؤ تم یہود اور نصارا کو اپنا دوست۔ اور ایک یہ کہ نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست۔ اور ایک یہ ہے کہ مسلمان مرد اور عورتین آپس مین ایک دوسرے کے دوست ہین۔ جان تو کہ ہونا مسلمان کا دوست کافر کے لئے تین وجہ سے ہے اوّل یہ کہ ہوگا راضی اوسکے کفر سے اور اس سبب سے اوس سے دوستی کریگا تو بیشک اوسکے سب کام کو دوست اور محبوب رکھیگا۔ اور دوست رکھنا

کفر کا کفر ہے۔ اور خوش ہونا کفر کے ساتھ کفر ہے تو محال ہے کہ وہ باقی رہے مسلمان معہ اپنی صفت کے۔ دوئم یہ کہ دوستی معاشرت دنیا کے لحاظ سے۔ تو یہ منع نہین ہے۔ تیسرے یہ کہ (یہ قسم متوسط ہے) دوستی کرنا کافرون کے ساتھ بلحاظ میلان اور اعتماد سکے اوسکی طرف ساتھہ مددگاری اور پشت پناہی اور یاری کے یا بسبب قرابت و محبت کے معہ اعتقاد اسکے کہ اوسکا دین باطل ہے تو یہ موجب کفر نہین ہے مفسرین کے ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موالات سے تمام آیات مین مراد تولا من حیث الدین ہے اور یہی مسلک خلیفہ کا بھی تھا۔ ورنہ وہ ہرگز یہودیون اور عیسائیون سے مودّت نہ رکھتا اور نہ اونکو اپنے مقربین اور مصاحبین خاص کے حلقہ مین داخل کرتا۔ اور نہ یہودیون اور عیسائیون کو بمقابلہ مسلمانون کے کبھی درجہ مساوات عطا کرتا۔ اور نہ اونکے مردہ حقوق کو زندہ کرتا۔ جیسا کہ اوسکا سارا کریکٹر گواہی دے رہا ہے کہ اوسنے ہمیشہ ذمیون اور مسلمانون کو ایک نظر سے دیکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ان آیات مین موالات سے مراد موالات من حیث الدین ہے نہ کہ من حیث الدنیا۔ جو کہ بلحاظ رشتہ داری و محبت ذاتی و حسن معاشرت و محکومی کے ہوتی ہے۔

اور اگر ہم اسکو مان لین کہ خلیفہ دنیاوی امور اور نظم سلطنت مین غیر قومون کو حصہ دینا معیوب خیال کرتا تھا تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ فی زمانہ ہمارے سب سے زیادہ متمدن و مقتدر ہمعصر اقوام یورپ اور ہماری ہمسایہ قومون نے قومی ہمدردی

اور قومی تعصب کا مفہوم اور اوسکا کیا اصول قرار دے رکہا ہے۔ قومی تعصب
و قومی ہمدردی خواہ کسی مختلف کشت زار کے مختلف قسم کے پودے ہی کیون نہون
اور اونکے معانی مین تباین کلی ہی کی نسبت کیون نہو لیکن اس زمانہ مین قومی تعصب
اور قومی ہمدردی ہم معنی سمجھے جاتے ہین۔ غیر قومون کو نقصان پہونچاکر اپنی قوم
کو فائدہ پہونچانا اور دوسری قومون کے حقوق کو پامال کرکے اپنا حق خایق کرنا
اور اپنے شجر امید کو بارآور و ثمردار بنانا۔ اور دوسری قومون کی ضعیف سلطنتون کو
اپنی طاقتدار و زوردار آور پاؤن سے کچلکر اپنی سلطنتون کے ساتھ مدغم کرلینا اس
زمانہ مین قومی ہمدردی سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ پامال شدہ و تباہ شدہ قوم اور
حقوق تلف کردہ نوع اسکے معنی کو اپنے ذہن مین قومی تعصب خیال کرتی ہے
پس اگر قومی ہمدردی و قومی تعصب مین باہم تصادق کلی کی نسبت ہے تو خلیفہ
کا اپنی قوم کو یہ حکم دینا کہ غیر قومون کو حاکم نہ بناؤ اور اپنا اونکو رازدار نہ بناؤ۔ اور اونکو
اسلامی امور مین بخیال ظلم و تعدی و زباندرازی و سخت کلامی شریک و سہیم نکرو
کسیطرح قابل نفرت اور قابل گرفت نہین ہے۔ دنیا کا یہ دستور جیساکہ ہمیشہ سے
رہا ہے اور اب بھی ہے ویسا ہی اوسنے بھی کیا۔ قطع نظر اسکے جبکہ خلیفہ عیسائیون
سے کئی مرتبہ چشم زخم اوٹھا چکا ہو اور اونکے مکر کے جعل مین پھنس چکا ہو۔ تو
کیسے اوسکا یہ فعل حزم و احتیاط و دور اندیشی کے منافی ہوسکتا ہے۔ جیساکہ روم
کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ روم پہلے زمانہ مین تہا وہ کر غرض سے خلیفہ سلیمان نے

فوج بسرکروگی مسلمہ کے پہنچی تھی وہ الفون کے قریب سے ایسا ناقابل تلافی نقصان اوٹھا چکی تھی کہ جسکا زخم ابھی مندمل بھی نہ ہوا تھا بلکہ ہنوز تازہ تھا۔ اور دوسرے خود بذات خاص خلیفہ اپنے مدینہ کی گورنری کے زمانہ مین جبکہ روم کے عیسائی کاریگر مسجد نبوی کی تعمیر مین مصروف تھے دہوکہ کہا چکا تھا کہ ان متعصبون نے تعصب مذہبی کیوجہ سے سور کی تصویر مسجد نبوی کی دیوارون پر بنا کر اوسکو ناپاک بنا دیا تھا[1]۔ پس ان واقعات وخیالات کیوجہ سے خلیفہ نے اگر ایسا کیا ہو تو یہ چندان قابل عیب نہین۔ جیسا کہ بزرگون کا قول ہے آزمودہ را آزمودن جہل است۔

مگر باینہمہ ملکی حقوق کے نسبت یورپ کی مہذب سے مہذب حکومتون نے فاتح ومفتوح مین جو حد فاصل قایم کی ہے وہ اسلامی حکومتون نے کبھی نہین کی۔ اسلام نے یا اسلامی حکومتون نے کبھی یہ قاعدہ نہین بنایا۔ کہ جو شخص ولایت زاہو اوسکو فلان قسم کے حقوق نہین مل سکتے۔ یا فلان فلان عہدے فاتح قوم کے افراد کے ساتھ مخصوص ہین۔ اسلام کے آغاز مین ملکی اور فوجی عہدون کے مختلف ومنقسم نہ ہونیکے سبب سے البتہ عیسائی فوجی مہمات کی خدمت کو گوارا نہین کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ جب تمدن نے زیادہ ترقی کی اور ملکی وفوجی صیغون مین فی الجملہ امتیاز ہوا تو ذمیون کو ملکی صیغون مین بار ہونے لگا۔ سب سے پہلے اسکی ابتدا امیر معاویہ نے کی یعنی ابن آثال ایک عیسائی حمص کا فنانشل کمشنر اور وہان کا

[1] سیرۃ العمر

حاکم مقرر ہوا۔ رفتہ رفتہ کوئی بڑے سے بڑا منصب اور عہدہ ایسا نہیں رہا کہ جو غیر مذہب والونکی دسترس سے باہر رہا ہو۔ مذہبی صیغہ کو چھوڑ کر دربار میں سب سے بڑے عہدے دو تھے۔ وزارت و کتابت۔ کتابت آجکل کی اصطلاح میں چیف سکریٹری کے عہدے کے برابر ہے یعنی ہر قسم کے فرامین سلطنت کا اور غیر سلطنت سے مراسلت کا کام اسی سے متعلق تھا۔ اور اسیوجہہ سے وہ وزیر اعظم کے برابر یا اوسکے دوسرے درجہ پر خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں منصب جو اعلیٰ ترین مناسب تھے ذمیونکو عطا کیے گئے۔

عبدالملک بن مروان جو سلطنت بنی امیہ کا دوسرا تاجدار تھا اوسکا کاتب ابن سرجون ایک عیسائی تھا۔ حجاج جسکو ظالمون کا معلم اوّل کہا جاتا ہے اوسکا طبیب خاص تیاذوق نامی ایک عیسائی تھا[1] اور ابن زیاد جسنے خاندان نبوت کے چراغ کو گل کیا ہے وہ عراق کے مالگذاری کے وصول تحصیل پر عام طور پر ذمیون کو مقرر کیے ہوئے تھا۔ پس جس خلیفہ کے اسلاف کا ایسا طرز عمل رہا ہو کہ جو اسلامی شریعت کا اصل اصول ہے تو اوسکے نسبت کیسے یہ خیال کیا جاسکتا ہے

---

[1] ماخوذ از ابن خلدون۔ رسائل شبلی۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ابن خلدون۔ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۳۲۹ھ۔ عیون الانبا کے حوالہ سے تیاذوق کا ایک لطیفہ لکھا ہے کہ حجاج کی مٹی کھانیکی عادت تھی ایک روز اسنے پوچھا مادہ اعراکل الطین ہو (مٹی کھانیکی کیا دوا ہے) تیاذوق نے جواب دیا عزیمۃ مثلک ایھا الامیر (آپ جیسے اولوالعزم کا قصد کرلینا ہی اسکی دوا ہے) حجاج نے سنتے ہی مٹی پھینک دی اور پھر عمر بھر اسکے قریب نگیا۔ دو کتابیں بھی تیاذوق کی تالیف ہیں۔ کناش کبیر۔ ابدال الادویہ۔

کہ وہ ذمیون کا دشمن ۔ اور انکو ملکی حقوق دینے کا مخالف رہا ہو درانحالیکہ جسکا منصب شریعت کی پابندی مین اپنے سلف سے بدرجہا بڑھا چڑھا ہو ۔ ہان البتہ سلطنت کے راز دار بنانے اور امور سلطنت سے غیر قومون کو واقف و آگاہ کرنے اور مذہبی معاملات مین غیر قومون کو حاکم بنانے کو یہ خلیفہ ضرور مذموم و معیوب خیال کرتا تھا ۔ جو اصول سیاست کے بھی سراسر منافی اور ضد ہے ۔ اور جسپر آجکے روز بھی تمام یورپ کی سلطنین کاربند ہین ۔ اور باوجود کانگرسیون اور آزاد اخبارون کے شور و شغب و ہماہمی کے منزل مقصود ہنوز کوسون دور ہے ۔ ہمارا بھی اسپر صاد ہے کہ پالٹیکس اسرار کا غیر قومون پر ظاہر کرنا سخت غلطی بلکہ قومی گناہ ہے ۔

فقہی معلومات و اجتہادی مسائل

احادیث کے استنباطی مسائل اور استخراجی احکام و افتا مین آپکا درجہ امام کا تھا جیسا کہ اکثر ائمہ نے آپکو مجدد و امام کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے جسکا ذکر آگے آئیگا ۔ فی الحال اس موقع پر چند احکامات مستنبطہ اور آپکے اجتہادی فتاوے قلمبند کئے جاتے ہین ۔ قد افلح من تزکی مین تزکیہ کو صدقہ فطر کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۔[۱] فرمایا کافر کو مسجد مین آنیکی اجازت نہین ۔[۲] فرمایا مریض اگر

[۱] تفسیر کبیر [۲] بخاری شریف [۳] تخریج زیلعی ۔

قرض کا اقرار کرے تو جائز ہے اور اگر زوج زوجہ کو یا زوجہ زوج کو اپنی کوئی شے
ہبہ کرے تو جائز ہے رجوع لازم نہین ہے سیماھم فی وجوھھم من
اثر السجود کی تفسیر مین بعضون نے سجدہ سے سجدہ کے وقت چہرہ پر جو خاک لگ
جاتی ہے مراد لی ہے اور بعضون نے اوس سے نور خشوع مراد لیا ہے بربنائے
اسکے عمر بن عبد العزیز بجز مٹی کے اور کسی چیز پر سجدہ نہین کرتے تھے - بظاہر اس سے
یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ دونون مطلب حاصل ہین کوئی فوت نہو حضرت انسؓ سے
مروی ہے کہ مین نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پیچھے نماز پڑہی اوسوقت جبکہ
آپ مدینہ کے گورنر تھے مین اس جوان سے زیادہ سب ارکان کی پورا کرنیوالی
اور ہلکی نماز کسی کی نہ دیکھی - اور یہ روایت اسطرح بھی آئی ہے کہ مین نے اس جوان
صالح کی نماز کے سوائے اور کسی کی نماز ایسی نہین دیکھی جو آنحضرت کی نماز سے
مشابہ ہو - راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمر بن عبد العزیز کے پیچھے دس دس بار
تسبیح کیا کرتے تھے - یہ اجتہاد آپکا بربنائے اوس حدیث شریف کے ہے جیساکہ
صحابہ کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم آنحضرت کے پیچھے رکوع و سجود مین دس دس بار
تسبیح کیا کرتے تھے[1] امام غزالیؒ اسپر یہ نوٹ کرتے ہین کہ جب جماعت کثیر ہو تو
تین مرتبہ تسبیح کہنی اچھی بات ہے - اور جب جماعت قلیل ہو اور جماعت مین صرف
دیندار اور اہل ریاضت ہی ہون تو دس مرتبہ کا مضائقہ نہین ہے - کثرت جماعت

---

[1] احیا، ج۱ احیاء -

سکے وقت نماز کو طول دینا ہوا کے عفونت پذیر ہونے کے لحاظ سے بھی مناسب نہین ہے اسلئے ایسی حالت مین تین بار تسبیح کہنا افضل ہے۔ چنانچہ شارع نے آب ہوا کے فاسد ہونیکے لحاظ سے عیدین اور نماز جمعہ مین بسبب آدمیون کی کثرت کے مسلمانون کو صاف اور ستہرا لباس عطر و خوشبودار چیزون سے بسا ہوا پہننے کو حکم دیا ہے۔ فرمایا[۱] فجر کے وقت قنوط پڑہنی جائز ہے۔ یہی مسئلہ شافعیون کا ہے نغمہ دلفریب کے ساتھہ اذان دینی ممنوع خیال کرتے تھے۔ پختہ[۲] چیزون کے کہانے سے وضو کے شکست کے قائل تھے۔ عدی بن ارطات کو لکھا طلاء (ایک قسم کی شراب ہے) کا پینا حرام ہے۔ امام[۳] مالک اپنی کتاب موطا مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے دمشق کے عامل کو لکھا کہ زکواة سونا۔ چاندی۔ اور زراعت مین ہے۔ اور زریق بن حیان مصر کے حاکم کو لکھا کہ مسلمانونکے مال تجارت مین سے ہر چالیس دینار مین بیس دینار تک چالیسوان حصہ اگر بیس دینار سے کم ہو تو کچھہ نہین۔ اور ذمی کے مال تجارت مین سے ہر بیس دینار مین سے ایک دینار لو۔ اور اگر دس سے کم ہو تو کچھہ نہین لیا جاوے۔

نوین ذی الحجہ کو منا سے عرفات کیجانب صبح کو روانہ ہوئے تو تکبیر کی آواز کانو آدمی پیادہ انکو بیٹہکر فہمائش کرادیا کہ یہ وقت لبیک کا ہے نہ کہ تکبیر کا۔ نابالغ کا نکاح کردینے والا اگر باپ ہو یا اور کوئی ولی جائز ہو اگر خاوند سے تحفہ و ہدیہ کی شرط

---

۱ بخاری شریف ۲ نووی شرح صحیح مسلم ۳ سنن نسائی

پر نکاح کر دیوے تو یہ تحفہ منکوحہ کا حق قرار پاویگا نہ کہ ولی کا۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت
سے کہے انت طالق بتۃ یا انت بتۃ تو اسمین صحابہ کا اختلاف ہے حضرت عمر
کے نزدیک ایک طلاق پڑیگی سفیان ثوری اور اہل کوفہ کے نزدیک جیسی نیت ہوگی
مگر بائن پڑیگی۔ امام شافعی کے نزدیک رجعی ہوگی عمر بن عبد العزیز کے نزدیک
تین طلاق باین پڑیگی جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ عمر بن عبد العزیز
نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ طلاق بتہ کے نسبت علما کی کیا رائے ہے اونھون نے لکھا
ابان بن عثمان اسکو طلاق واحد سمجھتے ہین۔ آپنے فرمایا اگر طلاق ایکہزار درست ہوتی
تو بتہ اوسمین کچھ نہ باقی رہتا حالانکہ جسنے لفظ بتہ کہا وہ انتہا کو پہونچگیا۔ فرمایا مدبر یعنی غلام
اگر کسی شخص کو زخمی کرے تو مولا کو لازم ہے کہ مدبر کو مجروح کے سپرد کر دیوے
اور وہ مجروح اوس سے خدمت لیوے جب دیت ادا ہو جاوے یعنی مجروح
صحتیاب ہو جاوے تو اپنے مولا کے پاس چلا آوے درآنحالیکہ مولا اوسکا زندہ ہو
جمیل بن عبد الرحمن عمر بن عبد العزیز کے پاس آیا کرتے تھے اوسکا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی
شخص کسی پر دعوی کرتا اور اونکو مدعی اور مدعا علیہ مین باہم میل جول اور تعلق اور ارتباط
معلوم ہوتا تو مدعا علیہ سے حلف لیتے ورنہ حلف نہ لیتے۔ عمر بن عبد العزیز اور اکثر علما
مدینہ کا یہی مذہب ہے کہ جب مدعا علیہ مدعی سے کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو۔ نہ جان پہچان
اوس سے ہو۔ نہ اتحاد۔ نہ اہل معاملہ ہو۔ تو مدعا علیہ سے حلف لینا ضرور نہین۔ لیکن جمہور
علما اور ائمہ ثلثہ اسکے برخلاف ہین وہ یہ کہتے ہین کہ جب مدعا علیہ منکر ہو۔ اور مدعی

جسکے پاس گواہ نہو۔ تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی۔ زرقانی نے اسکی وجہہ یہہ بیان کی ہے کہ امام مالک نے یہہ مذہب اسواسطے اختیار کیا کہ اگر مدعا علیہ سے عموماً حلف لی جاوے تو ہر شخص ذلت دینے کے خیال سے شریف اور بھلے آدمیون سے حلف لیا کریگا۔ امام مالک نے اسکی تصریح ان لفظون مین کی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے تو دیکھا جاویگا کہ مدعی کو مدعا علیہ سے میلاپ اور ربط ضبط تو نہین ہے۔ اگر ربط ضبط اور تعلق ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لین گے۔ اگر حلف کرلیگا تو مدعی کا دعوی باطل ہو جاویگا۔ اور اگر انکار کریگا تو مدعی سے حلف لین گے اگر مدعی حلف کریگا تو اوسکا حق ثابت ہو جاویگا۔ اور اپنا حق لے لیگا۔

ابوالزناد سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک غلام کو حد قذف (یعنی کسی مسلمان پاک دامن یا عورت عفیفہ پر زنا کی تہمت لگانا) کے اسی کوڑے لگوائے تو مین نے عبداللہ بن عامر سے پوچھا اونہون نے کہا مین نے حضرت عمر اور عثمان اور خلفا کو دیکھا کسی نے غلام کو حد قذف مین چالیس کوڑے سے زیادہ نہین لگائے۔[1]

زریق بن حکیم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جسکا نام مصباح تھا اپنے بیٹے کو کسی کام کیواسطے بلایا۔ اوسنے دیر کی۔ جب آیا تو مصباح نے کہا اسے گرانی۔ اوس لڑکے نے میرے پاس فریاد کی۔ مین نے اوسکے باپ کو جب

---

[1] موطا امام مالک ۔ موطا ۔

حد مارنی چاہی۔ تو وہ لڑکا بولا۔ اگر تم میرے باپ کو کوڑون سے مارو گے تو مین زنا کا اقرار کر لون گا۔ تا کہ میرے باپ کے ذمہ سے حد دفع ہو جاوے۔ کیونکہ حد قذف جب ہی واجب ہوتی ہے۔ کہ زنا کا ثبوت شہادت یا اقرار سے نہ ہو سکے۔ مین یہ سنکر حیران ہوا اور اس مقدمہ کا فیصلہ میرے اوپر دشوار ہوا۔ تو مین نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا وہ اوس زمانہ مین حاکم تھے۔ مدینہ کے سلیمان بن عبد الملک کیطرف سے) عمر بن عبد العزیز نے جواب مین لکھا کہ لڑکے کے عفو کو جائز رکھو یعنی بیٹے نے اگر باپ کو حد معاف کر دی تو عفو صحیح ہے۔ زریق لکھتے ہین کہ مین نے عمر بن عبد العزیز کو یہ بھی لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو تہمت زنا کی یا اسپنے ماں باپ کو اور ماں باپ اوسکے مر گئے ہوں یا دونوں مین سے ایک مر گیا ہو لگاوے تو کیا حکم ہے جسکا جواب اونھون نے یہ لکھا کہ جس شخص کو تہمت زنا کی لگائی گئی ہے اگر وہ معاف کر دے تو عفو درست ہے۔ لیکن اگر اوسکے والدین کو تہمت زنا کی لگائی گئی ہے تو اوسکا عفو کر دینا درست نہین ہے۔ درآنحالیکہ والدین مر گئے ہون۔ یا دو مین سے ایک مر گیا ہو بلکہ حد لگاؤ اوسکو موافق کتاب اللہ کے۔ مگر جب بیٹا اپنے والدین کا حال چھپانیکے واسطے عفو کر دے تو عفو درست ہے۔ امام مالک نے اوسکی تصریح اسطرح کی ہے کہ اگر اوسکو یہ خوف (بحالت ذلت والدین کے) ہو کہ اگر مین تہمت لگانے والے کو معاف نکرونگا تو والدین کا زنا گواہون سے ثابت ہو جاویگا تو اسوجہ سے عفو کرنا درست ہے۔

قدریہ کے بارے میں (وہ جو انسان کو اپنے افعال کا خالق یا قادر و مختار جانتے ہیں) آپکا یہ اجتہاد تھا کہ پہلے اون سے توبہ کرائی جاوے اگر توبہ کرلیں تو بہتر۔ نہیں تو قتل کیے جاویں۔ جیسا کہ ابو سہیل بن مالک کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ایک دن ہمراہ جا رہا تھا۔ راستہ میں اونھوں نے مجھسے پوچھا۔ تمہاری کیا راے قدریہ کے بابت ہے؟ میں نے کہا پہلے اونسے توبہ کرائی جاوے اگر توبہ کرلیں تو بہتر ورنہ قتل کیے جاویں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا۔ کہ میری بھی یہی راے ہے۔ امام مالک اپنے کتاب موطا میں لکھتے ہیں کہ مجھکو بھی اسی سے اتفاق ہے۔

چونکہ یہ ایک ایسا نازک مسئلہ ہے کہ جس کے عقائد کے تشہیر سے مسلمانوں کے اصولی عقاید میں خلل پڑنیکا خوفناک اندیشہ لاحق ہوتا ہے، اسلئے مذہبی مصلحت کے لحاظ سے ایسی راے قایم کرنا خلاف مصلحت اور مقتضاے وقت کے خلاف نہیں ہے، مگر یا این ہمہ اس راے کو سواے کتاب کے اوراق میں محفوظ رہنے کے کسی مقام پر فروغ نہیں ہوا، چنانچہ ذیل کی روایت اسکی شہادت ناطقہ ہے آپکے زمانہ میں غیلان بن یونس نے مسئلہ قدر کا ظاہر کیا، اطلاع ہونے پر آپنے اوسکو طلب کر کے اوسکو توبہ کرنیکا حکم دیا، اوسنے توبہ کی اور کہا میں گمراہ تھا، آپنے مجھے ہدایت فرمائی، فرمایا "اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو بہتر، اور اگر منافقانہ طور پر توبہ کر رہا ہے، تو اسکے ہاتھ پاؤں

کاٹے جاوین[۱] امیرالمومنین کی یہ دعا ایسی تیر بہدف ہوئی کہ بہت زمانہ گذرنے پایا تہا کہ ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت مین اسی عقیدہ کے اظہار پر اپنی سزا کو پہونچگیا

اس روایت سے یہ بھی اشارتًا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے غیلان بن یونس کے قتل سے قصدًا اغماض و گریز کیا کیونکہ اگر آپکو اوسکا قتل مد نظر ہوتا تو کوئی ایسی وجہ معقول اوسوقت نہ تھی کہ جو آپکو اوسکے قتل کے ارادہ سے باز رکھ سکتی، قطع نظر اسکے آپ اسکی توبہ کو سچی توبہ بھی نہیں خیال کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ حسب العادت مثل عاصم خارجی اور ابن ابجر عیسائی کے جو آپکے ہاتھ پر صدق دل سے ایمان لاکر وظیفہ خوار سلطانی بن چکے تھے، اسکا بھی وظیفہ مقرر کر دیتے لیکن آپ نے دونون امر کے خلاف اسکے حق مین سولی دیئے جانے اور ہاتھ پاؤن کاٹے جانے کی بد دعا کی اسلئے ثابت ہوا کہ آپ کو اسکے طرز بیان اور بشرہ سے اسکے منافقانہ توبہ کا علم ہوچکا تہا بربنا اسکے آپنے قومی رعایت یا بخوف قتل و گردن کشی یا بخیال درستگی عقاید آیندہ اسکی خطا سے چشم پوشی کی، جیسی کہ آپکی راے دو ایک مرتبہ قدریہ کو موقع دیئے جانے اور توبہ کرانے کے متعلق قایم ہوچکی تھی۔ جو لوگ دین اسلام سے منحرف ہوکر ذکواۃ دینی بند کر دیتے تھے اگرچہ اونکے حق مین خلیفہ اول حضرت ابوبکر کی یہ راے تھی کہ اونپر جہاد کیا جاوے لیکن عمر بن عبدالعزیز کا اجتہاد یہ تہا کہ ذکواۃ نہ دینے والون کی نسبت ابتداءً یہ شبہہ نکر لینا چاہیئے کہ وہ مرتد ہوگئے بلکہ ممکن ہے کہ افلاس کی وجہ سے وہ نہ دیتے رہے ہون اسلئے ایسے شخصون کی آپ ذکواۃ چھوڑ دیتے تھے لیکن جب وہ خوشی سے اوسکا دینا قبول کر لیتے تھے تو اوسکے لینے کی اجازت دیدیتے تھے

---

[۱] الکامل ابن اثیر تاریخ الخلفا

چنانچہ امام مالک موطا مین تحریر فرماتے ہین۔ کہ ایک عامل نے عمر بن عبد العزیز کو لکہا کہ ایک شخص اپنے مال کی ذکواۃ نہین دیتا۔ اوسکو آپنے لکہا اوسکی ذکواۃ چہوڑ دے مثل اور مسلمانونکی" یہ خبر اوس شخص کو پہونچی تو اوسکو برا معلوم ہوا اور اپنے مال کی ذکواۃ ادا کر دی۔ بعد اسکے عامل نے عمر کو اطلاع کی۔ اوتہون نے جواب مین لکہا کہ اب ذکواۃ اوس شخص سے لے لے۔

معلوم ہوتا ہے بعض اوقات محض غیرت و شرم دلانیکی غرض سے آپ ذکواۃ چہوڑ دینے کو لکہدیا کرتے تہے۔ سہد اور گہوڑے کی ذکواۃ لینا پسند نہین کرتے تہے جیسا کہ خلفائے راشدین کا دستور تہا۔ حضرت عمر نے اگرچہ شام والون کی خواہش و آمادگی کے سبب ایکمرتبہ ذکواۃ لینا قبول بہی کیا تہا تو بہی اوسمین یہ قید لگا دی تہی کہ ذکواۃ لیکر اونکی فقیرون کو دیدو اور اونکے یہان کے غلامون اور لونڈیون کی خوراک مین صرف کرو۔

یحیٰی بن سعید سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ہدی بہیجی ایک اونٹ کی حج یا عمرہ مین۔ مگر بعض آئمہ کے نزدیک وہ ہدی تک جائز ہے جنمین عبد اللہ بن عباس۔ اور عبد اللہ بن عمر ہین۔

موطا مین لکہا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جہاد مین گہوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بخاری مین ابن عمر سے روایت ہے کہ

۱؎ موطا ۲؎ موطا

رسول اللہ نے گھوڑے کو دو حصے اور سوار کو ایک حصہ دلایا۔ تو سوار کے تین حصے
ہوئے اور پیدل کا ایک حصہ ایسا ہی ابو داؤد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ
پیادہ کا ایک حصہ اور سوار کے تین حصے۔ ایک حصہ سوار کا اور دو حصے گھوڑے
کے ائمہ ثلثہ اور اکثر فقہا کا یہی مذہب ہے۔ صرف امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیدل
کا ایک حصہ اور سوار کے دو حصے ہین۔ عمر بن عبد العزیز نے حکم دیا مشتری کو نقصان
دلانیکا جب کھیت یا میوے کو آفت پہونچے۔ اسلئے کہ اگر نقصان نہ دلایا جاتا تو
بائع ہمیشہ فائدہ مین رہتا اور مشتری گھاٹے مین۔ قطع نظر اسکے بائعان کی خبیث
عادت نہ متروک ہوتی کہ جو وہ پھل لگنے اور کھیتون مین بالیان پہوٹنے کے ساتھ
ہی فروخت کر ڈالتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے لکھا عبد الحمید بن عبد الرحمن کو
اور وہ اسوقت عامل تھے کوفے کے کہ ایک قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کیا کرو۔

عمر بن عبد العزیز نے کہا یہودی یا نصرانی کی دیت آزاد مسلمان کے
نصف ہے۔

زریق بن حکیم نے ایک بھاگے ہوئے غلام کو گرفتار کیا جسپر چوری ثابت
تھی۔ مگر اونکو یہ مسئلہ مشکل معلوم ہوا اسلئے اونھون نے عمر بن عبد العزیز کو
لکھا۔ اور یہ بھی لکھا کہ مین سنتا تھا کہ جو غلام بھاگ جائے پھر وہ چوری کرے تو
اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا۔ حکم ہوا کہ اسکے ہاتھ کاٹ ڈالے جاوین کیونکہ اوسکا
یہ فعل والسارق والسارقۃ کے مضمون کے تحت مین داخل ہے۔ بشرطیکہ

اوس غلام نے ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری کی ہو

امیر المؤمنین کے ایک عامل نے چند ڈکیتیون کو ڈکیتی کے جرم مین گرفتار کیا مگر وہ تذبذب مین پڑگیا کہ انکے ہاتھ قطع کیے جاوین یا سزائے موت دیجاوے یا قید کیے جاوین - بربناے اسکے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کو لکھا جسکا جواب آپنے یہ لکھا کہ اگر تو آسان امر یعنی قید وجلا وطنی کو اختیار کرے تو بہتر ہے -

ذمیون کے یہان سے ہدیئے وتحفے لینا جائز نہین سمجھتے تھے - غیر قومون کے معابد منہدم کرکے غصبًا اونکو مسجد مین شامل کرنا یا اونکی زمینون کو جبرًا قبضہ کرکے اپنی ملکیت بنانا ممنوع خیال کرتے تھے - ایمان کے کم وبیش ہونے کے قائل تھے -

مجددیت

قومی خیالات - سوسائٹی کی روش - خاندانی روایات - معاصرین کی صحبت گرد وپیش کے حالات - والدین کی تربیت - آب وہوا کا اثر ایسی چیزین ہین کہ دانا سے دانا اور تجربہ کار سے تجربہ کار شخص بھی اسکے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا مگر کبھی کبھی لاکھون بلکہ کروڑون ذی نفوس مین سے ایک ایسے دل ودماغ

مجدد پر زمانہ اور ملک کی حالت کا اثر نہین

ا؎ موطا ۲؎ موطا ۳؎ موطا ۴؎ اکثر حکماے یورپ مثل ڈاکٹر گستاولی بان وغیرہ کے تہذیب نفس اخلاق تمدن پر آب وہوا کے موثر ہونیکی قائل ہین - دیکھو تمدن عرب -

سکا روحانی تربیت یافتہ شخص یکایک اس دنیا کی عزت وترقی کی مرتفع اسٹیج پر آکر کھڑا ہوجاتا ہے اور اپنے روحانی جذب وکشش کا ایسا معجزنما اثر دکھلاتا ہے کہ دنیا کے سارے مصنوعی وموضوعی طلسم چشم زدن میں ٹوٹ جاتے ہین اور بجائے اوسکے ایک روحانی حکومت قایم ہوجاتی ہے۔ گو کہ اوسکو اپنی اس روحانی روشنی کے پھیلانے مین بڑے بڑے مصائب وآلام کا سامنا ہوتا ہے اور وہ مجنون مجذوب ساحر کاہن کافر زندیق کا خطاب قوم کیطرف پاتا ہے۔ اور بسا اوقات خارج البلد قید شہادت نصیب ہوتا ہے۔ لیکن اوسکی ہمت مین ذرہ بھی بل نہین آتا۔ اور نہ اوسکی کوششون مین ذرہ بھی لغزش ہوتی ہے۔ وہ قوم کی گالیون کو قند ونبات سے زیادہ شیرین وحلاوت آمیز جانتا ہے اور اوسکے مصائب ومظالم کو رحمت وراحت سمجھتا ہے۔

ابتداے شیوع اسلام سے گو کہ آجتک سیکڑون ہزارون لاکھون علما، فضلا، مجتہد، آیمہ فن، مدبرین ملک پیدا ہوئے لیکن ان لوگون مین بہت کم ایسے پیدا ہوئے کہ جنپر اطلاق مجدد یا ریفارمر کا کیا جاسکے۔

مجددین مین چند صفات کا ہونا ضروری ہے (۱) مذہب، یا علم، یا سیاست (پالیٹکس) مین کوئی مفید انقلاب پیدا کرے (۲) یہہ خیال اوسکے دلمین آیا ہو۔ یا جو طریقہ اوسنے عام شاہراہ کے خلاف اختیار کرنیکا ارادہ کیا ہو۔ وہ کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہاد سے ہو (۳) جسمانی مصیبتین اوٹھائی ہون، سرفروشی وجانبازی

کی ہو اور اپنے مال ومتاع کو بہبودی خلایق کے لئے صرف ونثار کردیا ہو یا دوسرے
اصراف سے مقدم ومرجح خیال کرتا رہا ہو۔ (۴) کسی زبردست سے زبردست حاکم
وطاقت کے خوف اور خویش واقارب وقوم وغیر قوم کے زجر وتوبیخ اسکا غرض وجانی
مصائب، ولومتہ لائم اسکا کبہی دلمین وسوسہ نہ لایا ہو (۵) اپنی راحت وآرام کو غیرونکی
راحت وآرام پر مقدم نہ کرتا رہا ہو یا دوسرونکی تکالیف ومصائب کو اپنی تکلیفات ومصائب
خیال کرتا رہا ہو۔ یعنی بنی نوع انسان کا ہمدرد ہو۔

پس اگر یہ شرائط واوصاف کم وبیش کسی ذات مین جمع ہون تو اوسکے مجدد
ہونے مین کلام نہین۔ وہ زمانہ جسمین عمر بن عبدالعزیز کتم عدم سے عالم وجود مین
آئے۔ جور وتعدی جبر وتحکم۔ تونی منافقت ومنافرت۔ وغاصبانہ حکومت وسلطنت
کا زمانہ تہا۔ آپنے جدہر آنکھ اوٹھا کر دیکھا۔ دنیا تاریک ہی تاریک نظر آئی (۱) ایکطرف
تو حجاج کے سفاک وقہار ہاتھون سے دنیا تباہ وپامال ہوچکی تھی۔ اور ایکطرف قتیبہ
کی خون آشام تلوار سیکڑون غریبون کا خون ناحق گرانے مین اپنی تیزی وسفاکی
دکہاکر اونکو نیم جان بناچکی تھی۔ اور ایکطرف حیان بن عثمان کے خون آشام خنجر دیئے
اہل دنیا پناہ بانگ رہے تھے اور ایکطرف قرہ کے خون فشان نیزون سے
دنیا الحفیظ والامان پکار رہی تہی۔ غرض جدہر دیکھئے۔ جان کے لالے مال کے خطرے
تہر کے نمونے حشر کے آثار نمودار تھے۔

اوس زمانہ کے حاکمونکی حالت

(۲) دوسری طرف مذہب بین تخریب اور احادیث کے موضوعات کا یہ عالم

تہا کہ ہر شخص اپنے اپنے مقتدا اور پیشوا کے مناقب و فضائل اور غیروں کے عیوب اور منقصت کو حدیث کے پیرایہ مین ظاہر کرنیکو فخر و مباہات خیال کرتا تہا۔ تاکہ اونکے مقتدا کا تقدس اور اونکی برائیان عام طور سے ظاہر ہو جاوین۔ اور اونکے مقتدا کیطرف رجوعات عام ہون۔

(۳) تیسری طرف قوائے سلطنت اسقدر مضمحل ہو گئے تھے اور سلطنت کے ارکان اسقدر ڈہیلے ہو گئے تھے کہ حق گوئی انصاف۔ راستبازی۔ مساوات وغیرہ وغیرہ دنیا سے ناپید و معدوم ہو چکے تھے۔

غیر قومون کے حقوق کو کون کہے مسلمانون کے حقوق ایسی بیدردی سے پامال کیے جارہے تھے کہ دشمنان خدا کے بھی کان کھڑے ہوتے تھے۔ ذمی رعایا جنکے مال و جان کی حفاظت اسلام کا اصل اصول ہے اونکی وہ درگت بنی ہوئی تھی کہ اسلام اپنے آپ نادم ہو رہا تھا۔ جسمین سب سے بڑھکر اوس خبیث النفس۔ مردم خوار۔ بیرحم۔ مجسم ظلم۔ خلق خدا کے دشمن کا نمبر تہا جسنے حجاج ایسے پاکیزہ نام کو حجاج بنا دیا تہا۔ بڑے بڑے مشاہیر و اکابر صحابہ کرام کو جو فلک اسلام کے آفتاب و سیارے اور علمی دنیا کے نفس ناطقہ اور خیر و برکت کے قفل کی کلید رحمت و بادگار معرفت تھے محض شبہہ اور خفگی کے جرم مین ایسی ایسی بدسلوکیان اور بیرحمیان اونکے ساتھہ کین کہ چشم فلک بھی حیران و ششدر رہگئی۔

عبید اللہ ابن عمر صحابی کو جنکو قوم نے سلطان العلما کا خطاب دے رکھا ہے

اور جنکی شان میں امام مالک نے آیۃ المسلمین کہا ہے اور شعبی نے جنکی حدیث مروی کے بابتہ جید کا لفظ استعمال کیا ہے اونکو زہر آلودہ نیزہ سے زخمی کیا حضرت انسؓ ابن مالک خالدؓ بن عبداللہ سہلؓ بن سعد رضی اللہ عنہم کی گردنوں پر ذلیل کرنیکے واسطے رانگے کی مہریں لگوادی تھیں ۔ اور عوام کو اونسے تحصیل علم ومشورہ کرنے اور مسائل شرعیہ دریافت کرنے کی قطعی ممانعت کردی تھی ۔

انکے علاوہ سیکڑوں صحابہ کرام اور ہزاروں صلحا و اتقیا کی گردنیں ماریں ۔ خود خلیفہ کا قول تہا کہ اگر ہم تمام روے زمین کے قوموں کے ظالموں کے ظلم کا حجاج کے مظالم سے مقابلہ کرنا چاہیں تو اسکا نمبر اول نکلیگا ۔

ایسے پر آشوب زمانہ میں جبکہ خدا کی خدائی اور رسول برحق کے پاک نفوس امتیوں پر یہ تباہیاں نازل ہورہی تھیں یا ہوچکی تھیں امداد غیبی کا ظہور ہونا اور رحمت خداوندی کا جوش میں آنا اور اونکی تلافی مافات و نعم البدل کے لئے اوسی قوم اور اوسی خاندان سے کسیکو تاج و تخت کا وارث و مالک منتخب کرکے بٹھانا دور افلاک کے اقتضا کا لازمی نتیجہ تہا ۔ چنانچہ اس ہنگامہ محشر کے فرو کرنے اور ان تباہیوں کے

۱؎ اسد الغابہ ۲؎ تذکرۃ الحفاظ ۔ انکے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اور بہت سی فضیلتیں ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ آپ سابق الاسلام تھے (۲) آپ بیعت رضوان میں شریک تھے (۳) سوائے غزوہ بدر کے اور سب غزوات میں ہمراہ رکاب سرور کائنات رہے (۴) آپکی روایتیں ہزارہا ہزار سے زیادہ ہیں ۔ اسلئے کل محدثین آپکو طبقہ اول میں شمار کرتے ہیں ۔

دور کرنے اور خلق خدا کو ظالموں کے قوی پنجوں سے نجات دلانے اور بد عات شرعیہ رسوم مروجہ کو مٹانے اور مذہبی ارکان کے درست کرنیکے واسطے آپ شروع صدی مین مجدد ہوکر تشریف لائے۔ اور اس قید و بند کے رسن کی جن دانائیون اور حکمت عملیون سے گرہ کشائی کی اونکو ناظرین اوپر کے صفحات مین بخوبی مطالعہ کر چکے ہین جسکی پاداش وصلہ مین اونکی جان عزیز تک کام آگئی۔ اور دشمنان خدا۔ اور حق سے بیزار۔ اور گم کردگان راہ شریعت نے اپنی ہواے نفسانی اور طمع دنیاوی کی خاطر آپ ایسے خدا پرست۔ رعایا پرور۔ عادل۔ علم دوست۔ قومی جان نثار۔ فرشتہ خصلت خلیفہ پر بے وقت موت کی بجلی گرائی جسکے لئے دنیائے اسلام آجتک کف افسوس مل رہی ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مسلمانون مین قومی اتفاق کی روح پہونکنا۔ بے یار و مددگار اہلبیت اطہار کی اشک شوئی اور اونکی پایہ شناسی کرنا۔ جابر و ظالم اہلکارون کا معزول کرنا۔ ذمی رعایا کو اونکی مغصوبہ جائداد کا واپس دلانا اور اونمین مساوات قائم کرنا۔ وغیرہ وغیرہ اس صالح خلیفہ کے کرکٹر اور طرز روش پر کافی روشنی ڈالتے ہین۔ ہم اس واقعہ کو اس موقع پر مخالفین اسلام کے الفاظ مین اس لحاظ سے کہ والفضل ما شھدت بہ الاعداء (اصل برتری وہی ہے کہ جسپر مخالف بھی گواہی دین)

بیان کرنا چاہتے ہین۔ جرجی زیدان تمدن عرب کا مصنف جو اسلامی بہترین واقعات ترقی پر پردہ ڈالنے اور بدنما واقعات پر ملمع چڑہا کر اونکو صیقل و جلا دیکر تشہیر کرنے مین ید طولےٰ رکھتا ہے۔ وہ بھی آفتاب آمد دلیل آفتاب کے شاہراہ کی گرد راہ بنکر جبین نیاز حق کے آگے یون جھکاتا ہے۔ اور اونکے قلم سے بھی بلا ارادہ یہ الفاظ ٹپک پڑتے ہین کہ سنہ ۹۹ھ تک جسوقت خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے مسند خلافت پر جلوس کیا ہے۔ بنی امیہ کے مظالم کی کوئی حد و پایان نہ تھی۔ مگر اس خلیفہ نے جو نہایت خداترس اور منصف مزاج تھے اس بات کا عزم کر لیا۔ کہ حکومت کے کاروبار پھر اوسی طرز پر لے آئین۔ جس پر اونکے ہمنام نانا عمر بن خطاب کا عمل تھا۔ اونھون نے ایک فرمان جاری کیا جسمین تفصیل وار تمام مظالم و زیادتیون کا ذکر کرکے اونکے بند کرنیکی تاکید کی تھی۔ اور اوس بری رسم کو بھی روکا جو بنی امیہ نے حضرت علی کو برسر ممبر برا کہنے کی اختیار کر رکھی تھی۔ اونکے خاندان والون نے بہت سی اراضیات خرید لی تھین۔ جسمین اکثر ذمیون کی وہ زمینین بھی تھین جنکو اونھون نے ناجائز طور پر دبا لیا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے بار عام کا حکم دیکر منادی کرا دی۔ کہ جسکو کوئی شکایت کرنی ہو وہ بے تکلف آکر فریاد کرے۔ مظلومون کے گروہ جوق جوق آنے لگے جنمین یہود و نصاریٰ اور موالی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے لوگ تھے۔ کوئی اسبات کی شکایت کرتا تھا کہ اوسکا مال چھین لیا گیا ہے۔ اور کوئی اپنی زمین کی غصب کئے جانیکی فریاد کرتا تھا۔ اور خلیفہ ممدوح انصاف

و حق رسی کے ساتھہ اوسکی دادرسی کرتے تھے - چاہے اوسکا فیصلہ اونکے بیٹون
بھائیون اور چچا لوگون کے لئے برا کیون نہو - اونکے خاندان والون مین سے
کچھہ لوگون نے اوسنسے یہہ بات کہی - کہ آخر تم اپنے بیٹے کے ساتھہ کیا سلوک
کر رہے ہو؟ جسکے جواب مین اونہون نے شفقت پدری کے اقتضا سے روکر
کہا کہ "مین تو تمہین خدا کے حوالے کرتا ہون" - خلیفہ موصوف نے اپنے چچاؤن
اور چچیرے بھائیون کی جائدادون کو ضبط کر کے ذمیون اور مسلمانونکو جو اونکے اصلی
حقدار تھے دیدی جسکو وہ مظالم سے تعبیر کیا کرتے تھے - انہی باتون کی وجہ سے
تمام سلطنت کے ارکان اونکے جانی دشمن بنگئے - کیونکہ اونہون نے یکبارگی مدت
سے بگڑے ہوؤن کو سدہارنا چاہا تہا - اور ظاہرہ دبغیر سیڑہی کے چھت پر چڑہنا
کا محال ہونا ظاہر ہے - بنی امیہ اور اونکے تمام عمال دل سے اونکی ان باتون پر
ناراض تھے - اور پورے تین برس بھی انکی خلافت کے نہ گذرنے پائے تھے
کہ اون ظالمون نے زہر دیکر اونکا کام تمام کر دیا - مورخین اس انصاف دوست
خلیفہ کو خلفاے راشدین مین داخل کرتے ہین - اور جب وہ عمرین کہتے ہین
تو اس سے عمر بن الخطاب اور عمر بن عبدالعزیز مراد لیتے ہین"

حال کے بعض مورخین نے عمر بن عبدالعزیز کے طرز عمل اور نظام سلطنت
پر یہہ اعتراض کیا ہے "کہ آپنے باوصف اسکے کہ ہر عینہ مین اصلاح کی اور ملکی و قومی
منافرت و مخاصمت مٹانے کی بذریعہ مباحثہ و مکالمہ و مراعات کامیاب

کوششین کین لیکن تاہم بنو عباس کو دعوی خلافت کے اظہار کا موقع ملگیا، اور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اپنے دعاۃ کو ممالک اسلامیہ مین پہیلا دیا"

اسکے جواب مین ہم صرف چند سطرین لکہنے پر اکتفا کرتے ہین اور وہ یہ ہین کہ اس امر کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بدنظمی اور غفلت کیطرف منسوب کرنا سراسر انصاف کے خلاف ہے کیونکہ اولا تو اس خلیفہ نے نہایت قلیل مدت تک سلطنت کی اور اس اقل زمانہ مین اوسکے زندگی کا ایک سکنڈ بہی رائیگان نہین گیا اور وہ برابر بنو امیہ کے مظالم کی تلافی اور مروجہ رسوم اور اخلاقی برائیون کے اصلاح مین مستغرق اور منہمک رہا اور جسقدر اوس سے اصلاحین کرتے بنین اوہ کرتا رہا۔ لیکن جبکہ موت نے اوسکو حسب دلخواہ اصلاح کرنے کی فرصت اور موقع ہی نہ دیا تو کون کہہ سکتا ہے کہ خلیفہ زندہ رہکران قومی بغاوتون کے فرو کرنے کیلئے کمر ہمت چست نہ باندہتا، اور اس قومی شیرازہ کو بکہرنے دیتا۔ درانحالیکہ اوسکے سرشت مین یہہ باتین داخل تہین اور وہ اسی اقتضائے طبعی کے مطابق خارجیون کو راہ راست پر لا چکا تہا اور ہاشمیون کو اپنے سلطنت کا خالص ہمدرد اور پشت پناہ اور اونکی طرفدارون کو تخت کا رفیق و خیر خواہ اور اوسکے کبیدہ دلکدر دلون کو منازعات کے نعم البدل سے آبگینہ بنا چکا تہا۔ تو کوئی وجہ نہتی کہ وہ ایسے اہم قضیئے کے طے کرنے مین تہاون سے کام لیتا۔ اور ان تمام بقیہ قومی تنازعات کو

نا تمام و نا مکمل چھوڑ جاتا۔ دوسرے یہہ کہ اگر یہہ قضئے خلیفہ کے حین حیات ابن طے بھی نہ ہوتے، تو یہہ ممکن نہ تہا کہ اوسوقت بنو عباس کے دعاۃ کو غلبہ اور زور حاصل ہوتا جیسا کہ آئندہ چلکر ہوا کیونکہ خلیفہ کے طرز عمل سے ملک کی مسلم اور غیر مسلم رعایا جنکی امداد و کوششون سے بنو عباسیہ نے آگے چلکر سلطنت حاصل کی تخت کی جان نثار اور دوست بن چکی تھی یا ہوتی جاتی تھی، اور والنٹیر بنکر اسلامی فوج کی شریک غالب ہو چکی تھی۔ پس جبکہ خلیفہ نے ان درختون کی اپنے سر چشمہ فیض سے آبرسانی کر کے پرورش کی تھی، یا بالفاظ دیگر اس خارستان کے زہریلے پودہونکی جڑہی کاٹ دی تھی، یا کاٹ دینی شروع کردی تھی تو بنو عباسیہ کے پنپنے اور سرسبزی کی کونسی امید ہو سکتی تھی، اور کس زور و قوت پر بنو عباسیہ آتش ہنگامہ و فساد کو مشتعل کرنیکی سعی بیہود کرسکتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محمد بن علی کی کوششین سوائے اپنے دعاۃ کو ممالک اسلامیہ مین پہیلانے کے ایک انچہ زیادہ اپنے حد سے متجاوز نہ ہوسکین، اور وہ خلیفہ کے جیتے جی یہہ ہمت نہ کرسکے کہ علانیہ بغاوت کا اظہار کرتے، یا اونکے دعاۃ سے امن مین خلل واقع ہوتا، برخلاف اسکے آپ سے قبل جتنے خلفا گذرے اون سب کے عہد مین کسی نہ کسی قوم اور کسی نہ کسی خاندان اور کسی نہ کسی قبیلہ کے طرف سے بغاوتون کا اعلان برابر ہوتا رہا، اور آپکے بعد آپکے جانشینون کے زمانے مین علاوہ طوائف الملوکی کے بنو عباسیہ کے بغاوتون کا تو اسقدر زور و شور ہوا کہ بنو امیہ کی سلطنت

کی بنیاد ہل کر منہدم ہوگئی۔

زید بن علی بن الحسین کی شہادت نے ۱۲۳ھ مین بنو ہاشم مین ایک جوش پیدا کر دیا، بنو عباس نے چار دفعہ خروج کیا، یزید ناقص کے عہد مین حمص فلسطین مین بغاوت ہوئی، اہل یمامہ اور عامل خلافت کے درمیان جنگ ہوئی، اہل خراسان کے اختلاف نے بدامنی کا رواج دیا، بعدازان آپس مین خانہ جنگیان شروع ہوئین، اور رہی سہی عزت بھی خاک مین ملگئی، اوسیوقت ابومسلم خراسانی نے دعاۃ عباسیہ کو دولت عباسیہ کے خلافت کے واسطے چارون طرف پھیلا دیا، کیونکہ مظالم برداشت کرتے کرتے، اور اپنے اعزا کو خاک وخون مین لتھڑا اور سنا ہوا دیکھتے دیکھتے ہاشمیون، اور بنو عباس کے کلیجے شق ہوگئے تھے، اور قوت برداشت سلب ہوچکی تھی، اسلئے علویون اور فاطمیون کے خون کے قصاص لینے کے جوش مین وہ ازخود رفتہ ہوگئے اور ؎ نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود ٭ برآرد بچنگال چشم پلنگ پر پورا پورا عمل کیا، اور اوسکا جواب ترکی بہ ترکی دیا، اور خون کا بدلہ خون ہی سے لیا۔ پس ان وجوہ و دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنو امیہ کے سلطنت کے خاتمہ کا باعث خانہ جنگی ظلم رسانی جبر و تعدی ہوئی، نہ کہ عدالت شعاری کرم گستری، اور فیاضی۔ بربناے اسکے انھین تاریخی شہادتون کے روسے میرا یہ دعوی ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

۱؎ کتاب دمشق

کے جانشینون مین سے دو ایک بھی اگر اسی دل و دماغ اور اسی صلح کل پالسی اور امن پسند رائے پر عمل کرنے والے پیدا ہو جاتے تو سلطنت کو جو عروج و اقتدار و تقویت و استحکام حاصل ہوتا وہ محتاج تشریح نہین۔ کیونکہ اسی طرز عمل اور اسی صالح روش کا یہہ نتیجہ تہا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین چارون طرف امن رہا۔ برخلاف اسکے اوس خونریز پالسی پر عمل کرنے والون کے زمانے کے بابت جنکے نانشیہ بردار آپکے آبا و اجداد اور جانشین خلفا تھے تاریخین بلا تقنع و بلا مبالغہ علانیہ شہادتین دیرہی ہین کہ عمر بن عبدالعزیز کے جانشینون کے زمانے مین ملک کی تمام مسلم اور غیر مسلم رعایا نے علانیہ بنو عباس کا ساتھہ دیا اور بنو امیہ کے سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ اسی رفاقت اور معیت کے نعم البدل مین تاجداران بنو عباسیہ عجمیون کے ساتھہ ہر قسم کی رعائتین تا قیام سلطنت برابر کرتے رہے۔ اور وہ بڑے بڑے عہدون پر سرفراز رہے حتیٰ کہ بعض اونمین ایسے تھے کہ جنکے لئے "بادشاہ" کا لفظ استعمال کرنا کسیطرح غیر موزون نہ تہا۔

پس اسیوجہ سے بالآخر مورخین نے بالاتفاق یہ فیصلہ دیا ہے کہ بنو عباسیہ کی سلطنت "عجمی تھی" نہ کہ "خالص عربی"، کیونکہ عجمیون کے اختلاط اور سلطنت مین اونکے مداخلت عامہ کے سبب عربی عنصر مثل کافور کے اوڑ گیا تہا۔

یہ ایک عام مسلمہ مسئلہ ہے کہ حق ہمیشہ حق رہتا ہے اور تمام بداخلاقیون اور برائیون پر غالب رہتا ہے خواہ ظاہر بینون کے نزدیک زمانہ کی حالت چندے متضاد اور اوسکی رفتار متناقض

وہ تنہا یہی کیون نہو لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا پس اس لحاظ سے مین اسکا قطعی مخالف ہون کہ عمر بن عبدالعزیز کی طرز حکومت زمانہ کے اقتضا کے موافق نہ تھی بلکہ تھی اور یقینی تھی کیونکہ آپ حق کے طرفدار اور حق آپکا رہنما و راہبر تھا۔ البتہ اسباب کی فروگذاشت تھی کہ زمانہ نے بعد آپکے پھر نہ اس شائستہ دل و دماغ اور نہ اس پاکیزہ اخلاق اور نہ اس سنجیدہ عادات کا مرجع اتام شخص پیدا کیا۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ چارون طرف امن نہ ہوتا۔ اور انتقام کا جوش ٹھنڈا نہ پڑجاتا۔

امیرالمومنین کے بیٹے عبدالملک نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ اللہ تعالے کو اسکا کیا جواب دینگے کہ کتنی حق باتین مردہ ہین جنکو آپنے زندہ نہین کیا اور کتنی بدعات ولغویات ایسی مروج ہورہی ہین جنکی اصلاح تاحال نہین ہوئی۔ آپنے فرمایا یہ تمہارے اگلے بزرگون کے کرتوت وکرشمے ہین وقتا ہین کیونکر انکو زائل کرسکتا ہون۔ تاہم مین روزمرہ ایک نہ ایک حق بات زندہ کرتا ہون اور باطل کو مٹاتا ہون اور یہی طریقہ انشاءاللہ تعالے تاحیات قایم رکھونگا اگر مین تشدد کے ساتھ اسکا انتظام کرون تو خونریزی کا قوی احتمال ہے۔ اور میرے نزدیک دنیا کا زوال اس سے آسان ہے کہ ایک قطرہ خون کا میرے سبب سے زمین پر گرے۔"

یہی روشن خیالی۔ قوت فیصلہ۔ ہمدردی۔ اور اصلاحی قوت تھی جسنے

ملہ کامل ابن اثیر و تاریخ الخلفا

آپکو مجدد کا لقب قوم کی زبان سے دلا کر چھوڑا ۔ ملا سعد رومی فرماتے ہیں۔
فکان عند المائۃ الاولے عمر بن عبد العزیز الخ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں ففی
راس المائۃ الاولی عمر ابن عبد العزیز ومن الفقہاء والمحدثین وغیرہم
ما لا یخفی ترجمہ پہلی صدی کے شروع ہیں عمر بن عبد العزیز فقہا اور محدثین بہت
ہیں مجدد تھے ۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں خبر داوند ازانکہ بر راس ہر
صدی مجددے پیدا خواہد شد ہمچنان واقع شد پس بر سر ہر صدی مجددیکہ
از سر نو احیاے دین نمود پدید آمد ۔ و بزمانہ اول عمر بن عبد العزیز چو ملوک برانداخت
وبنیاد رسوم صالحہ نہاد و الحدیث اشارہ الی جماعۃ من الاکابر علی
راس کل مائۃ ففی راس الاولی عمر بن عبد العزیز ومن الفقہاء والمحدثین
وغیرہم ما لا یخفی ۔ لما کان راس المائۃ من اللہ علی ھذہ الامۃ
لعمر بن عبد العزیز الخ بعض اماموں نے یہ لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز ایک
فقہی مذہب کے بانی بھی ہیں میمون بن مہران کا قول ہے ۔ ان اللہ
یتعاھد الناس بنبی بعد نبی فان اللہ تعاھد الناس لعمر بن عبد العزیز
ابوبکر بزار اور بیہقی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے

۱۔ کامل ابن اثیر ۲۔ مجالس الابرار ۳۔ مجمع البحار ۴۔ ازالۃ الخفا ۔ ۵۔ ۔۔۔ ۶۔ شرح شفا
۷۔ حاکم فی المستدرک ۔

فرمایا کان عمر بن عبد العزیز علی رأس[۱] المائۃ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے سہ کان عند المائۃ[۲] الاولی عمر + خلیفۃ العالم بالاجماع[۱] وقمر ایاس بن معاویہ بن قرہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین کی مثال ایک بہت بڑے دانا و ہوشیار و تجربہ کار کاریگر کی ہے لیکن اوس کاریگر کے پاس اوزار نہین جس سے وہ اپنی صنعت کا اظہار کرے۔ یعنی خلیفہ کا کوئی مددگار و ہمتیان نہین جنکی مدد و اعانت سے عوام کے روبرو وہ اپنے جوہر طبعی کا اظہار کرے اور ترقی کے انتہائی مدارج کو طے کرکے اپنا ذاتی جوہر دکھلاوے[۳]۔ فی الواقع آپکے جوہر طبعی اور آپکے علوم ولیاقت کا قدردان اوس زمانہ مین بجز چند پاک نفوس کے اور کوئی نہ تہا۔ بعض اعلام نے جو یہ فرمایا ہے بہت ٹھیک فرمایا ہے کہ تین خلیفہ تین کامون مین منفرد تھے۔ ابوبکر صدیق مرتدونکے قتل مین۔ متوکل علی اللہ احیائے سنت مین۔ اور عمر بن عبد العزیز مظالم و تجزیہ وانقطاع بدعات[۴] مین۔

اشاعت اسلام کے دو طرق مختلف

اسلام آپکے زمانہ مین جن طرق مختلفہ سے شایع ہوا اونمین ان دو طریقوں کو یعنی مباحثہ ومکالمہ اور دوسرے عطیات شاہانہ ومساوات عامہ اور جزیہ کی واگذاشت کو بہت بڑا دخل تہا۔ اول الذکر طریقہ سے بنفس نفیس خود دعوت[۵] الی اللہ

[۱] تجج الکرامہ [۲] تاریخ الخلفا [۳] تاریخ الخلفا [۴] دعوت سے اپنے رب کی طرف نیک نصیحت کے ساتھ۔

بنا بر غلبۂ حسنۂ المر کو اپنا مشغلہ بنا بیٹھا اور اوس زمانہ میں کام لیا کہ جب خارجیون کو سکالمہ کرکے اونکو خاموش و بند کیا - اور اسم کو اپنا ہم مذہب بنا لیا - اور دوسرے بیکہم اجرالیتے قبیلہ وف کے دلمین اپنے طرز عمل سے اسلامی مسائل حنفیہ کا ایسا سکہ بٹھایا اور اوسکو اپنی علمی صحبت سے ایسا مالامال کیا کہ وہ اسلام کا بندہ بے زر درہم و بے اعتقاد ہو گیا - اور مسلمان ہوکر مدت العمر سلطان کا وظیفہ خوار رہا - آخر الذکر طریقہ نے یہہ صورت اختیار کی کہ آپ جب سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو ملوک سندہ اور ابن الوقت راجہ ابن داہر کے نام خطوط روانہ کئے اور اوسمین اسلام کی دعوت دی اور بشرط قبول اسلام اوسکا ملک اور اوسکی جائداد واپس دینے اور عفو تقصیر اور مسلمانون کا سا برتاؤ کرنیکا اقرار کیا چنانچہ اس تحریر کے مطابق جیشہ بن داہر جو بار بار مرتد ہوکر اسلام سے منحرف اور ملک سے مفرور ہو جاتا تھا اور پہر ملک پر آکر متصرف ہو جاتا تھا) وہ اور نیز کل ملوک سندہ اوسکی دیکھا دیکھی اور خلیفہ کی مراعات پر نظر کرکے مسلمان ہو گئے - کفری نام تبدیل ہوکر اسلامی عربی نام رکھے گئے۔

امیر المومنین نے جب عبد الحمید اپنے گورنر کوفہ کو یہہ لکھا کہ خراج کے وصول تحصیل مین نرمی برتی جاوے اور ضرابین کی اجرت نہ لیجاوے اور نوروز و مہرجان کا ہدیہ نہ قبول کیا جاوے - صحیفون کی قیمت اور گھرونکا ٹکس و نکاحانہ وغیرہ سب بند

ابن خلدون

کردیئے جاوین - اور جو شخص مسلمان ہوجاوے اوس سے جزیہ نہ لیا جاوے
تو اسکا نتیجہ ہوا کہ غیر قومین اس کثرت سے اسلام لائین کہ آیندہ آپکے جانشین خلیفہ
یزید ثانی کو آمدنی کی کمی پر نظر ڈالکر یہ طریقہ مسدود کرنا پڑا -

جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان کی جب اس مضمون کی آپکے پاس
شکایات گذرین کہ وہ موالی کو بلا وظیفہ وسد لے جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیون
سے جو لوگ مسلمان ہوجاتے ہین اونسے بھی جزیہ لیتا ہے - تو عمر بن عبدالعزیز
نے جراح کو لکھ بھیجا کہ جو شخص نماز ادا کرتا ہو اوسکا جزیہ معاف کر دو لوگ یہ سنتے
ہی جزیہ کے خوف سے جوق جوق اسلام مین داخل ہونے لگے چنانچہ جراح
نے کمی آمدنی کا احساس کرکے ان لوگون کا ختنہ سے امتحان لینا چاہا اور خلیفہ
کو اس سے مطلع کیا - آپنے تحریر فرمایا اللہ جل شانہ نے رسول اللہ کو داعی مبعوث
کیا ہے نہ کہ خاتن -

اسمعیل بن عبداللہ بن مخذوم کو جنکی دیانت اور علمی لیاقت آپ خلیفہ ولید
کے زمانہ سے برابر دیکھتے آئے تھے افریقہ کی حکومت عطا کی اور اونسے بھی
وصول تحصیل مین رعایت اور جزیہ کی واگذاشت کی ہدایت کی چنانچہ انکی حسن
انتخاب اور جوہر شناسی و رعایت اور گورنر کے قابلیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ بربری قوم کے اکثر افراد
دائرہ اسلام مین داخل ہوگئے -

ملہ تہذیب اخلاق (مضمون نوشتہ سرسید مرحوم) ملہ ابن خلدون ملہ سیرۃ العمر وابن خلدون

عدل و انصاف

عدل و انصاف کے معنی ایک جید عالم کے الفاظ مین

امیر المومنین نے محمد بن کعب سے دریافت کیا کہ عدل و انصاف کسکو کہتے ہین۔ اونھون نے کہا چھوٹے لوگون کا باپ ہو کر یعنی شفقت سے اونکے ساتھ پیش آنا۔ اور بڑونکی تعظیم و تکریم کرنی۔ اور برابر والون کے ساتھ مساوات قایم رکھنا۔ اور مجرمون کو سزا دینے کیوقت اونکے جرم اور قوت کا لحاظ رکھنا۔ اور غصہ کی حالت مین کسیکو سزا نہ دینی یہی عین عدل و انصاف ہے۔ چنانچہ ان باتون کا لحاظ آپکو مدت العمر رہا۔ امام اوزاعی[1] فرماتے ہین کہ جب کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی تو تین دن تک توقف کرتے۔ اور اوسمین غور و خوض کرتے۔ اور جب قوی دلائل و آیات محکم کے رو سے ثابت ہو جاتا اور مجرم کے جرم کے کامل تحقیقات اور مقدمہ پایہ ثبوت کو پہونچ جاتا تو آپ اوسپر حدود شرعیہ جاری کرتے۔

آپنے اپنے زمانہ مین حدود و قصاص شرعیہ کو قایم رکھا۔ اور احکام اسلام سے سر مو تجاوز نہوئے۔ امیر المومنین نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ غصہ کیوقت کسیکو سزا نہ دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آجاوے تو پہلے اوسکو قید رکھنا اور جب غصہ فرو ہو جاوے تو پھر دوبارہ روبکاری کرکے موافق جرم کے ہلکی سزا دینا۔

---

[1] آپ امام زہری کے شاگرد رشید تھے۔

امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز کو اپنی بی بی فاطمہ کی ایک لونڈی سے خالص اور پاک اُنس تہا۔ قبل خلافت کئی بار اپنی بی بی سے اوسکی خواہش ظاہر کی۔ لیکن وہ اوسکے دینے سے برابر انکار کرتی رہین۔ لیکن جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپکی بی بی نے خود بطیب خاطر اوسکو آپکے سپرد کر دیا۔ اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ خلافت کے وقار وہیبت سے خائف ہو کر اونہون نے ایسا کیا ہو بلکہ قبل خلافت اونکو کسی قسم کی لغزش کی بدگمانی خلیفہ کے جانب سے بپاس افتخار و کبر شان ہو بہی سکتی تہی لیکن بعد خلافت کے اونکی مزاج دانی و سلامت روی و کفایت شعاری کے لحاظ سے یہہ امر اونکے نزدیک علم الیقین کے درجہ تک پہونچگیا تہا کہ اب کسی قسم کی لغزش محال ہے۔ کیونکہ خود خلیفہ اب اپنی لونڈیون کو آزادی عطا کر رہا ہے۔ چنانچہ اونکی راے بہت ٹہیک نکلی اور وہ لونڈی جب خلیفہ کے روبرو پیش کی گئی تو آپنے اوس سے یہہ سوال کیا۔ کہ "پہلے تو کس کی ملک تہی اور کیونکر یہانتک پہونچی"؟ تو اوسنے عرض کیا۔ حجاج ابن یوسف کا ایک عامل کوفہ والون مین سے تہا اور حجاج اوس سے رشوت و تاوان لیا کرتا تھا مین اوس عامل کی لونڈی تہی۔ حجاج نے اوس سے لیکر مجہکو خلیفہ عبدالملک کے پاس بہیجدیا۔ اوسوقت مین کمسن تہی۔ خلیفہ نے مجہے اپنی بیٹی فاطمہ کے حوالہ کر دیا"۔ امیرالمومنین نے پوچہا وہ عامل کیا ہوا؟ لونڈی نے کہا "قضا کی"۔ پوچہا اوسنے اولاد چہوڑی ہے" لونڈی نے کہا ہان مگر نہایت ابتر حالت مین ہے"

یہہ دریافت کرکے آپنے اپنے عامل عبدالحمید کو لکھا کہ فلان ابن فلان کو بسواری
بریدڈاک) یہان پہنچادو۔ جب وہ آیا تو خلیفہ نے کہا "بمقدار حجاج نے تیرے
باپ کا مال واسباب لیا ہوا اوسکا شناخت کرکے بیت المال سے واپس لیلے۔
اوراس لونڈی کو بھی سے لے۔ مگر ابھی احتیاط کرنا شاید یہہ تیرے باپ کے تصرف
مین نہ آئی ہوگی۔ لڑکے نے کہا "آپ اسکو نذر لے لیجیئے" خلیفہ نے کہا "نہین" ایسا
نہین ہوسکتا" تب اوس لڑکے نے کہا "نذر نہ لیجیئے تو خرید کرلیجیئے۔ فرمایا اگر مین
خرید کرلون تو مرا ہوا سے نفسانی کے روکنے والون مین شمار نہوگا حالانکہ
خداوند تعالیٰ کا یہہ حکم ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھویٰ
فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ (جو شخص اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے سے
ڈرا اور اپنے نفس کو قابو مین رکھا اوسکے لئے جنت ہے) ہوا ے نفس کو تابع
رکہنا اور عشق ومحبت کی چنگاریون کو دبا رکھنا اور اوسپر پانی ڈالنا اونہین مردان خدا
کا کام ہے کہ جورہ نوردجادہ طریقت وشریعت ہین۔ ہرکس وناکس کا
کام نہین ہے۔

دو شخص استغاثہ کرتے ہوے آپکے پاس حاضر ہوے دونون اپنے
اپنے الفاظ مین اپنا مافی الضمیر اداکرنے مین قاصر تھے۔ دربان نے اونکی
الجھی ہوئی تقریر سنکر کہا باہر چلے جاؤ۔ امیر المومنین کو تمہارے مطالب سمجھنے
مین دقت ہوتی ہے۔ دربان سے آپنے ڈانٹکر کہا واللہ تو نے مجھے ان سے

زیادہ تکلیف دی اور اونکے دلون کو تنگ کیا۔

ایکبار ایک شخص کو مارنیکا حکم دیا۔ پہر یہ آیت یاد آگئی۔[۱] الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ خاموش ہوگئے فرمایا تجہ پر جسقدر مجہے اختیار ہے اللہ تعالے کو اس سے کہین زیادہ تجہپر اختیار ہے۔ اگر مین آج اسکے ساتھ برتاو کیا تو کل خدا کے غضب سے کون ہمکو بچائیگا

علی بن زید سے روایت ہے کہ ایکبار ایک قریشی شخص نے آپسے تلخ کلامی کی۔ آپ بڑی دیرتک سرنیچا کئے ہوئے رہے پہر فرمایا کہ کیا تیری یہ مرضی ہے کہ حکومت کے جوش مین مین شیطان سے تخفیف ہوکر آج تیرے ساتھ وہ بات کرون جو کل تو میرے ساتھ کرے۔[۲]

جراح ابن عبداللہ گورنر کو خراسان کے رعایا کی سرکشی وخودسری کی شکایت لکہی اور اونکو تلوار او کوڑا استعمال کرنیکی رائے لی آپنے حکمدیا۔ عدل وانصاف کی تلوار تعزیر کے لئے کافی ہے شمشیر آہنی اور تازیانہ کی ضرورت نہین جس سے جسمانی اذیت کے سوا روحانی اصلاح مفقود۔[۳]

ایک امیر کی جائداد جو خلیفہ ولید وسلیمان نے دی تہی آپنے ضبط کر لی یزید آپکے جانشین کے زمانہ مین اوسنے اسکی شکایت کی اور جائداد کے واپسی کا خواہان ہوا

[illegible]

[illegible]

۱ سیرۃ العمر ۲ احیا العلوم ۳ سیرۃ العمر

یزید نے کہا عمر کی راے کے خلاف ہم ذرہ برابر نکرینگے تو اوس امیر نے کہا کیون
یزید نے کہا میرے دونون بھائیون سے تجھکو احسان ادیا تھا اسلئے کہ تو نے ان
دونون خاندان کے نام کے ساتھ کلمات دعائیہ و الفاظ مدحیہ نہین کہے برخلاف
اسکے عمر کے نام کے ساتھ تو نے رضی اللہ عنہ استعمال کیا۔ اسلئے ہم وثوق سے
کہہ سکتے ہین کہ عمر نے اپنی خواہش پر خدا کی رضامندی مقدم رکھی۔ اور میرے
دونون بھائیون نے برعکس۔ اسلئے وہ جاہ او تجھکو نہین واپس جاسکتی
ہے۔

امیرالمومنین نے اپنے عامل عبدالحمید کو لکھا کہ کوفہ والے اگلے عاملون
کے جور و ظلم کے سبب تباہ حال ہو رہے ہین اور طرح طرح کی قبیح بدعتین
اون لوگون نے اونکین جاری کر رکھی ہین۔ مگر تم یاد رکھو کہ دین کا قیام و بقا
بدون عدل و احسان کے ممکن نہین ہے اور نہ کوئی چیز اپنی ذات خاص کے
لئے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے بار معصیت سے اہم ہے ظلم و تعدی
سے ملک کو برباد مت کرو۔

بعض عاملون کو لکھا کہ تمکو قدرت اپنے محکومون پر ظلم کرنیکی تو ضرور ہے
مگر یاد رکھو کہ تمہارے اوپر بھی ایک اعلیٰ و زبردست حاکم موجود ہے جو ہر حال کا
جاننے والا اور ذرہ ذرہ کا واقفکار ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ ظلم کا انتقام

سیرۃ العمر

وہ منتقم حقیقی ضرور لیکر رہیگا۔

ذاتی حالات و اخلاق و عادات

تہذیب و اخلاق انسانی زندگی اور روحانی حیات کا ایسا نادر الوجود تمغہ و آئینہ ہے کہ جسمین روحانی خط و خال اور انسانی نوک و ادا نمایان طور پر نظر آتے ہین پس ایسے خوشنما و مجلا آئینہ پر اگر کسیوقت میل و گرد و غبار آکر جم جاتا ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ علاوہ ذاتی خسارہ و نقصان کے اوسکا اثر بھی عام طبائع پر کم پڑتا ہے۔ بلکہ نہین پڑتا۔ اگر شاید کسی خارجی باعث مثل تحکم و جبر وغیرہ کے سبب سے پڑتا بھی ہے تو وہ دیرپا نہین ہوتا بلکہ چند منٹ مین حباب کیطرح کافور اور سوڈا کے جوش کیطرح معدوم ہو جاتا ہے چنانچہ یہی خاص وجہ ہے کہ خلیفہ چونکہ خود تمام محاسن اخلاق و مکارم صفات کا مرکب عنصر و مجموعہ تھا اسلئے رعایا۔ عماید عوام و خواص سب کے نزدیک وہ ہر دلعزیز اور اوسکا قول مقبول الانام تھا اور سب کے سب اوسکو اعتبار و حسن نظروں سے دیکھتے اور اوسکی مدح و ثنا مین رطب اللسان تھے۔ آپ کسی کی ذات پر حملہ نہین کرتے تھے اور نہ کوئی کلمہ فحش زبان سے نکالتے تھے بلکہ اگر کوئی شخص کسی ملک کا رہنے والا کچھ کہتا تو بجاے اسکے کہ اوسکو کچھ درشت الفاظ کہین اوسکے ملک کو یہ کہتے کہ عراق برا ہے اور بصرہ خراب ہے

ابراہیم بن ہبیرہ[1] کہتے ہین کہ امیر المومنین نے اپنے زمانہ خلافت مین کسیکو نہین مارا مگر ایک شخص کو تین کوڑے لگوائے اسوجہ سے کہ یہ امیر معاویہ کی شان مین کلمات ناشائستہ کہا کرتا تھا[2]۔

امام رجا بیان کرتے ہین کہ جو پوشاک خلافت کے بعد پہنا کرتے تھے وہ نہایت کم قیمت اور سادہ تھی۔ ایک روز خطبہ دینے جب کھڑے ہوئے تو زیب بدن ١٢ درہم کی پوشاک تھی جسمین ایک قبا۔ ایک قمیص۔ ایک پائجامہ ایک چادر۔ اور ایک ٹوپی تھی۔ اور قبل خلافت ہزار درہم کی پوشاک پہنا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کیا عمدہ پوشاک ہے اگر اسمین تنعم و نخوت نہو لوگون نے کہا ان دونون مین اختلاف کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ نفس لوامہ آفت کا پرکالہ اور خواہشون کا بندہ ہے جو جو نعمتین خدا نے اسکو قبل خلافت عنایت کین اسوقت بھی اسکی بوالہوسی ایسی رہی اور اب ایسے حال مین کہ خداوند تعالے نے اسکو معراج ترقی اور اوج کمال پر پہونچا دیا ہے تب بھی اسکی خواہش کی پیاس نہین بجھتی۔ اسلئے مین نے اس کمبخت سے عہد کیا ہے اور کہدیا ہے کہ اب ان نعمتون سے بڑھکر بجز نعماے عقبی کے اور کوئی چیز نہین ہے۔ اور وہ نعماے عقبی بغیر ترک دنیا نہین ملتین پس اسوجہ سے مین نے دنیا چھوڑ دی ہے[3]۔

---

[1] ابن ہبیرہ [2] ابن سعد [3] احیاء۔

بعض ہوا خواہوں سے نے اپنی تمنا ظاہر کی اکہ آپ اگر مدینہ طیبہ مین وفات پاتے اور رسول اللہ کے بغل مین دفن ہوتے تو بہت اچھی بات ہوتی۔ فرمایا اللہ تعالے جہنم کے سوا جو عذاب مجھپہ نازل کرے وہ منظور ہے مگر یہہ منظور نہین کہ اللہ تعالے یہ ان لیوے کہ مین اپنے کو اس قابل سمجھتا ہون کہ اون حضرات کے پہلو مین دفن کیا جاؤن[۱]۔

سعید بن سوید روایت کرتے ہین کہ امیرالمؤمنین نے ایک روز نماز جمعہ کی پڑھائی اوسوقت آپکے کرتے کے گریبان مین پیوند لگا ہوا تہا۔ حاضرین مین سے کسی نے کہا اللہ تعالے نے تو آپکو بہت کچھہ دے رکہا ہے پہر آپ عمدہ لباس کیون نہین پہنتے۔ آپنے جواب دیا کہ غناے نفس کی حالت مین میانہ روی بہتر ہے اور عفو مین افضل وہ عفو ہے جو کہ قدرت کے وقت ہو[۲]۔

اس بیان سے ناظرین یہ نہ سمجھ لین کہ عمدہ لباس و پوشاک استعمال کرنی ممنوعات شرعیہ مین داخل ہے۔ نہین۔ بلکہ اگر یہ جب آنحضرت سے پوچھا گیا کہ کیا نفیس کپڑوں کا پہننا یا رکھنا داخل عجب و غرور ہے۔ تو آپنے ارشاد فرمایا۔ نہین۔ بلکہ کبر اسکا نام ہے کہ امر حق سے جاہل ہو اور دوسرے کی عیب جوئی کرے اور تعلی کی لیوے[۳]۔

خود خداوند تعالے اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے۔ قل من حرم

---

۱ سیرۃ العمر ۲ احیا ۳ احیا۔

زینۃ اللہ التی اخرج بعبادہ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین امنوا
فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ کذلک نفصل الاٰیات لقوم یعلمون

ترجمہ اے پیغمبر ان لوگون سے پوچھو جو زینت کے ساز و سامان اور کہانے پینے کی ستھری چیزین اللہ نے اپنے بندون کے لئے پیدا کی ہین اونکو کسنے حرام کیا ہے یہہ تو اسکا کیا جواب دینگے تمہین انکو سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی مین ایمان لائے ہین قیامت کے دن یہہ نعمتین خاصکر اونہین کو دیجاوینگی۔ اسیطرح ہم اپنے احکام اونہین لوگون کے واسطے جو سمجھ رکھتے ہین تفصیل کے ساتھہ بیان کرتے ہین۔

جب تک آپ زندہ رہے سلطنت کا کام بوریا پر بیٹھکر انجام دیتے رہے۔[1]

امام رجا کا بیان ہے کہ ایک روز مین رات کے وقت بیٹھا ہوا تھا تو شمع بجھنے لگی مین نے قصد کیا کہ اوسکو اشتعال دیدون مگر آپنے بڑھکر شمع تیز کردی مین نے کہا خادم کے ہوتے ہوئے مخدوم کو تکلیف کی کیا حاجت ہے۔ فرمایا جب بھی مین عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی۔ ایک دفعہ راتکو ایک مسافر مسجد مین لیٹا ہوا تھا آپکے پاؤن سے اوسکے ٹھوکر لگی تو اوسنے جھلا کر کہا۔ کیا تو پاگل ہے آپنے کہا نہین۔ پولیس والون نے اس گستاخی کی اوسکو سزا دینی چاہی تو آپنے کہا کیون! اسکا کیا قصور ہے اوسنے تو صرف یہ استفسار کیا تھا کہ کیا تو پاگل ہے

[1] سیرۃ العمر [2] سیرۃ العمر

میں نے کہا نہیں۔

زہد کا یہ حال تھا کہ امیر المومنین کے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالوں کی تھی جب تہجد کے وقت نماز کو اوٹھتے تو اوسکو پہنکر نماز پڑہ لیا کرتے۔ ایک روز مسلمہ بیماری کی حالت میں عیادت کو گئے۔ تو آپ ایک میلا کچیلا کپڑا پہنے ہوئے تھے مسلمہ نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا کہ "آپکے کپڑے تو بدل دو دیکھو کیسے کثیف ہو رہے ہیں"۔ اونہوں نے کہا "کل دیکھا جائیگا" پہر دوسرے روز جب مسلمہ گئے تو دیکھا وہی کپڑے بدستور جسم پر ہیں۔ مسلمہ نے یہ دیکھا اپنی بہن سے مکرر بااصرار کہا۔ تب اونہوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کے تو صرف یہی ایک جوڑہ کپڑا ہے میں کہاں سے دوسرا لاؤں صحت کی حالت میں اسکو دہو دہو کر پہن لیا کرتے تھے"[1]

مسلمہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نماز صبح کے بعد ہم حاضر ہوئے اتفاقاً ایک لونڈی کہجور کا ایک طبق لیکر حاضر ہوئی [illegible] مٹہی بہر کہجوریں لیکر فرمایا کیا اسقدر کہجوریں شام تک کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔ مسلمہ نے کہا نہیں۔ پہر تہوڑی سی لیکر کہا "اب"؟ مسلمہ نے کہا اب کافی ہیں [illegible] ہی غذا کہانے کی ضرورت نہ پڑیگی آپنے فرمایا جب انسان اسقدر غذا پر اکتفا کر سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوزخ میں گرا جاتا ہے۔ اور حرام سود [illegible] رشوت چوری۔ بدکاری ایسی بدفعلیوں کا مرتکب ہوتا ہے" مسلمہ کہتے ہیں کہ "مجھے [illegible] نصیحت سے جسقدر میں متاثر ہوا

[1] الندوہ [2] احیاء العلوم [illegible] قسم

اوسکو بیان نہین کرسکتا۔

آپکے خادم کو جب ایکمرتبہ کہانا دیا گیا تو وہ بہت چڑچڑا کر کہنے لگا یہ روز یہی کہانا ملتا ہے۔ آپکی بی بی فاطمہ نے کہا میرے بیٹے امین کیا کرون تیرے مالک ہمیشہ یہی کہایا کرتے ہین۔

مسلمہ جب قسطنطنیہ سے واپس ہوتے تو آپکو معلوم ہوا کہ انکے باورچیخانہ کا خرچ ہزار درہم روزانہ ہے۔

آپنے ایک روز اونکی دعوت کی۔ اور نئے نئے انواع واقسام کے کھانے پکوائے گئے۔ منجملہ اونکے مسور کا شوربا روغن زیتون اور پیاز سے بگھارا ہوا بھی تھا۔ خلیفہ نے باتون کو اسقدر طول دیا کہ مسلمہ کی آنتین قل ہو اللہ پڑھنے لگین۔ اوسوقت آپنے کہانا تناول کرنیکے لئے منگوایا۔ خادم نے بموجب ہدایت مسور کا شوربا پہلے حاضر کیا۔ مسلمہ نے خوب شکم سیر ہو کر پی لیا۔ بعدازان دوسری قسم کے کہانے دسترخوان پر چنے گئے۔ مسلمہ چونکہ شکم سیر ہو کر کہا چکے تھے معذرت کرنے لگے۔ تب آپنے کہا۔ اے ابو سعید سبحان اللہ تم اسقدر شوربا سے سیر ہو گئے جسکے ایک درہم کے خرچ سے دس آدمی سیر ہو سکتے ہین پہر ایکہزار درہم جو تم روز اپنے باورچیخانہ مین صرف کرتے ہو خیال کرو کتنا بڑا اسراف ہے۔ اے ابو سعید خدا سے ڈرو ورنہ تمہارا نام مسرفون مین لکھا جاویگا۔

---

۱ احیاءالعلوم ۲ سیرۃ العمر ۳ احیا العلوم۔

اگر یہی اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو ثواب بھی ملے اور دنیا میں دولتمند ہو جاؤ۔
اتفاقاً ایک روز بلا کسی سبب کے رونے لگے۔ یہ دیکھکر آپکی بی بی اور
آپکے کنبہ کا کنبہ رونے لگا جب خلیفہ کا آنسو بند ہوا تو آپکی بی بی نے اسکا سبب
پوچھا۔ فرمایا وہی فریق قیامت کے دن اللہ تعالے کے پاس ہونگے۔
فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر یعنی ایک فریق اہل جنت دوسرا فریق اہل دوزخ
نہیں معلوم میرا حشر کس کے ساتھ ہو۔ یہ کہکر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے۔
ایک روز چند لوگ اعادت کیلئے آئے منجملہ اونکے ایک جوان مقبول اور دبلا
تھا۔ اوس سے آپنے اسکا سبب پوچھا۔ پہلے تو اوسنے لیت ولعل کیا لیکن
جب امیر المؤمنین نے خدا کا واسطہ دلایا تو اوسنے کہا۔ میں نے دنیا کی حلاوت
کو تلخ پایا اسلیئے میرے نزدیک سونا چاندی اور پتھر سب ہموزن اور یکساں معلوم
ہوتے ہیں۔ اور میرا یہ خیال رہتا ہے کہ بمقابلہ اللہ جل شانہ کے ثواب وعقاب کے
یہ سب ہیچ وبے حقیقت اور نہایت کمتر وحقیر ہیں۔
ولید بن سائب کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین سے زیادہ ڈرنیوالا میں نے کسیکو
نہیں دیکھا۔ جب موت کا ذکر اونکے روبرو آجاتا تو اسقدر روتے کہ ہڈیوں کے
جوڑ حرکت میں آجاتے۔ اونکا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ رات کے وقت اپنے گھر علما کو
جمع کرکے اونسے موت کا حال سنا کرتے تھے اور قیامت کا تذکرہ کراتے

ملہ احیاء ملہ سیرۃ العمر

اسقدر رویا کرتے تھے کہ گویا جنازہ سامنے دہرا ہے ۔

امام مکحول کا قول ہے کہ اگر مین قسم کہا کر کہون کہ امیرالمؤمنین عمر سے بڑھکر عابد و زاہد ۔ خداترس کوئی نہین ہے تو مین خائن و حانث نہین ہون ۔

آپنے اپنے ایک ہمنشین سے فرمایا کہ مین ایک رات کو جاگتا اور قبر کا اور مردہ کا حال سوچتا رہا ۔ اگر تو مردہ کا حال تین دن بعد قبر مین دیکھے تو اوسکے پاس جانے سے وحشت کرے گو کہ تجھے اوسکے ساتھہ کتنا ہی انس کیون نہ رہا ہو ۔ اور اگر اوسکی قبر کو دیکھے کہ کیڑے دوڑ رہے ہین ۔ پیپ اور مواد بہ رہا ہے ۔ رنگ مردہ کا بدل گیا ہے ۔ بو آنے لگی ہے ۔ کفن پرانا ہوگیا ہے ۔ اور پہلی جو صورت تھی وہ اچھی تھی اور پہلی جو پوشاک تھی وہ عمدہ اور صاف تھی ۔ یہہ کہکر چیخ مار کر بیہوش ہوگئے ۔

بیماری کے وقت لوگون نے علاج کی ترغیب دی ۔ فرمایا کاش اگر میری صحت کان کی لو چھونے یا کسی چیز کے سونگھنے مین ہوتی تو مین ایسا بھی کام کبھی نہ کرتا کیونکہ "نعم المذہوب الی ربہ" (یعنی مین کیسے اچھے مالک کے پاس جارہا ہون ۔ پھر کیون گریز کرون) ۔

عطا ابن رباح کہتے ہین کہ خلیفہ کی زوجہ فاطمہ نے مجھسے بیان کیا کہ ایک روز مین نے مکان مین دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھکر رو رہے ہین مین نے عرض کیا

کہ کون سا حادثہ ایسا پیش آیا ہے۔ فرمایا مین نے امت محمدیہ کی حکومت کا قلاوہ اپنی گردن مین ڈال رکھا ہے۔ اور ملک مین بہوکے۔ فقیر مسکین بیمار۔ مظلوم۔ قیدی۔ عیالدار۔ بہت تن تنہ تو ہونگے۔ فردا سے روز قیامت جب اللہ تعالیٰ انکی بیکسی و بےبسی اور میری عدم خبرگیری اور چشم پوشی غفلت کی وجہ مجھسے دریافت کریگا تو مین کیا جواب دونگا۔ میرے پاس تو اسکا کچھ جواب نہین ہے اسیکا مجھے خوف ہے جو مین رو رہی ہون۔

حماد کا بیان ہے کہ ایک روز خلیفہ کو روتے ہوئے مین نے دیکھکر ان سے کہا۔ کیا خلافت سے ڈرتے ہو۔ بتاؤ تو درہم و دنانیر سے تمہارا کیسا تعلق ہے فرمایا میری نظر مین انکی کچھ وقعت نہین۔ حماد نے کہا پہر تمکو کس بات کا خوف ہے صبر کرو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا۔

امام اوزاعی فرماتے ہین کہ ایک روز اہلبیت سلطنت خلیفہ کے پاس عہدونکے ملنے کی توقع پر حاضر ہوئے۔ آپ انکی چال چلن۔ جبر و تحکم۔ جور و ظلم سے بخوبی واقف تھے بلا خوف لومۃ لائم و بلا رو رعایت خاندانی صاف صاف کہدیا کہ یہہ بستر جسکو تم لوگ دیکھتے ہو خواہ بوسیدہ ہوکر پارہ پارہ ہوجاوے مگر مین نہین چاہتا کہ تمہارے ناپاک قدمون سے اسکو مس ہوتا نصیب ہو۔ ایسا ہی آپکی پہوپہی فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان کی جاگیرونکی ضبطی کیوقت

لے احیا۔ لے احیا۔

جب سفارش کرنے کیلیئے حاضر ہوئین۔ اور اونھون سے بنی مروان کی بغاوت کا خوف بھی دلایا تو آپنے نہایت جرأت سے فرمایا مجھکو بنی مروان کا خوف و ہراس نہین ہے بلکہ مجھکو اگر ڈر ہے تو یوم الحشر کا ہے کہ جس روز ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا"

خلیفہ ولید نے جب اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانا چاہا تو دار الامارت کے کل ارکین و معززین عمایدنے سلطنت کی سطوت و جبروت کے خوف سے اتفاق کر لیا مگر عمر بن عبدالعزیز نے صاف صاف کہدیا کہ ہم سلیمان کی بیعت پہلے کر چکے ہین اسکے خلاف نکرینگے۔

آپکی ایک لونڈی خدمت مین حاضر ہوئی۔ بعد سلام آپکے گھر مین جو مسجد تھی اوسمین دو رکعت نماز پڑھکر سو رہی۔ اتفاقاً ایک خواب دیکھکر روئی اور آپکی خدمتمین عرض پیرا ہوئی کہ یا امیر المؤمنین امین نے اسوقت یہ خواب دیکھا ہے کہ "دوزخ دوزخیون کے سامنے دہڑا دہڑ جل رہی ہے اور اوسپر پل صراط قایم ہے کہ یکایک اوسپر پہلے عبدالملک لائے گئے۔ تھوڑی دور چلے ہونگے کہ اولٹ پلٹ ہوگئے اور اوندہے دوزخ مین جا گرے۔ پھر ولید و سلیمان سکے بعد دیگرے لائے گئے اور اون دونون کا بھی یہی حشر ہوا۔ پھر جب آپکی باری آئی" اسقدر اوسکے منہ سے الفاظ نکلے تھے کہ امیر المؤمنین چیخ مارکر بیہوش ہوگئے۔ لونڈی اوٹھکر بار بار آپکے کانین

ابن خلدون

چلا چلا کر کہنے لگی کہ آپ بچ گئے آپ بچ گئے۔ آپکی نجات ہو گئی۔ ہر چند وہ چلاتی اور پکارتی رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے رہے اور پانوں پٹکتے رہے اور بیہوش پڑے رہے

یوسف بن سیب کہتے ہیں کہ قبل خلافت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ایسے بلند اندام اور تن توش کے تھے کہ ازار بند کمر میں چھپ جاتا تھا۔ مگر بعد خلیفہ ہونے کے اسقدر دُبلے ہوگئے تھے کہ اگر میں چاہتا تو بلا مس کئے ہوئے دور سے پسلی کی ہڈیاں گن لیتا۔

ظالموں اور ظالموں کے مصاحبین سے نفرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو عامل کرکے بھیجا بعد کو معلوم ہوا کہ کسی زمانہ میں وہ حجاج کا عامل رہا ہے۔ یہ سنتے ہی اوسے معزول کر دیا۔ اوسنے عرض کیا۔ میں نے اوسکے زمانہ میں تھوڑے ہی دن کام کیا تھا۔ آپنے فرمایا کہ صحبت ایک روز کی یا اوسکی قربت ہی نحوست و شرارت کے لئے کافی ہے"

رشوت

امیر المومنین کے پاس ایک شخص نے ہدیہ بھیجا آپنے واپس کر دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آنحضرت تو ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ آپنے فرمایا" آپکے لئے وہ ہدیہ تھا مگر ہمارے حق میں وہ رشوت ہے" کیونکہ آپکو جو لوگ دیتے تھے وہ نبوت کیوجہ سے دیتے تھے۔ اور ہمکو حکومت کیوجہ سے دیتے ہیں"

وقت فرصت کی قدر

چند آدمیوں نے امیر المومنین سے کہا بہتر ہو کہ آپ تھوڑا سا فرصت کا وقت ہملوگوں کو عنایت فرمائے آپنے فرمایا" فرصت رخصت ہوئی اب خدائے تعالی

لہ احیا۔ ٢ سیرۃ العمر ٣ سیرۃ العمر ٤ احیا۔

کے یہاں فرصت نصیب ہوگی[۱]۔

اہل مروان ایک مرتبہ جمع ہوئے اور ظرافت آمیز باتیں کرنے لگے۔ آپنے فرمایا اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ یہ اوقات کسی نیک کام یا علمی مباحث میں صرف کیے جاتے۔ خدا سے ڈرو۔ اور ہنسی مذاق سے کوسوں دور بھاگو۔ کیونکہ اس سے کینہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اسکا انجام برا ہوتا ہے۔ قرآن شریف پڑھا کرو اور اگر گران گذرے تو شہدہ حالات مروان کے بیان کرو اور بیہودہ ہنسی کی ممانعت اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ مزاح کے معنی دوری کے ہیں۔ اور دوری سے مراد امر حق سے دوری ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مزاح کے معنی جو دوری کے ہیں تو اسکو سمجھو کہ یہ امر حق سے دور کرتی ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہوتی ہے۔ دولت الگ ہو جاتی ہے[۲]۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں جب سے صاحب عقل و ہوش ہوا۔ اوسوقت سے میں کبھی جھوٹ نہیں بولا[۳]۔

ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوکر ایک دوسرے شخص کی شکایت کرنے لگا آپنے کہا اگر تو کہے تو میں تیرا اور اسکا مقابلہ کرادوں۔ کاش اگر تو جھوٹا ہوگا تو یاد رکھنا کہ تو اس آیت کا مصداق ٹھہریگا۔ اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ[۴] اور اگر سچا ہوگا تو تو اس آیت هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ[۵] کے تحت میں

---

۱ سیرۃ العمر ۲ احیا ۳ احیا ۴ اگر آئے تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لیکر

۵ لوگوں پر آوازے کستا ہے چغلیاں لگاتا ہے۔

داخل ہوگا لہذا تو اگر معاف کردے تو بہتر ہے اوسنے عرض کیا امیرالمومنین مجھسے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نکرونگا معاف فرمائیے۔[1]

ایک شخص نے آکر ایک اور شخص کی شکایت کی آپنے فرمایا بہتر ہوتا کہ تو یہ شکایت اللہ تعالے کے پاس لیجاتا۔[2]

امیرالمومنین نے ایک عامل کو لکھا کہ غصہ کے وقت کسیکو سزا مت دینا۔ بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو پہلے اوسکو حوالات کرنا اور جب غصہ فرو ہو جاوے تو بعد نظر ثانی کے صرف ہلکی سزا۔ یعنی سزاے تازیانہ دینا وہ بھی اگر ڈیرہ درجن ہو تو بہت انسب ہے۔[3]

ایک شخص کو مارنیکا حکم دیا پھر یہ آیت یاد آگئی۔ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس خادم سے فرمایا چھوڑ دے۔[4]

علی بن زید سے روایت ہے کہ ایک قریشی شخص نے آپ سے سخت کلامی کی۔ پہلے تو آپ چند سے سرنیچا کئے رہے بعدازاں فرمایا کہ کیا تیری یہ مرضی ہے کہ حکومت کے جوش میں آکر میں شیطان کے ہاتھوں آج تیرے ساتھ ایسی بات کروں جسکو کل تو میرے ساتھ کرے۔

ایک شخص نے آپکو فاسق کہا آپنے چند سے سکوت کرکے فرمایا۔

۱۔ احیاو سیرۃ العمر ۲۔ احیا۔ ۳۔ سیرۃ العمر

تیری گواہی مقبول نہین ہے"

صالح بن جبیر کا بیان ہے کہ مین خلیفہ سے گفتگو کرتا تو بعض وقت برہم ہوجاتے چنانچہ مین یہ خیال کر کے کہ جوان بادشاہون کے غضب سے خائف رہنے کی ہدایات ہین اونکی دلجوئی و استمالت کرنے لگتا تو فوراً ہی آپ غصہ روک کر فرماتے کہ میرے غضب و غصہ سے تو اپنا کام نہ بند کرنا۔ یہانتک کہ اوسکا تکملہ ہوجاوے ایکبر تبہ کسی شخص نے آپکو غصہ دلایا۔ آپنے کہا کہ اگر تو مجھکو غصہ نہ دلاتا تو مین تیری سزا کرتا لیکن اب معاف ہے" کیونکہ غصہ ہونے سے نیت کے بدلنے کا ڈر رہتا ہے۔ اور جب نیت بدلی تو معتوب کی سزا نفسانی ہوا و ہوس کے تابع ہوگئی۔

یزید بن مہلب کو جب عمر بن عبدالعزیز کی موت سے مفر نہونیکا یقین ہوگیا تو یہ جیل کے داروغہ سے سازش کر کے قید سے مفرور ہوگیا۔ جب بصرہ پہونچا تو ایک عریضہ خلیفہ کی خدمت مین اس مضمون کا بھیجا جو ایسے وقت پہونچا کہ خلیفہ کی نفس شماری ہورہی تھی۔ جسکا مضمون یہ تھا کہ "واللہ اگر مجھکو آپکی زندگی کا یقین ہوجاتا تو مین ہرگز آپکی قید سے نہ بھاگتا کیونکہ مجھکو اندیشہ تھا کہ آپکے بعد یزید مجھسے نہایت بری طرح سے پیش آویگا اسلئے مین جان بچا کر بھاگ آیا" آپنے خط پڑھکر فرمایا۔ اے اللہ اگر یزید بن مہلب مسلمانون سے

---

۱ احیا و سیرۃ العمر ۲ احیا۔

برائی کرنے کے واسطے مجھکو دہوکا دیکر بھاگا ہو تو تو اوسکو سزا دے

یہ تھی خلیفہ کی قومی ہمدردی اور حمیت اسلامی جسکا خیال مرتے دم تک قایم رہا۔ آپنے یزید بن مہلب کو جو قلعہ حلب مین جرجان کے خمس نہ ادا کرنے پر قید تھا چند عرصہ تک خمس کے ادا کرنیکا انتظار کرکے اوسکو دہلک کے جانب بھیجنے کا حکم صادر کیا۔ لیکن جب نعیم خولانی نے آنکر یہ عرض کیا کہ یزید کے دہلک بھیجنے سے اوسکی قوم بہت برافروختہ و برداشتہ خاطر ہو جاویگی تو آپنے بصلاح و مشورت نعیم کے پھر بدستور اوسی قلعہ مین مقید رکھا[1]

معتوبی ابن مہلب

مسلمہ قسطنطنیہ کی واپسی پر جب خلیفہ سے ملنے دار الخلافت مین حاضر ہوئے تو اونہون نے بڑی شان و شوکت و جاہ و جلال و خدم حشم سے دربار کیجانب رخ کیا۔ مگر آپ اونسے اوسوقت تک نہ ملے جب تک کہ وہ معمولی حیثیت مین دربار مین نہ حاضر ہوئے[2]۔

شان و شوکت و جاہ و جلال سے احتراز

عمر بن عبد العزیز جب وفات پانے لگے تو مسلمہ نے کہا آپ اپنے لڑکون کے حق مین کچھہ وصیت کر جائیے۔ فرمایا "میرے پاس کیا دہرا ہے" اونہون نے کہا یہی ایک لاکھہ روپیہ لے لیجئے۔ آپنے فرمایا اس سے تو کہین یہہ بہتر ہے کہ یہہ رقم جنکو تمنے غصبًا و جبرًا وصول کی ہے اونکو واپس دیدو۔ مسلمہ یہہ سنکر رو پڑے اور بہت نادم ہوئے۔ اس روایت کو احیاء العلوم مین غزالیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرح نقل کیا ہے

مال مغصوبہ سے پرہیز

---

[1] ابن خلدون [2] ابن خلدون - [3] احیاء و سیرۃ العمر

کہ مسلمہ آپکی خدمت مین نزع کی حالت مین آئے۔ اور کہا آپنے ایسا کام کیا ہے جو آپسے پہلے کسی نے نہین کیا تہا اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کیواسطے نہ ایک روپیہ چہوڑ رہے ہین۔ اور نہ اثاث البیت اور نہ جائداد ہی چہوڑ رہے ہین۔ اسکے جواب مین آپنے کہا کہ مین نے اپنی اولاد کا حق کچہہ نہین داب رکہا ہا اور جو غیر وںکا حق تہا اونکو نہین دیا۔ (یہ لفظ طعن آمیز ہے) علاوہ برین میرے لڑکے دو طرح کے ہین ایک تو خدا کے فرمانبردار ہین اور دوسرے نافرمان ہین۔ تو اول الذکر کا خدا انخود کفیل ہے۔ جیسا کہ اوسنے ارشاد فرمایا ہے وھو یتولی الصالحین (نیکون کا مولےٰ خدا ہے) اور آخر الذکر قابل التفات نہین ہے۔

روایت ہے محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے کہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ وقت نے ایک روز عصر کی نماز مین دیر کی۔ تو آئے اونکے پاس عروہ بن الزبیر اور خبر دی اونکو مغیرہ بن شعبہ نے کہ ایک روز دیر کی تہی عصر کی نماز مین جب وہ حاکم تہے کوفہ کے پس گئے اونکے پاس ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری کہ کیون ہے یہ دیر نماز مین اے مغیرہ۔ تمکو معلوم نہین کہ جبریل اوترے آسمان سے اور نماز پڑہی اونہون نے ظہر کی تو نماز پڑہی رسول اللہ نے اونکے ساتھہ۔ اور ایسا ہی نماز عصر و مغرب و عشا و فجر کی آپنے جبریل کے ساتھہ پڑہی بعد ازان جبریل نے کہا ایسا ہی تمکو حکم ہوا ہے۔ تب کہا عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہ سمجہو جو تم روایت کرتے ہو کیا جبریل نے قایم کئے وقت حضرت رسول اللہ کے لئے؟ عروہ نے کہا کہ ابی مسعود عقبہ

بن حمر و انصاری کے بیٹے بشیر ایسا ہی روایت کرتے تھے اپنے باپ سے ۔ اور مجھسے روایت کیا حضرت عائشہؓ نے کہ آنحضرت صلعم نماز پڑھتے تھے عصر کی جبکہ دہوپ حجرہ کے اندر ہوتی تھی ۔ دیواروں پر چڑھنے سے پہلے ۔ عروہ بن الزبیر نے پہلے جو حدیث جبریل کی بیان کی اوسمین تعین وقت نہ تھا اسلئے آپکو احتیاطاً شبہ ہوا ۔ مگر جب عروہ نے دوسری حدیث حضرت عائشہ کی بیان کی جسمین تعین وقت صاف صاف لفظون مین بیان ہوا ہے تو آپکا شبہ جاتا رہا اور نماز کیلئے اوٹھہ کھڑے ہوئے ۔ [1]

تعداد اولاد مدت خلافت مقام مدفن

مسلمہ کی روایت متذکرہ سے آپکے تیرہ بیٹے ہونیکا پتہ چلتا ہے اور حیوۃ الحیوان کی روایت بھی اسی کے مطابق ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ مہدی بالعد خلیفہ عباسی نے ہاشم بن محمد سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت اپنے تجربہ کی معقول اور منقول مجھے فرمائیے ۔ اونھون نے کہا عبد الملک نے اپنے مرنیکے بعد گیارہ بیٹے چھوڑے جنکو ترکہ پدری سے ایک ایک لاکھ درہم پہونچے تھے ۔ اور عمر بن عبد العزیز نے تیرہ بیٹے چھوڑے اور اونکو متروکہ پدری سے ایکسو سترہ درہم ہر ایک کو ملے ۔ اور آج فلان شخص عمر کی اولاد مین سے تمہارے نامور امراء مین سے

[1] موطا ۔

جسکے اصطبل مین پانچسو گھوڑے بندھے ہین علاوہ دیگر شان وشوکت کے سامان کے۔ اور عبدالملک کی اولاد مین سے فلان شخص بغداد کی گلیون مین بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ مہدی یہہ سنکر بہت رویا اور اوسنے پوچھا اسکا کیا سبب ہے! اونہون نے جواب دیا۔ عبدالملک کو اعتماد اور تکیہ روپیہ پر تہا۔ اور عمر بن عبدالعزیز کو بھروسہ خدا پر تہا۔ ایسا ہی ایکمرتبہ خلیفہ منصور عباسی نے عمر بن عبید سے کہا مجھے کچھہ نصیحت فرمائیے۔ اونہون نے کہا سنئے۔ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز نے جب وفات پائی تو گیارہ[1] بیٹے اور سترہ دینار چھوڑے جسمین سے پانچ دینار کفن مین صرف ہوئے اور دو دینار قبر کی جگہہ خرید کرنے مین خرچ ہوئے۔ بقیہ دس دینار مین سے اٹہارہ اٹہارہ قیراط ہر ایک لڑکون کو ملے۔

آپکے بیٹیون کے اسماے گرامی کا پتہ باوصف تلاش وتحقیق کتب اخبار وتواریخ سے نہین چل سکا۔ مگر بعض لڑکون کا البتہ بسبب علمی شہرت کے تاریخوں مین نام موسئے حرفون مین زیب سطر ہے۔ منجملہ اونکے ایک عبدالملک اور دوسرے ابوحفص اور تیسرے عبداللہ ہین جو عراق مین عرصہ تک گورنر رہے ہین اول الذکر جو آپکے ہمسیرت تھے وہ تھے جنہون نے معضوبہ جاگیرات کی واگذاشت کیواسطے ایسی کوشش بلیغ کی تھی کہ خلیفہ کو اپنی نیند حرام کرکے اوسیوقت ممبر پر اسکا اعلان کرنا پڑا تھا اور ایسا ہی آپکی وہ تقریر دلپذیر وآزادانہ گفتگو تھی جسمین خلیفہ کو بدعات مروجہ

[1] ممکن ہے کہ آپکو گیارہ ہی بیٹون کا علم رہا ہو اور دو کو نہ جانتے رہے ہون۔

کر لیتی ہے اور اوس علم کو ساتھ لیکر پھر بدن کیطرف عود کر آتی ہے۔ اسلئے کہ جب تک روح کو جسم سے تعلق ہے وہ جسمانی ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتی ہے مدارک جسمانیہ ہی کے ذریعہ سے کرتی ہے اور مدارک جسمانیہ ہی دماغی قوتین ہیں جسمین متخیلہ بڑی زبردست اور کاٹ چھانٹ کرنیوالی قوت ہے۔ جو محسوسات کی صورتون سے خیالی صورتین انتزاع کرتی ہے۔ اور پھر اون صورتون کو حافظہ کے حوالہ کرتی ہے تاکہ حاجت کے وقت نکالکر دیتا رہے۔

جب یہ صورتین حافظہ مین پہونچ چکتی ہین تو نفس اونسے نفسانی متخیلہ صورتین تیار کرتا ہے۔ اسیطرح محسوسات ترقی کرتے ہوئے معقولات کے درجہ پر پہونچتی ہے۔ اور خیال واسطہ کا کام کرتا ہے۔ جب نفس انسانی (بحالت رویا) عالم ارواح سے روحانی علم حاصل کرتا ہے تو اوسکو خیال کے پاس بھیجدیتا ہے اور خیال اوسی معنی مجردہ کو کوئی مناسب صورت تیار کرکے حس مشترک کے حوالہ کردیتا ہے اوس وقت سونے والا دیکھتا ہے کہ گویا مین محسوسات کو دیکھتا ہون۔ اس حالت مین گویا مدرک روح عقلی سے حواس تک پہونچتا ہے اور خیال واسطہ ہوتا ہے۔ یہ ہے خواب (رویا) کی حقیقت اِس تقریر سے رویاے صالحہ اور اضغاث احلام (بدخوابیان) مین فرق ہوتا ہے اگرچہ رویا و اضغاث دونون کی صورتین بحالت خواب خیال ہی ہوتی ہین لیکن اگر وہ روح عقلی سے پہونچی ہے تب تو رویا ہے۔ اور اگر حافظہ سے ماخوذ ہین تو

جسکو خیال نے پہلے اوسکے سپرد کیا تھا تو جو کچھہ نظر آتا ہے وہ محض بدخوابی ہے"
اس بیان سے یہہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ خواب محض دہوکہ کی ٹٹی اور امر موہوم
ہی نہین ہے اور محض خیال ہی خیال کا نتیجہ نہین ہے بلکہ بسا اوقات اسکا
تعلق عالم ارواح سے ہوتا ہے۔ اور اوسکا نتیجہ و اثر اچھا اور برا ضرور کچھہ نکچھہ
ہوکر رہتا ہے۔ اور بہت سے آیندہ واقعات اس سے معلوم ہوتے ہین۔
خواہ معبر غلطی سے اوسکی تعبیر بالعکس بیان کرے۔ پس بربنا سے اسکے ہم ان
خوابون کو جو اس ہیرو کے حالات سے متعلق ہین اور جو آئندہ اس خلیفہ کے جنت
کی بشارت کے موضوع پر ہین اور جو کشاف رموز و اسرار حقیقی و غیبی ہین منظر عام
مین لاتے ہین وھو ھذا۔

ایک روز ایک شخص امیرالمومنین کے پاس آکر بحلف بیان کرنے لگا کہ مین نے
آنحضرت کو خواب مین دیکھا کہ داہنے آپکے حضرت ابوبکر اور بائین آپکے حضرت عمر
اور آپ سامنے کھڑے ہین۔ اور دو شخص اوسوقت باہم لڑتے ہوئے وہان
آ نکلے ہین۔ آنحضرت نے یہہ دیکھکر آپکی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ اے
عمر تم ابوبکر و عمر کا طریقہ اختیار کرنا
آپکی ایک لونڈی آپکے گھر مین جو مسجد تھی اوسمین دو رکعت نماز پڑھکر سو رہی
تھوڑی دیر بعد جب بیدار ہوئی تو یہہ خواب اپنا خلیفہ سے بیان کرنے لگی۔
کہ مین نے دیکھا کہ میدان حشر مین پل صراط رکھی ہوئی ہے۔ عبدالملک آپکے چچا

ولید و سلیمان آپکے چچازاد بھائی یکے بعد دیگرے اوسپر آئے مگر سب جہنم رسید ہوئے۔ صرف آپ، وہ لونڈی اتنا کہنے پائی تھی کہ آپ بیہوش ہوگئے۔ لونڈی بار بار چیخ چیخ اور چلا چلا کر آپکے کان مین کہنے لگی کہ آپ نجات پاگئے آپ نجات پاگئے۔ مگر آپکو کچھ خبر نہوئی۔ اور عرصہ تک بیہوش پڑے رہے۔

خلیفہ خود اپنے خواب کا واقعہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ مین نے آنحضرت کو خواب مین اوس حال مین دیکھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر آپکی خدمت مین بہ ادب بیٹھے ہوئے تھے مین سلام کرکے اون دونون صاحبون کے بیچ مین بیٹھ گیا۔ اس اثنا مین حضرت علی اور حضرت معاویہ خدمت مین حاضر ہوئے اندونون صاحبون کو ایک کوٹھری مین داخل کرکے دروازہ بند کردیا گیا۔ تھوڑی دیر نہوئی تھی، حضرت علی یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے "قسم ہے خدا کی میری بخشش کا حکم ہوگیا"

ازان بعد فوراً ہی حضرت معاویہ بھی باہر نکلے اور کہا قسم ہے پروردگار کی میری بھی نجات ہوگئی"۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (ترجمہ) خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو وہ سب گناہون کو بخشدیتا ہے۔

تمام شد

۱ احیاء العلوم

غلطنامہ فہرست کتاب ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲	سہے	سے	۶	۱۰	۲۸	۲۷
۸	۱۱	۳۰	۳۱				

غلطنامہ متن کتاب و نوٹ (حاشیہ) و سرخی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۱ و ۱۲	علاوہ علاوہ	علاوہ	۴۶	۶	باغبانہ	باغیانہ
۷	۶	اس موقع بیجا	اس موقع پر بیجا	۵۲	۱۰	معربہ	معتزلہ
″	۱۲	ہاین	ہے	۵۳	سرخی	فرقون کے	حرمون کے
۱۳	۱۱	کرما	کہا	۵۷	۵	خم	جم
۱۴	۳	تعمیل	عدم تعمیل	۵۸	۱۲	ہوئی	ہوتی
۱۵	۱	آسیب بیکسی ہوی	آسیب دہائی	۶۱	۵	عمر بن ہبیر	عمر بن ہبیرہ
″	۸	کرین	کرین	۶۵	۸	بھرہے	بھرے
۱۷	″	آنحضرت نے اس	چنانچہ آنحضرت نے انہین	۶۷	۱۱	سلطنطین	سلطنتین
		حکمت عملیون سے	حکمت عملیون اور نیز	۷۳	۱۷	مستعدد	مستعد
		واقف ہوکر خارج البلد	انکے باپ حکم کے استہزا	۹۳	۱۵	سکریا	ہنگریا
		کر دیا تھا۔	و گستاخیون سے واقف	۹۳	۹	لکھتے تھے	کہتے تھے
			ہوا اونکو مع اونکے باپ	۱۰۵	۶	دتم	دستم
			کے خارج البلد کر دیا تھا	″	۱۷	غارت	غفارت
۲۱	۸	ہرارت	بہ ارث	۱۰۷	۱۵	غبرت	غیرت
۲۴	۱۱	کہیھا	مینیا	″	۱۶	موعظ	مواعظ
″	۱۲	مرأت الجبان	یاتی مرأت الجبان	۱۱۰	۴	محمد	یہی محمد
″	۱۷	بحبسہا مس	تحیسے بکہ میت	۱۱۳	۱۴	دولوے	جو نوے نے
۲۷	۱۱	بیہی	تہی	۱۱۴	۱۱	لسکر	لشکر
۱۲۵	۱۶	درمیوان	آدمیوان	۱۱۶	۲	واحسب	واحیب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۱۲	خزم	خرزم	۱۵۱	۷	[illegible]	تقصیر
۱۲۴	۱۱	اضافتا	اصنافک	۱۶۱	۲	اطاعت [illegible]	اطاعت [illegible]
۱۲۸	۲	کو خلیفہ نے قاتل	کہ خلیفہ نے قاتل کو	"	۹	"	"
		کو مقتول کے وارث	مقتول کے وارثا کے	۱۶۷	۸	[illegible]	[illegible]
		حسب قاتل سے	سپرد کر دیا کہ مقتول	۱۷۰	۱۱	[illegible]	[illegible]
		دست	کے وارثا قاتل سے دیت	۱۷۱	۱	[illegible]	[illegible]
۱۲۸	۱۱	بالا	بارا	"	۱۴	آٹھواں حصہ	[illegible]
"	۱۷	مضمون	مشمون	"	۶	[illegible]	[illegible]
۱۲۹	۲۰	ابن ہبیرہ	ابن ہبیرہ	۱۷۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۳۰	۶	سکے زرک	سکے زرک	۱۸۲	۲	محمد بن عبد العزیز	[illegible]
۱۳۱	۱۴	بالا دینغ	بلا دینغ	۱۹۲	۱	[illegible]	[illegible]
۱۳۲	۱۳	افراض	اغراض	"	۲	[illegible]	[illegible]
۱۳۳	۸	بنی نصر	بنی نضر	۱۹۳	۱۵	[illegible]	[illegible]
۱۳۶	۱۹	البو محار	البو مخلد	۲۱۵	۱۳	[illegible]	[illegible]
"	۱۷	[illegible]	[illegible]	"	۱۱	[illegible]	[illegible]
۱۴۰	۱۶	سام ولمال	شام وکمال	۲۱۶	۴	[illegible]	[illegible]
۱۴۱	۹	[illegible]	[illegible]	"	۱۰	[illegible]	[illegible]
۱۴۵	۱	[illegible]	[illegible]	۲۱۷	۱۱	[illegible]	[illegible]
۱۴۶	۶	سوجھتے	[illegible]	۲۱۸	۲	[illegible]	[illegible]
۱۴۷	۸ و ۹	[illegible]	[illegible]	"	۱۶	[illegible]	[illegible]
۱۴۸	[illegible]	سلسلۃ الذہب	سلسلۃ الذہب		۲		[illegible]
"	۱۷	وسام	وہشام	۲۲۱	۲	[illegible]	[illegible]
۱۴۹	۶	قوی	قوتی	۲۲۵	۱۰	[illegible]	[illegible]
۱۵۱	۶	نقیر	تقصیر	۲۲۶	۱۲	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۷	۳	خیبر	خیبر	۲۹۱	۷	بدبر	مدبر
۲۴۳	۲	جملہ آور	حملہ آور	۲۹۲	"	حلف	حلف اور گواہ
۲۵۵	۸	مکاخانہ	مکاحانہ	"	۸	کریگا	کریگا اور گواہ پیش کریگا۔
۲۵۶	۱۷	دستر دستے	دست بردستے				
۲۵۸	۳	قرابادین	قرابادین	۲۹۵	۷	سبب العادوشہ	حسب العادت
"	۱۳	اسی کتابیہ	اسی کتابچہ	۲۹۶	"	سبہ	شبہ
۲۵۹	۲	جسکے نام سے	جسکے دم سے	۲۹۸	۳	سکیے جاوین	سکیے جاوین یا جلاوطن کیے جاوین
۲۶۱	۸	زمانہ میں	زمانہ میں جس	۳۰۰	۳	سکاعین	سلاطین
"	۱۱	ابتدائی	ابتدا ہی	۳۰۲	۳	جیتیہ	جیسا
"	"	ابوحمزہ	ابوحمزہ	"	۱۳	اسکے	اسکے
۲۶۶	سرخی	تسامح	تسامح و تغلیط	"	۱۷	اول	اولی
"	۲۰	ابی نظرو	ابی نظرویہ	۳۱۳	۲۱	ادع	آدع
۲۶۷	۱۷	[illegible]	محدثین	۳۱۳	۵	سے	کے
۳۷۳	۵	اتحاب کی	اصحاب سے	۳۲۳	۱۰	پیادہ	پیادہ
"	۱۴	جو یہ فقرہ	یہ فقرہ	"	"	تو شمع	اتفاقاً شمع
۳۷۵	۲۰	اوس شخص سے	وہ شخص	۳۳۱	۱۱	طبہوش	ذی ہوش
۳۸۵	۱۰	تیا ذوق	تیا ذوق	۳۳۳	سرخی	مقبول [illegible]	مقبول [illegible]
"	"	اوراین زیادہ	اوراین زیادہ				

غلطیاں بلا ترتیب نمبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۴	سرخی	مین	مین رعایت	۳۷۳	۱۱	جو یہ فقرہ	یہ فقرہ
۲۲۳	۲۰	حتی		۳۲۲	سرخی	اورکبیر	اورکبیر
[illegible]	۱۰	آسینے	اسپنچ	۳۱۷	۷	مرا	سیرا

حاشیہ کی وہ سرخیاں جو غلطی سے درج نہیں کی گئیں

سرخیاں	صفحہ	بمقابلہ سطر
تمہید و نعت	۱۱	۱
حضرت سعید ابن جبیر کی دعوت نقد سے ہراسی تا دو اخلاقی اور شہادت	۳۴	۵—۷
عیسائیون کے عام حقوق و اعتراضات	۳۰	۳—۶
اڈیٹر الہلال کے اعتراضات	〃	۱۲—۱۵
خاص بنوامیہ پر		
خاندان نبوت کے اقوال خلیفہ کے شان مین	۱۱۰	۱—۵
ذمیون کے معاہدے کے ساتھ سلوک	۲۳۲	۱۳—۱۶
ذمیون کے ساتھ مساوات کا نتیجہ	۱۳۵	۳—۷
مسلم کی مردم شماری خلفائے راشدین و خلفائے بنوامیہ اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین	۲۵۰	۹—۱۲
اندلس کی مردم شماری عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ مین	۲۵۱	۱ و ۲
تجارت عامہ پر سلطنتون کا قبضہ	۲۵۶	۷—۱۲
انصار سے مودت رکھنے کے	۲۰۹	۴—۸
باریکین خلیفہ کا فرمان اور اسکا مسلک اور آیات قرآنی کی تشریح		

سرخیاں	صفحہ	بمقابلہ سطر
ذمیون کے مالگذاری وصول مین رعایت عامہ	۱۳۵	۱۰—۱۳
رعایائے سمرقند کے تفتیش حال کے لئے ایک نئے قاضی کے تقرری کی منظوری	۱۵۱	۱—۵
[illegible]	۲۱۸	۱—۳
تبلیغ	۲۲۵	۱—۴
دیباچہ	〃	۱۰
ڈاک کے راستے اور سواریان	۲۲۵	۴—۹
تعمیم و تعمیر سڑک جدید و قدیم مدینہ و بنائے چاہات و پل (دائرورکس)	۲۳۸	۱—۳
قدریہ کے بارے مین اجتہاد	۲۹۳	۱—۴
حال کے بعض مصنفین کا عمر بن عبدالعزیز کے نظم سلطنت پر اعتراض اور اسکا جواب	۳۰۵	۱۵
قدرت و اختیار کے زمانہ مین خواہش نفسانی کو تابع رکھنا عین عدل و انصاف ہے	۳۱۶	۱—۴
خلافت کا اصلی مفہوم	۳۲۸	۱—۳